سہ ماہی کثیر لسانی رسالہ

وراثت

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

وراثت

جلد:4
شمارہ:1

Volume:4....No:1

VIRASAT

Designed by:Gurmeet Singh

VIRASAT

Quarterly Journal of Ethnic Literature

Volume:4....No:1

Editorial Staff
Mufti Shafiq-ur-Rahman
Dr. Abid Ahmad Bhat
Dr. Syed Iftikhar Ahmad
Dr. Shabnum Rafiq
Asmat Aziz

Jammu & Kashmir Academy of Art, Culture & Languages,
Srinagar

سہ ماہی کثیر لسانی رسالہ

وراثت

جلد:4............شمارہ:1

(جنوری تا مارچ 2025ء)

نگران

ہرویندر کور

مجلسِ ادارت

مفتی شفیق الرحمٰن ...... اُردو
ڈاکٹر عابد احمد ...... انگریزی
ڈاکٹر سید افتخار احمد ...... کشمیری
ڈاکٹر شبنم رفیق ...... کشمیری
عصمت عزیز ...... اردو

ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر، کشمیر

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز سرینگر

ناشر: سیکریٹری، جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

کمپیوٹر کمپوزنگ	:	گورمیت سنگھ
سرورق	:	گورمیت سنگھ
تعداد	:	100
مطبع	:	گورنمنٹ پریس سرینگر
قیمت	:	

''وراثت'' میں شائع ہونے والے مضامین میں ظاہر کی گئی آراء سے اکیڈیمی کا کُلیاً یا جُزئیاً متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

خط و کتابت کا پتہ

مفتی شفیق الرحمٰن خان
انچارج آفیسر ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر۔
جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز لال منڈی سرینگر
موبائیل نمبر:9906842887
email: syediftikharacademy@gmail.com

فہرست

حصہ اردو

نمبر شمارہ	عنوان	مصنف/ترجمہ کار	صفحہ نمبر
1	مولانا آزاد اور علامہ اقبال کے مشترکہ فکری رویے	طارق مسعودی	6
2	مضامینِ سحر......ایک مطالعہ	شاہد دلنوی	29
3	تاریخ کشمیر......(قسط:۱۲)	اردو ترجمہ: مفتی شفیق الرحمٰن	39
4	سیف الملوک...... پہاڑی ادب کا شاہکار	شبیر احمد خان	53
5	سلطان العارفینؒ......حیات اور کارنامے	محمد عبداللہ بٹ	69
6	حضرت شیخ العالمؒ عظیم انقلابی رہنما	محمد عبداللہ بٹ منتظر	81

حصۂ کشمیری

نمبر شمارہ	عنوان	مصنف/ترجمہ کار	صفحہ نمبر
1	ہِزنگ فوک ٹیلز	ترجمہٕ: غلام نبی آتش	88
2	رسول میرٕنی پوشہٕ مال	سید اختر منصوٗر	104
3	کٲشرِ ہِندی موسم	ڈاکٹر حسرت حسین	122
4	کٲشرِ زبٲنۍ ہِندی کینٛہہ تلمیح	فیاض تلگامی	133
5	دیوداس (بنگٲلی ناول)	ترجمہٕ: ڈاکٹر سید افتخار احمد	139
6	سکے لارک (انگریزی نظم)	ترجمہٕ: سید عابد حسین	166

پیش لفظ

باقی شعبہ جات کی طرح آج کی ادبی دُنیا کو بھی کئی چلینجز درپیش ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ سنجیدہ مطالعہ کرنے والوں کی تعداد میں کمی کا ہے۔ یہ بات صرف مطبوعہ کتابوں کے بارے میں ہی نہیں بلکہ برقی ذرائع سے دستیاب کتابوں کو بھی یہ مشکل درپیش ہے۔ضرورت ہے کہ سنجیدہ ادیبوں،قلمکاروں اور کتابوں کے شوقین لوگوں کوادب کی جانب راغب کرانے کے امکانات ومواقع کوتلاش کیا جائے۔ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر کشمیر کے ذریعہ شائع ہونے والے رسالے ''وراثت'' میں چھپنے والے مضامین کی رنگا رنگی اور علمی و ادبی تنوّع کو اگر دیکھا جائےتو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اس مسئلے کے حل کے لئے ایک اچھا اقدام ہے اور ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق ''وراثت'' کے شائقین وقارئین کی جانب سے موصول ہونے والے تأثرات وآراء سے بھی ہوتی ہے۔

پیشِ خدمت شمارے کی فہرست پر اگرنظر دوڑائی جائے تو مضامین کے تنوّع اور گونا گونی سے یہی پتہ چلتا ہے کہ قارئین کی دلچسپی کے لئے اس میں بہت کچھ موادموجود ہے۔شمارے کے اردو حصہ میں کچھ مضامین سلسلہ وارچھپ رہے ہیں۔ان کا تسلسل بغیر کسی رُکاوٹ کے جاری ہے۔اس سلسلے کی ایک اہم کڑی''

تاریخ کشمیر کا فارسی سے اردو ترجمہ ہے'' جس کی بارہویں قسط حاضرِ خدمت ہے۔ اسی طرح ''سلطان العارفینؒ کی حیات اور کارنامے'' عنوان کا سلسلہ بھی بنا کسی رکاوٹ کے لگاتار چھپ رہا ہے۔ اس حصے میں اور بھی کئی اہم مضامین قابلِ مطالعہ ہیں۔

اس شمارے کے کشمیری حصہ میں حسبِ سابق تحقیق اور ترجمے کو فوقیت دی گئی ہے۔ جہاں ایک طرف ہندوستانی زبانوں سے کئی ادبی شہپاروں کا ترجمہ اس حصے میں شامل کیا گیا ہے۔ تو وہیں کشمیری ثقافت وادب کے حوالے سے کئی تحقیقی مقالے بھی قارئین کی دلچسپی کا سبب بن سکتے ہیں۔

حسبِ ضابطہ ''وراثت'' کا تیسرا حصہ انگریزی زبان میں ہے۔ اس حصے میں زیادہ تر کشمیری ادب اور ثقافت کے بارے میں ہی مضامین چھپ رہے ہیں۔ جن سے یہاں کے ثقافتی ورثے کی وسیع پیمانے پر اشاعت وترویج ہو رہی ہے۔

اُمید ہے کہ وراثت کا یہ شمارہ آپ کی علمی وادبی تشنگی کو دور کرنے اور آپ کی جانکاری میں اضافے کا باعث ثابت ہوگا۔ ہمیں آپ کی تعمیری آراء کا انتظار رہے گا۔

مفتی شفیق الرحمٰن
انچارج آفیسر ٹرانسلیشن ریسرچ سینٹر
کشمیر

طارق مسعودی

مولانا آزاد اور علاّمہ اقبال کے مشترکہ فکری رویے

(قسط:۲)

مولانا نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں Survival of the Fittest کے بجائے قرآنی نظریہ بقائے نفع Survial of the good پیش کیا ہے، اور سوال اُٹھایا ہے کہ جدید سائنس نے جو آئینہ تراشا ہے اس میں سوائے اپنی ذات کے انسان کو سب کچھ نظر آتا ہے۔

اقبال صراحت کے ساتھ ویسا ہی نظریہ اور موقف جا بجا مختلف اثر انگیز پیرائے میں پیش کرتے ہیں ؎

اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا
آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

ابوالکلام اور اقبال اس بات پر متفق ہیں کہ مذہب کی اسی موجودہ غلط تعبیر و تشریح نے ہی جدید علم یعنی سائنس کو آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ بدقسمتی سے تباہی کا ذریعہ بنا دیا ہے اور آج کے سماجوں کو ایک تو مذہب بیزار اور دوسرا مذہب ہی کو سیاسی استحصال کا بے رحم آلہ بنا دیا ہے۔ چنانچہ پیرِ رومی اور مریدِ ہندی کے مکالمے کے پہلے ہی سوال میں علمِ حاضر اور مذہب کے درمیان چیلنج کے فوری مضمرات کا ایک معنی خیز اور دلنواز نقشہ پیش کیا ہے۔

چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں
علمِ حاضر سے ہے دین زار و زبوں

پیر کیا جواب دیتا ہے:

علم را بر دل زنی یارے بود
علم را برتن زنی مارے بود

مولانا آزاد اس اہم ترین نزاع کا مشاہدہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سائنس عالمِ محسوسات کی ثابت شدہ حقیقتوں سے ہمیں آشنا کرتا ہے اور مادّی زندگی کی بے رحم جبریت Physical Determinism کی خبر دیتا ہے۔اس لئے عقیدہ کی تسکین اس کے بازار میں بھی نہیں مل سکتی۔ وہ یقین اور اُمّید کے سارے پچھلے چراغ گل کر دے گا مگر کوئی نیا چراغ روشن نہیں کرے گا۔

پھر اگر ہم زندگی کی ناگواریوں میں سہارے کے لئے نظر اٹھائیں تو کس طرف اٹھائیں۔

کون ایسا ہے جسے دست ہو دل سازی میں
شیشہ ٹوٹے تو کریں لاکھ ہنر سے پیدا

ہمیں مذہب کی طرف دیکھنا پڑتا ہے۔ یہی دیوار ہے جس سے ایک دکھتی ہوئی پیٹھ ٹیک لگا سکتی ہے''۔

علم کے ایک پہلو پر دونوں شخصیات نے قابلِ غور گفتگو کی ہے۔ وہ ہے ''ذکر و فکر''۔ مولانا حقیقت تک پہنچنے کے لئے انہیں دو بنیادی اور نمایاں طریقے و منہاج بتاتے ہیں۔ دونوں باہم مربوط نہ کہ متضاد۔ فکر کا تعلّق عقل و شعور، سوچ اور سمجھ سے ہے۔ یہاں خود شناسی بقولِ مولانا لازمی امر بن جاتی ہے۔ ذکر کا تعلّق ایک ذمّہ دار اور ذہین مشاہدے سے ہے اور یہ ساری دلپذیر کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یہ دنیا اپنے اندر زمان و مکان سموئے ہوئے ہے۔ یہ پہلو علم کا گروہ، علاقہ، ذات و برادری، ملک وغیرہ سے بالاتر تصوّر اور افعال سے متعلّق ہے۔ اس کا تعلّق ان غیر متبدّل فطری اور اخلاقی قوانین سے بھی ہے جن کے نتیجے میں قوموں کے عروج و زوال کی عکّاسی ہوتی ہے۔

''مسئلہ ''ذکر و فکر'' اقبال کے ہاں بھی نہایت ہی مرغوب رہا ہے۔ ایک نظم بعنوانِ ''ذکر و فکر'' میں اس ساری بحث کا احاطہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

یہ ہیں ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے عَـلّـمَ الْأَسْمَآءَ
مقامِ ذکر کمالاتِ رومی و عطار

مقامِ فکر مقالاتِ بو علی سینا

علم کی تفسیر وتشریح کے پس منظر میں جو تعلیمی خاکہ اُبھر کے سامنے آجاتا ہے اس میں بھی یہ ان دونوں مفکّرینِ تعلیمات ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ زمانے کی روش سے ہٹ کر دونوں کے یہاں تعلیم کی اولین ترجیح، فرد اور سماج کی کردار سازی وتربیت، آداب واخلاق اور مسلّمہ انسانی اقدار کی ترویج واشاعت۔ جہاں مولانا استاد کو صفتِ مروبیّت سے متّصف دیکھنا چاہتے ہیں وہیں اقبال اس خواہش کا اظہار کرتے ہیں کہ تعلیمی اداروں میں اس طرح تربیت ہونی چاہیے کہ بالآخر ''ارباب'' پر قائم مثالی معاشرہ وجود میں آسکے۔

شیخِ مکتب ہے اک عمارت گر
جس کی صنعت ہے روحِ انسانی

چنانچہ نصابِ تعلیم میں دونوں تعلیمی مدبّرین نے تکنیکی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم کو یکساں اور لازمی طور شامل کرنے پر زور دیا ہے۔

مولانا اور اقبال علم کے نتیجے میں فرد اور قوم کی شان وشوکت، عظمت ورفعت، سطوت وتمکنت کے حصول کو فرضِ عین سمجھتے ہیں۔ مولانا غبارِ خاطر میں چڑیا چڑے کی کہانی میں ایک چڑا جس کا نام آپ نے ''قلندر'' رکھ لیا تھا۔ اس کی اپنی جرأت رندانہ اور نعرۂ مستانگی کے سہارے اُٹھائے ہوئے بے باکانہ قدم کے مضمرات پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

''غور کیجیے تو اس کارگاہِ عمل کے ہر گوشہ کی قدم رانیاں ہمیشہ اسی ایک قدم کے

انتظار میں رہا کرتی ہیں۔ جب تک یہ نہیں اُٹھتا، سارے قدم زمین میں گڑے رہتے ہیں۔ یہ اُٹھا اور گویا ساری دنیا اچانک اُٹھ گئی:

نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

اس بزمِ سودوزیاں میں کامرانی کا جام کبھی کوتاہ دستوں کے لئے نہیں بھرا گیا۔ وہ انہی کے حصے میں آیا جو خود قدم بڑھ کر اُٹھا لینے کی جرأت رکھتے تھے۔ شاہ عظیم آبادی مرحوم نے ایک شعر میں کیا خوب کہا تھا:

یہ بزمِ مے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی
جو بڑھ کر خود اُٹھائے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے''

بلند ہمتی علاّمہ اقبال کا بہت پسندیدہ موضوع رہا ہے اور آپ کے تصوّرِ خودی کی اصل روح ہے۔ اور اس مضمون کو مختلف انداز اور منفرد پیرائے میں بیان کیا گیا ہے۔ ابو العلامعرّی کے حوالے سے علاّمہ کے یہ مشہور اشعار اس مسئلے کی بہترین ترجمانی کرتے ہیں:

یہ خوانِ ترو تاز معرّی نے جو دیکھا
کہنے لگا وہ صاحبِ غفران و لزومات
اے مرغکِ بیچارہ ذرا یہ تو بتا تو!
تیرا وہ کیا گنہ تھا ہے جس کی یہ مکافات
افسوس ! صد افسوس ! شاہین نہ بنا تو
دیکھے نہ تیری آنکھ نے فطرت کے اشارات

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

معرکۂ روح وبدن کے تناظر میں دونوں صاحبانِ نقد ونظر مشرق ومغرب کے درمیان مفاہمت کے معتبر داعی رہے ہیں۔اس مفاہمت کی بنیاد باہمی خوشگوار علمی اور دانشورانہ گفتگو پر ہونی چاہیے۔علاّمہ اقبال اگر چہ مغرب کے سیاسی ومعاشی استحصال کے علاوہ اس کی تہذیبی کج اخلاقیوں کے شدید مخالف تھے۔لیکن علوم وفنون میں اس کی قابلِ تعریف کارکردگی اور دَین کے ہمیشہ معترف رہے ہیں ۔

قوّتِ افرنگ از علم و فن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است
کھلے ہیں سب کے لئے غریبوں کے مے خانے
علومِ تازہ کی سرمستیاں گناہ نہیں

مولانا آزاد کی زندگی کا ایک بڑا حصّہ برطانوی استعمار کے ساتھ ہر محاذ پر نبرد آزما ہونے میں صرف ہوا۔مختلف نوعیت کے مصائب وآلام برداشت کرتے رہے۔ انگریز عدالت کے سامنے ان کا تاریخی بیان جو بعد میں ''قولِ فیصل'' کے عنوان سے شائع ہوکر بہت مقبول ہوا اہلِ یورپ کے مختلف النوّع استحصالی عزائم کا بے باکی، باریک بینی اور دیدہ وری کے ساتھ محاسبہ کیا ہے۔اس کا ایک چھوٹا سا اقتباس اس طرح سے ہے:

''تاریخِ عالم کی سب سے بڑی نا انصافیاں میدانِ جنگ کے بعد عدالت

کے ایوانوں میں ہی ہوتی ہیں۔ دنیا کے مقدّس بانیانِ مذہب سے لے کر سائنس کے محققّین اور مکتشفین تک کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں ہے جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو‘‘۔

لیکن یہ دوٹوک اور غیر مبہم موقف رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ دونوں اہلِ علم و دانش عالمِ انسانیت کی فوز و فلاح اور دیر پا بقائے باہم کے لئے مغرب کے ساتھ دانشورانہ بنیادوں پر ایک نتیجہ خیز Dialogue کے خواہش مند ہیں۔

جن بنیادوں پر دلچسپ، منطقانہ اور حکیمانہ Dialogue کا اہتمام ہو۔ اس تعلّق سے دورِ جدید میں انسانیت کے یہ دو بڑے علمبردار باہم متّفق دکھائی دیتے ہیں۔ مشرق اور مغرب کے درمیان آخر Dialogue کی بنیاد کیا ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں مولانا کا وہ خطاب نہایت ہی توجہّ طلب نیز محقّین کے لئے قابلِ مطالعہ ہے۔ جو UNESCO کے زیرِ اہتمام اس عالمی کانفرنس جس کا عنوان تھا ’’Concept of Man in the East and the West and Philosophy of Education‘‘ میں پیش کیا گیا تھا۔

مولانا نے فرمایا کہ:

’’مغربی فلسفہ کے برعکس مشرقی فلسفہ یہ ہے کہ انسان نہ صرف ایک مادّی وجود رکھتا ہے بلکہ یہ تمام مخلوقات سے برتر وافضل ہے اور بنیادی طور پر فطرتاً مختلف بھی ہے۔ حقیقتاً قرآن مجید نے انسان کی رفعت کے تعلّق سے ایک قدم اور آگے بڑھایا ہے کہ انسان کو زمین پر اپنا نائب بنایا ہے۔ ساتھ ہی اس کی بے پناہ طاقت وقوّت کی

صراحت بھی کی ہے جو کچھ بھی زمینوں اور آسمانوں میں پیدا کیا گیا ہے وہ اسی انسان کے لئے مسخّر کر دیا گیا ہے۔ آگے اس لمبی بحث کو سمیٹتے ہوئے مولانا ایک ممکنہ حل کی جانب توجہ دلاتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر مشرقی فلسفے فلسفے کے اعتبار سے انسان کے متعینہ مقام کو مغرب کے تصوّرِ ترقی سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے تو انسان کے لئے لامحدود ترقی کے ممکنات کے دروازے کھول سکتا ہے اور یہ جدید سائنس کے اندر پوشیدہ بے جا استعمال کے سارے راستے مسدود کر سکتا ہے۔ آزاد مزید کہتے ہیں:

" There is further reason why a synthesis of the Eastern and the Western concepts of man is of the greatest importance to man's future. Science in itself is neutral. Its discoveries can be used equally to heal and to kill. It depends upon the outlook and mentality of the user, whether science will be used to create a new heaven on earth or the destroy the world in a common conflagration. If we think of man as only progressive animal,there is nothing to prevent his using science to further interests based on the passions he shares common with animals. If, however,we think of him as an emanation of God, he can use the science only forthe futherence of God's purposes, that in the achivement of peace on earth and goodwill to all men."

علّامہ اقبال مشرقی فلسفے کے پس منظر میں حقیقتاً عالمی انسانی اخوّت واتحاد، مساوات اور عدل وانصاف کے داعی رہے ہیں۔ اقبال نے اس بات کا برملا اعتراف

کیا ہے کہ اُنھوں نے مشرق ومغرب کے علمی اور روحانی سرچشموں سے استفادہ کیا ہے۔ان کے الفاظ میں وہ ''درسِ حکیمانِ فرنگ'' سے فیض یاب اور ''صحبتِ صاحبِ نظراں'' سے مستفید ہوئے ہیں۔اپنے آفاقی فکروفلسفہ کی روشنی میں اقبال مولانا آزاد کی طرح مشرق اور مغرب کے درمیان بامعنی Dialogue کے لئے ایک منطقیانہ بنیاد فراہم کرتے ہیں۔علاّمہ واضح طور پر بتاتے ہیں کہ مغرب،مشرق کو کیا پیش کرسکتا ہے اور مشرق بدلے میں مغرب کو کیا فراہم کرسکتا ہے۔

غربیاں را زیر کی سازِ حیات
شرقیاں را عشق رازِ کائنات
خیز و نقشِ عالمِ دیگر بنہ
عشق را با زیر کی آمیز دہ

علاّمہ اقبال کا ذیل کا معروف شعران تمام تعصّبات،امتیازات اورتفرقات کا خاتمہ کرتے ہوئے عالمی مفاہمت اور خیر سگالی کی ایک نئی اور وسیع شاہراہ کی نشاندہی کرتا ہے:

مغرب سے بیزار نہ مشرق سے حذرگر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحرکر

ایک اوراہم موضوع جوعلاّمہ اقبال اورابوالکلام کے فکروشعور کا ایک مرغوب اورمحبوب ترین موضوع رہاہے وہ ہے جمالیات۔جیسا کہ ظاہر ہے کہ جمال یاحسن تین آفاقی اور ابدی اقدار میں شامل ہے۔عہدِ یونان سے لے کر اب تک اس کے معنی

مفاہیم،نوعیت اور ابعاد پر برابر گفتگو ہو رہی ہے۔مشہور حدیث ’’اللّٰہ جمیل یحبّ الجمال ‘‘ ۔قدرِ جمال کی افادیت ومعنویت اور تعمیر حیات کے ساتھ اس کے تعلق کی نوعیت کو واضح کرتی ہے۔قرآن حکیم میں بکثرت حسن، احسان ،محسن اور احسن و دیگر مترادفات استعمال ہوتے ہیں۔ جو ایک مثالی ، جاذب نگاہ ،متوازن و معتدل ، قابلِ تقلید اور خوب تر زندگی کی حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔انسان کی خوب تر زندگی کی حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔انسان کی خوب صورت عاقبت وانجام بلکہ جنت کی بشارت کے لئے قرآن حکیم میں لفظ ’’حسن الماٰب ‘‘استعمال ہوا ہے۔حضرت حسانؓ کا آنجناب کے بارے میں برمحل نعتیہ مصرعہ جو زبانِ زد خاص وعام ہے۔ واَحسنُ منک لم ترقطُ عینی یا کسی عاشق صادق نے آپؐ کی افضل الاخلائق ذات کی کیا بہتر تعریف کی ہے:

یا احسن یا اجمل یا اکمل یا اکرم
واللہ با خلاقک فی الملأ یُباہیہ

مولانا آزاد نے اپنی دلنواز نگارشات میں جمال کی معنویت اور مضمرات پر کافی دلچسپ مکالمہ کیا ہے۔اور کامل فلسفۂ حیات کو پانچ اکمل اقدار سے منضبط کردیا ہے۔ یہ ہیں معروف،حق ، جمال،محبت اور عدل،مولانا کے مطابق جمال کے دونمایاں پہلو ہیں۔ایک طبعی دوسرا ذہنی۔اس کی طبعی صورت میں روشنی ، رنگ،خوشبو نغمہ وآہنگ و غیرہ۔ذہنی صورت میں جمال کا تعلق ہے فکر وشعور، ذہانت اور متانت سے۔اپنی تفسیر ترجمان القرآن میں مولانا اس قدر اور وصفِ جمال کو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کی دین

قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ بقولِ آزاد جمال عبارت ہے سراپا خیر سے۔ جمالیاتی شعور مطلق ہے ۔امن، انصاف اور بقائے باہم ہے۔اس لئے مولانا قرآن حکیم کو جمالِ حقیقت کا ترجمان بتاتے ہیں۔لکھتے ہیں:

''اس کارگاہِ فیضان و جمال میں صرف وہیں چیز باقی رہتی ہے جس میں نفع ہو ،کیونکہ یہاں رحمت کارفرما ہے اور رحمت چاہتی ہے فلاح و فیضان ہو۔نقصان و برہمی گوارانہیں کرسکتی۔تم سونا کھٹلی میں ڈال کر آگ پر رکھتے ہو۔کھوٹ جل جاتی ہے۔ خالص سونا باقی رہ جاتا ہے۔ یہی مثال فطرت کی ہے۔کھوٹ میں نفع نہ تھا نابود کردیا گیا۔سونے میں نفع تھا باقی رہ گیا''۔

صفتِ جمال کی فطری معنویت صاف اور واضح ہے۔لیکن چشمِ بینا چاہیے جو مداومتِ فکر میں شرط ہے۔حضرت شیخ سعدی شیرازی کے اس مشہورِ زمانہ شعر میں ظاہر ہے ایک صاحبِ جمال شخصیت کی صحبت کس طرح اپنے باہوش ہم نشیں کو خاکی سے افلاکی بنادیتا ہے:

جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
ولیکن من ہماں خاکم کہ ہستم

بقولِ حافظ:

ببیں تفاوتِ راہ از کجا تا بہ کجا

قدرِ جمال کے زندگی بخش مضمرات، تجربے کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ مشاہدۂ حسن اگر انسان کے جذبات و احساسات، اس کے فکر وشعور کو بالیدگی و بلندی، تعمیر و

تطہیر جدّت وتخلیق سے ہمکنار نہ کرے تو اس سے بڑھ کر اور کیا کم بختی اور سانحۂ اولیٰ کی بات ہوسکتی ہے۔غبارِ خاطر میں ابوالکلام شستہ انداز میں بیان کرتے ہیں:

''حسن آواز میں ہو یا چہرے میں، تاج محل میں ہو یا نشاط باغ میں، حسن ہے اور حسن اپنا فطری مطالبہ رکھتا ہے۔افسوس اس محرومِ ازلی پر جس کے بے حس دل نے اس مطالبہ کا جواب نہ دینا سیکھا ہو!

سینۂ گرم نداری مطلب صحبتِ عشق

مناظرِ فطرت ہوں یا فنون و ہنر یا چیزوں کا طبعی وجود علامہ اقبال کے نقد ونظریات کے پیمانے اور معیارات نے ایک زندگی بخش حسن شناسی کا کیا خوب تجزیہ پیش کیا ہے۔

وہ سکوتِ شام وصحرا میں غروبِ آفتاب
جس سے روشن تر ہوئی چشمِ جہاں بینِ خلیل

اقبال کی چشمِ بینا حسنِ فطرت کو مطالعۂ کائنات کا دلچسپ مرّقعہ بنا دیتا ہے:

وہ خموشی شام کی جس پر تکلّم ہو فدا
وہ درختوں پر تفکّر کا سماں چھایا ہوا

محبت اور حسن یا حسن وعشق فطرتاً باہم دگر مربوط ہیں۔ان کا تعلّق نفاست پسند احساس اور روشن ضمیری سے ہوتا ہے۔ایسا احساس ایک دلنواز کیفیات سے تعلّق رکھتا ہے۔جس کو حقیقی معنوں میں اگر دیکھا جائے تشریحات کے قالب میں سمودینا نہایت مشکل ہے۔خطّۂ کشمیر کے جلیل القدر صوفی شاعر خواجہ حبیب اللہ نوشہری اس

صورتحال کی بہت خوبصورت وضاحت کرتے ہیں:

ایں عشق چہ عشق است کہ بے نام و نشانے
ایں حسن چہ حسن است کہ بے شرح و بیانے

ڈاکٹر اقبال اسی کیفیت سے خود گزر گئے ہیں:

عشق بھی ہو حجاب میں، حُسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو، یا مجھے آشکار کر

حضرت رومی باریک بین حساسیت کے لہجے میں کہہ گئے ہیں:

سر پنہان است اندر زیر و بم

اقبال کی حسن شناسی میں مسجد قرطبہ کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے مطابق اقبال کی اس نظم کو اردو شاعری میں magnum opus کی حیثیت حاصل ہے۔ اس شہکار تخلیق میں حسن و عشق کے امتزاج کے تناظر میں مردِ خدا کا تصوّر سامنے آجاتا ہے۔ جسے بقولِ مولانا آزاد بقائے دوام حاصل ہوجاتا ہے۔ علاّمہ اقبال اسی فکر کو نہایت انوکھے اور خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں:

اے حرمِ قرطبہ عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت بود
تیرا جلال و جمال مردِ خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ

غالب و کار آفرین کار کشا کارساز

علاّمہ کے مطابق ساری کائنات کا ایک بے پایاں سمندر حسن ہے اور اس کا ایک قطرہ اپنے اندر ایک طوفانِ حسن رکھتا ہے۔

محفلِ قدرت ہے کہ دریائے حسن
آنکھ اگر دیکھے تو ہر قطرہ میں ہے طوفانِ حسن
خواصِ محبت کا اللہ نگہبان ہو
ہر قطرہ دریا میں ہے دریا کی گہرائی

مولانا آزاد سیرت پاک پر اپنی کتاب ''رسولِ رحمت'' میں پیغمبر اعظم و آخرؐ کے مثالی اسوۂ حسنہ کو حسنِ کامل و اکمل سمجھتے ہوئے حضرت امام بوصیریؒ کے اس شعر کو نہایت ہی برمحل قرار دیتے ہیں:

منزّہ عن شریک فی محاسنہ
فی جوہر الحسن غیر منقسم

اقبال سیرت رسول کو آپؐ کے جمال جہاں آراء سے منسوب کرتے ہیں:

عصرِ ما مارا زما بے گانہ کرد
از جمالِ مصطفیٰ بے گانہ کرد

فنونِ لطیفہ میں دیگر علوم و فنون کے علاوہ علم موسیقی کی اہمیت مسلّم ہے۔ مولانا آزاد اور ڈاکٹر اقبال دونوں کماحقّہ اس سے بہت لگاؤ و رغبت رکھتے تھے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ موسیقی کے رموز، راگ و مقام اور آلاتِ موسیقی کے حال و احوال کی خاصی

جانکاری اور واقفیت رکھتے تھے۔ دونوں نے ماہر موسیقی کی سنگت میں بیٹھ کر اس فن کی مہارت حاصل کی تھی۔

علاّمہ اقبال کے کل کلام میں جابجا علمِ موسیقی کے حوالے ملتے ہیں۔

زندہ رود میں جسٹس جاوید اقبال لکھتے ہیں:

''اقبال کو بچپن ہی سے گانے کا بہت شوق تھا اور راگوں کے الاپ سے شناسا تھے۔ لاہور میں طالب علمی کے زمانے میں مشاعروں میں حصہ لینا شروع کیا اور پھر ملازمت کے دوران انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں ترنّم کے ساتھ اپنی نظمیں پڑھنے لگے۔ ستار خرید لی اور اسے بجانے کی مشق کیا کرتے''

آگے لکھتے ہیں:

''یورپ سے واپسی کے بعد جب تک تنہا رہے، مرزا جلال الدین کے رقص و سرود کی محفلوں میں شریک ہوتے تھے۔ لیکن اقبال کی یہ زندگی 1913ء میں ختم ہوگئی۔ البتہ گانا سننے کا شوق آخری عمر تک رہا۔ دہلی جاتے تو خواجہ حسن نظامی انکے لئے قوالی کی محفل لگاتے جو انہیں بے حد پسند تھی''۔

سر شیخ عبدالقادر کے مطابق اقبال مخصوص محفلوں میں سازندوں کی مدد سے مدہم سروں میں اپنے اشعار پڑھتے اور ایسی ہی ایک محفل میں وہ نظم سنائی جس کا پہلا شعر ہے:

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا ہے
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

1933ء میں سرراس مسعود اور سید سُلیمان ندوی کے ہمراہ اپنے تعلیمی دورۂ افغانستان کے دوران کابل میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

''میرا عقیدہ ہے کہ آرٹ یعنی ادبیات یا شاعری یا موسیقی یا معماری ہر ایک زندگی کی معاون اور خدمت گار ہے''۔

علاّمہ چونکہ ہر حال میں زندگی کی حرکت، حرارت، تحرّک اور فعاّلیت کے قائل ہیں۔ یہاں ایک دلچسپ انداز میں شعر کی تعریف definition پیش کرتے ہیں:

شعر سے روشن ہے جانِ جبریل و اہرمن
رقص و موسیقی سے ہے سوز و سرورِ انجمن
فاش یوں کرتا ہے اک چینی اسرارِ فن
شعر گویا روحِ موسیقی ، رقص اس کا بدن

یوسف حُسین خان مرحوم کے مطابق غالبؔ نے دیدہ ور کی یہ پہچان بتلائی ہے کہ اس کی آنکھ پتھر کے اندر رقصِ بتانِ آزری دیکھتی ہے۔ غرض کہ اس کے نزدیک کائنات میں سوائے حرکت کے کچھ نہیں:

دیدہ ور آنکہ تا نہد دل بشمارِ دلبری
در دِل سنگ بنگرد رقصِ بتانِ آزری

اقبال بحیثیتِ شاعر اگر مشاہدہ کیا جائے تو ایک ہمہ پہلو یا ہشت رنگ عظیم فن کار کے روپ میں اُبھر کے سامنے آجاتے ہیں۔ تجربات کی یہ بوقلمونی اسے ممتاز و بلند

قامت بنا دیتی ہے۔ حضرت امیر خسرو عہدِ وسطیٰ میں ہندوستان کی وہ بلند و بالا رنگین نوا، نے نواز، قد آور تخلیق کار اور جید دانشور ہے جس کے جمالِ تکلّم کے انداز و آہنگ نے وقت کے سنجیدہ ترین صوفیا و علماء اور سخت گیر شاہوں کو پگھلایا اور تاریخ میں طوطیِ ہند کہلایا۔ علاّمہ اقبال اس کی شیریں سخن کو ہر ایک چیز سے بالاتر اور برتر سمجھ کر تاریخ کا ایک نابغہ روزگار تحفہ سمجھتے ہیں:

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ میں خسرو

علم موسیقی میں اقبال کی درون بینی کی نرالی مثالیں ان کے کلام میں مطالعے سے تعلق رکھتی ہے۔ مصوّر فطرت کے روپ میں ہو یا سکون و طمانیت کی تلاش۔ اقبال رموز موسیقی کو ایک متحرّک فکر کے طور پر پیش کرتے ہوئے آلاتِ موسیقی کی نوعیت کو نہایت خوبی کے ساتھ برتتے ہیں:

آتی ہے ندی فرازِ کوہ سے گاتی ہوئی
کوثر و تسنیم کی موجوں کو شرماتی ہوئی
چھیڑتی جا اس عراقِ دل نشین کے ساز کو
مسافر دِل سمجھتا ہے تیری آواز کو
لذّت سرود کی ہو چڑیوں کی چہچہوں میں
چشمے کی شورشوں میں باجا سا بج رہا ہے
ایں صورت دلاویز از زخمۂ فطرت نیست

مہجورِ جناں حورے نالہ بہ رباب اندر

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ابوالکلام آزاد فنونِ لطیفہ کے دلدادہ ہی نہیں بلکہ ان کی تاریخ، ارتقاء، علاقائی نوعیت اور امتزاج وارتباط وغیرہ عوامل پر عقابی نگاہ رکھتے تھے۔ علمِ موسیقی میں مولانا باکمال تھے۔ موسیقی کے رموز وکوائف کے بارے میں بہت کچھ لکھنے کے علاوہ دورِ الہلال سے پہلے نہ صرف ماہر استاد سے باضابطہ تربیت حاصل کی بلکہ پابندی کے ساتھ ریاضت کرتے رہے ''غبارِ خاطر'' کو میرے شفیق اُستاد اور مُربّی پروفیسر سید محمد امین اندرابی صاحب علامہ اقبال کی The Reconstruction of Religious Thought in Islam کے بعد The Book of All Time سمجھتے تھے، میں مولانا نے گوناگوں موضوعات اور مضامین کو نہایت چابکدستی کے ساتھ زیرِ بحث لایا ہے۔ وہاں آپ نے سب سے زیادہ اگر کسی موضوع کے پہلو در پہلو گوشوں باریکیوں اور مضمرات پر سیر حاصل کلام کیا ہے وہ ہے علمِ موسیقی اور اس کا اکتساب اور اس کے افعال۔ غبارِ خاطر کے آخری خط، خط نمبر 24 میں مولانا نے تفصیل کے ساتھ علمِ موسیقی پر روشنی ڈالی ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ ایک عالمِ دین کی زبانی جو مفسرّ قرآن بھی ہے نہ صرف موسیقی کے مختلف عناوین کو تحقیقی تناظرات وتقابل کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ بلکہ ساتھ ہی موسیقی کے ساتھ اپنی غیر معمولی دلچسپی اور مختلف تجربات سے واقف کراتے ہیں۔ بادشاہوں سے لے کر صوفیوں اور مشہورِ زمانہ گلوکاروں کے مزاج اور رویوں مہارت اور مشاقیت کو پُر لطف انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ایسی منفرد شخصیات اور اس نوعیت کی تحریر نازونادر ہی پڑھنے کو مل سکتی ہے۔

مولانا مکّہ مکرمہ میں اپنے بچپن کی یادوں کو تازہ کرتے ہوئے مسجدِ حرام کے مؤذّن کی خوش الحانی کی یاد دلاتے ہیں:

''بچپنے میں حجاز کی مترنّم صداؤں سے کان آشنا ہو گئے تھے۔ صدرِ اول کے زمانے سے لے کر جس کا حال ہم کتاب الاغانی اور عقدالفرید وغیرہ میں پڑھ چکے ہیں۔ آج تک حجازیوں کا ذوقِ موسیقی غیر متغیّر رہا۔ یہ ذوق ان کے خمیر میں کچھ اس طرح پیوست ہو گیا تھا کہ اذان کی صداؤں تک کو موسیقی کے نقشوں میں ڈھال دیا۔ آج کل کا حال معلوم نہیں لیکن اس زمانے میں حرم شریف کے ہر منارہ پر ایک مؤذّن متعیّن تھا اور ان کے اوپر شیخ المؤذّنین ہوتا۔ اس زمانے میں شیخ المؤذّنین شیخ حسن تھے اور بڑے ہی خوش آواز تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رات کی پچھلی پہر میں ان کے ترجیم کی نوائیں ایک سماں باندھ دیا کرتی تھیں''۔

اذان کو دعوتِ دین کا ایک اہم جزء مانا گیا ہے۔ اس لئے کرخت، بھدی اور بے سری آواز میں اذان کو ایک نامحمود عمل بتایا گیا ہے۔ حضرت رومیؒ کے مطابق بعض دفعہ کرخت آواز والی اذان متحرّ سے دوری کا موجب بنتی ہے۔ بعض احادیث میں اس آیتِ قرآنی کو شیریں آواز میں اذان سے ہم آہنگ بتایا گیا ہے۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دعَااِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْن۔

اسلامی تاریخ میں ''لحنِ داوودی'' ایک متحرّک اور حرکیاتی استعارہ ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو تلاوتِ قرآن کرتے

ہوئے سنا تو فرمایا:

''ابو موسیٰ کو آلِ داود کے مزامیر (بانسریاں) عطا کئے گئے ہیں''

مولانا کا بیان ہے کہ اُنھوں نے سب سے پہلے 1905ء میں اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کے ایک امیر سیف خان کی موسیقی سے متعلّق ایک کتاب راگ درپن جو سنسکرت کی ایک کتاب کا ترجمہ تھا کا مطالعہ کیا۔ چونکہ گھر کی اس کوچہ سے کوئی راہ ورسم سے نہ تھی۔ اس لئے تربیت کے لئے رازدارانہ راستہ اختیار کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں:

''گھر میں جہاں ہدایہ اور مشکوٰۃ پڑھنے والوں کا مجمع رہتا تھا، سارا گاما کی سبق آزموزیوں کا موقع نہ تھا''۔

علاّمہ اقبال کی طرح آزاد کو بھی ستار بجانے کا بہت شوق تھا۔ خود ان کے مطابق چار پانچ سال تک اس میدان میں مشق جاری رہی۔ ستار بجانے کا انوکھا، نیز فطرت اور تاج محل کے باہم حُسنِ امتزاج کی رنگینیوں سے سجے دلفریب کیفیات سے معمور ساز وسنگیت سے ہم آہنگ ایک یادگار واقعہ سناتے ہوئے کہتے ہیں:

''رات کا سناٹا، ستاروں کی چھاؤں، ڈھلتی ہوئی چاندنی اور اپریل کی بھیگی ہوئی رات، چاروں طرف تاج کے منارے سر اُٹھائے کھڑے تھے، برجیاں دم بخود بیٹھی تھیں، بیچ میں چاندنی میں دھلا ہوا مرمریں گنبد اپنی کرسی پر بے حس وحرکت متمکن تھا۔ نیچے جمنا کی روپہلی جدولیں بل بل کھا کھا کر دوڑ رہی تھیں اور ستاروں کی ان گنت نگاہیں حیرت کے عالم میں تک رہی تھیں۔ نور وظلمت کی اس ملی جلی فضا میں اچانک پردہ ہائے ستار سے نالہ ہائے بے حرف اُٹھتے اور ہوا کی لہروں پر بے روک تیرنے لگتے۔

آسمان سے تار جھڑ رہے تھے اور میری انگلی کے زخموں سے نغمے:

زخمہ بر تارِ رگِ جاں می زنم
کس چہ داند چہ دستاں می زنم"

مولانا نے دنیا کے مختلف خطّوں اور علاقوں کی موسیقی جیسے یونان، یورپ، جرمن عرب دنیا کے علاوہ ہندوستان کی عہدِ قدیم وسطیٰ اور جدید دور کی موسیقی، اس سے متعلّقہ تصانیف، راگوں، اساتذۂ فن پر طویل لیکن دلچسپ تجزیاتی گفتگو کی ہے۔ جس طرح اقبال شعر کو موسیقی کی روح قرار دیتے ہیں ٹھیک اسی طرح ابوالکلام موسیقی و شاعری یا شعر و نغمہ کی یکسوئی وارتباط پر مدلّل بحث کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ موسیقی اور شاعری ایک ہی حقیقت کے دو مختلف جلوے اور ٹھیک ایک ہی طریقہ پر ظہور پذیر بھی ہوتے ہیں۔ موسیقی کا مؤلف الحان کے اجزاء کو وزن و تناسب کے ساتھ ترکیب دیتا ہے۔ اسی طرح شاعر بھی الفاظ و معنی کے اجزاء کو حسنِ ترکیب کے ساتھ باہم جوڑ دیتا ہے:

تو حنا بستی و من رنگین بستم''

جس طرح اقبال حضرت خسرو کے لافانی اور عدیم المثال نغموں کی شیرینی و تازگی کی یاد دلاتے ہیں۔ مولانا بھی اسی انداز میں ہندوستان میں علمِ موسیقی کے حوالے سے مسلمانوں کے ذوق اور اس میدان میں ان کی مثالی خلاّقیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس خطّے کی تاریخ کے حضرت خسؔرو جیسے نابغۂ فن کی یاد تازہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''چنانچہ ساتویں صدی ہجری میں امیر خسرؔو جیسے مجتہدِ فن کا پیدا ہونا اس حقیقتِ حال کا واضح ثبوت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اب ہندوستانی موسیقی ہندوستانی مسلمانوں کی موسیقی بن چکی تھی۔ اور فارسی موسیقی غیر ملکی موسیقی سمجھی جانے لگی تھی۔ سازگری، ایمن اور خیالی تو امیر خسرو کی ایسی مجتہدانہ اختراعات ہیں کہ جب تک ہندوستانیوں کی آواز میں رس اور تار کے زخموں میں نغمہ ہے دُنیا ان کا نام بھول نہیں سکتی۔ مثنوی قِرآن السعدین میں خود کہتے ہیں:

زمزمہ ساز گری '' در عراق''
کردہ بگلبانگ عراق اتفاق

آزاد نے بھی اقبال کی طرح ان کے مطابق عملاً مشقِ موسیقی ''بو باس سے لے لی اور آگے نکل گئے''۔ اور ''اب جس جگہ کہ داغ ہے، یاں پہلے درد تھا'' لیکن آخر عمر تک علامہ کی طرح محفلِ سماع کے شیدائی رہے۔ مولانا آزاد ذوقِ موسیقی کے ساتھ اپنی دل بستگی کی خود ہی وضاحت کرتے ہیں:

''میں آپ سے ایک بات کہوں۔ میں نے بارہا اپنی طبعیت کو ٹٹولا ہے۔ میں زندگی کی احتیاجوں میں سے ہر چیز کے بغیر خوش رہ سکتا ہوں۔ لیکن موسیقی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آوازِ خوش میرے لئے زندگی کا سہارا دماغی کاوشوں کا مداوا اور جسم و دل کی ساری بیماریوں کا علاج ہے:

روئے نکو معالجۂ عمر کوتہ است
ایں نسخہ از بیاضِ مسیحا نوشتہ اند

مولانا آزاد اور علامہ اقبال کے درمیان اور بھی مختلف متفرّقہ اور مدوّن عوامل اور افعال حیات مشترک ہیں۔ جہاں دونوں دیدہ وراں یکسان فکر و نظر رکھتے ہیں۔ بہ ہمہ رنگ عاشقانِ حیات ''ایں جرس کاروانِ دیگر است'' کے رہرو تھے۔جس کا خلاصہ خود ابوالکلام آزاد نے غبارِ خاطر میں علاّمہ اقبال کے اس شعر کے ذریعے کیا ہے۔ جو دونوں شخصیات کے مشترکہ نقد و نظر کی نوعیت کو نمایاں طور پر اُجاگر کرتا ہے۔ اس طرح یہ شعر اس مضمون کی اصل روح قرار پاتی ہے:

تا تو بیدار شوی نالہ کشیدہ ورنہ
عشق کاریست کہ بے آہ و فغان نیز کنند

(میری زبان سے صدائے کرب اس لئے بلند ہوگئی تھی کہ تو جاگ جائے ورنہ منزلِ عشق تو لوگ بغیر آہ و فغان کے بھی سر کئے دیتے ہیں)

☆☆☆

شاہد دلنوی

مضامینِ سحر......ایک مطالعہ

مضامینِ سحر مرحوم و مغفور نظام الدین سحر کی پانچویں کتاب کا نام ہے جو اُن کی وفات کے بعد اُن کے فرزندِ ارجمند ڈاکٹر ظہور احمد مخدومی صاحب نے ۲۰۲۱ء میں مرتّب کر کے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں سحر صاحب مرحوم کے وقتاً فوقتاً لکھے گئے مضامین کا ایک انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ ان مضامین کی کُل تعداد آٹھ ہے جن میں سے سات مصنّف مرحوم کی قلمی کاوشیں ہیں جب کہ ایک مضمون جو کہ فہرست میں پہلے نمبر پر ہے کسی اور صاحب (جس کا نام مخفی رکھا گیا ہے) کا تحریر کیا ہوا ہے۔ یہ مضمون جو کہ ""گنہ کر پننس اولادس" کے عنوان سے مشمولات میں شامل ہے مصنّف کی کشمیری شاعری کا ایک تنقیدی جائزہ ہے۔ اس جائزے میں تبصرہ نگار نے مصنّف کا دھیان املائی اغلاط کی طرف مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ سحر صاحب کے کئی ایک اشعار کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ میرے خیال میں یہ جائزہ کسی برگزیدہ کشمیری ناقد کی قلمی کاوش ہوسکتی ہے۔ لیکن جہاں تک مضامینِ سحر نام کی کتاب کا تعلّق ہے اس میں ماسوائے تقاریظ اور پیش لفظ کے سحر صاحب کی شاعری کا تنقیدی جائزہ پیش کرنا

مناسب نہ تھا۔

بہرکیف ایک سو چار صفحات پر اپنا دامن پھیلائے مضامینِ سحر نام کی یہ کتاب ایک نہایت ہی خوبصورت ٹائیٹل، دیدہ زیب کمپوزنگ، اعلیٰ پائے کی چھپائی اور عمدہ کاغذ کے استعمال کے ساتھ چھپ کر آئی ہے اور جیسا کہ میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ اس کتاب میں سحر صاحب مرحوم کے تحریر کردہ سات مختلف موضوعات پر مضامین درج کئے گئے ہیں۔ کتاب کا سرنامہ معروف کشمیری شاعر، ادیب، محقق اور نقّاد جناب علی محمد اسیر کشتواڑی نے تحریر کیا ہے جس میں اسیر صاحب نے مرحوم سحرؔ کی زندگی اور ان کے ادبی کارناموں کا خاکہ بہت ہی باریک بینی سے رقم کیا ہے۔ اسیرؔ صاحب کے بقول نظام الدین سحرؔ بنیادی طور پر ایک مذہبی عالم اور خطیب تھے ان کی بات جہاں سے بھی شروع ہو، اختتام دین وایمان کے فلسفے پر ہی ہوتا تھا۔ سحرؔ صاحب کو کشمیری، اردو، فارسی اور عربی زبانوں پر کافی دسترس حاصل تھی، اُنھوں نے اپنی شاعری میں عربی اور فارسی زبانوں کے متعدد الفاظ استعمال کئے ہیں۔

نظام الدین سحرؔ بنیادی طور پر ایک شاعر تھے یعنی شاعری ان کا پہلا عشق تھا۔ اُن کی شاعری کے کئی مجموعے اب تک شائع ہو کر ادبی بازار کی رونق بن چکے ہیں۔ کشمیری اور اردو زبانوں پر اُن کو استادانہ دسترس حاصل تھی۔ اُنھوں نے دونوں زبانوں میں شاعری کی ہے۔ ان کی شاعری میں ان کی زندگی کے تمام نشیب وفراز، نقش ونگار اور رنگ وبو سے مملو ہیں۔ ان میں ذاتی وکائناتی تجربے اور مشاہدے ہیں، علوم کا عکس اور فنون کا رس ہے۔ اس کے پس پردہ جو متحرک اور ارتقاء پذیر تخلیقی شخصیت اُبھر کر

سامنے آتی ہے اس کی کوئی مخصوص فکری یا نظریاتی ساخت نہیں ہے لیکن مختلف النوّع افکار کے ردو قبول کی ایک ایسی ترتیب و تسلُسل ہے جس سے اس میں توانائی و تابانی آتی ہے۔ یہ تخلیقی شخصیت، کائنات، زمانہ، سماج اور فن سے گہرے طور پر جُڑی ہوئی ہے اور دامنِ شعر پر متنوّع اور رنگا رنگ سدا بہار گُل و بوٹے ٹانک دیتی ہے۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

غزل سُنیے اگر ذوق غزل ہے
غزل کیا ہے غزل سوزِ ازل ہے
نہ تم ڈھونڈو مرے لفظوں میں معنی
کہ شکل میں الا اللہ کا پھل ہے

☆

بچھڑے ہوئے قریب سے آئیں قریب تر
یہ خوشگوار حادثے مُجھ کو نصیب کر
اُجڑے ہوئے دیہات کا نوحہ وہ کیا لکھے
گھیرے ہوئے ہے جس کو دہکتا ہوا نگر

یا

دیکھنا پھر روٹھ کے تیری طرف آتے ہیں لوگ
تو پتے کی بات مت کہنا بگڑ جاتے ہیں لوگ
بے حیاء ہوجا جو چاہے عجب فرمان ہے

آتشِ دِل کو ہماری یوں بھی بھڑکاتے ہیں لوگ

سحؔر صاحب کی زندگی کی جھلکیوں سے یہ واضح ہے کہ وہ ایک عرصے تک زندگی کے نشیب وفراز سے دوچار رہے ہیں اور مُسلسل جدّ وجہد کرتے ہوئے مختلف مراحل اور منزلوں سے گزرے ہیں۔اپنی ابتدائی شاعری میں وہ اپنے پیش رووں کے اثر سے نہیں بچ سکے ہیں۔لیکن بہت جلد تقلید اور پیروی کرنے سے اُنھیں اپنا دامن الگ کرنے میں کامیابی ملی ہے۔ان کی ذات کو یہ گوارہ نہ تھا کہ صرف مُقلّد کے طور پر وہ اپنی پہچان بنائیں۔وہ بہت جلد اس دُھند سے نکل آتے ہیں کیونکہ اپنی سوچ اور تفکّر کو بدلنے کے بعد ہر شاعر کو پھیلی ہوئی اور کشادہ زمین ملتی ہے جس میں موضوعات اور معاملات کی بہتات ہوتی ہے۔روایتوں کی خوشنما صورتیں ہوتی ہیں۔فنکاری کے بامعنی مظاہروں کی کئی سطحیں ہوتی ہیں۔

سحؔر صاحب نے اپنی بہترین تخلیقی صلاحیتوں کا کُھل کر جلوہ اپنے پیش رووں کے اثر سے باہر نکل کے ہی دکھایا ہے۔وہ موضوع اور اسلوب کی سطح پر اپنی انفرادی شناخت بنانے میں بڑی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔

بہرحال اپنے اصلی موضوع یعنی مضامینِ سحر کی طرف آتے ہیں۔زیرِ تذکرہ کتاب میں ''پتنی کتھ'' عنوان سے شامل مصنّف مرحوم کے اپنے شعری سفر سے متعلق مضمون کو دیگر مضامین کی فہرست میں شامل نہ کر کے کتاب کے مرتّب ظہور صاحب سے ایک بہت بڑی چوک ہوئی ہے۔یہ مضمون مذکورہ کتاب سے متعلق کوئی پیش لفظ یا دیباچہ نہ تھا کہ اسے مضامین کی فہرست میں نہ رکھا جاتا۔یہ مضمون مصنّف کی ادبی زندگی

کا ایک دستاویزی خاکہ پیش کرتا ہے اور اس اعتبار سے بھی قابلِ توجہ ہے کہ اس میں کما حقّہ، سات دہائیوں کے کشمیری شعری و ادبی منظر نامے کا عکس ملتا ہے۔ پھر بھی یہ بات اطمینان بخش ہے کہ یہ مضمون اگر چہ شاملِ مضامین نہیں مگر شاملِ کتاب تو ہے۔

''مے پز سونچُن'' عنوان سے تحریر کیا گیا مضمون مصنّف کی ذہنی اختراع سے تعبیر ہے۔ میں اگر اس مضمون کو حاصل کتاب کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ اس مضمون میں مصنّف نے ادب سے متعلق، آدم سے متعلّق، علم سے متعلّق، روح سے متعلّق اور فن اور فنکار سے متعلّق فلسفیانہ طور پر اپنی آراء پیش کی ہے حالانکہ یہ مضمون ادیبانہ کم اور خطیبانہ زیادہ ہے۔ لیکن اس میں ادب اور زندگی کے تعلّق سے جو بات سامنے آتے ہے وہ من کو موہ لیتی ہے۔ اس مضمون سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

''لگتا ہے کہ ایک ادیب اپنی روح کو فراموش کر چُکا ہے۔ شاید اس لئے کہ وہ مٹی کے مجسّمے کو وجود سمجھ بیٹھا ہے۔ ہاں مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہے۔ وہ اسی کو پروان چڑھانے میں لگا ہے۔ ایسے تیسے زمین سے غذا حاصل کرتا ہے۔ اپنا سارا وقت اسی ایک کام میں لگا رہتا ہے۔ مٹی کے پُتلے کو بالآخر زمین میں دفن ہونا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پتلے کو غذا فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ روح کی بھی حفاظت ہونی چاہیے۔ یہ گرد و پیش کا ماحول روح کو غذا فراہم کرتا ہے، سورج کا طلوع اور غروب ہونا، چاند اور تاروں کا چمکنا دھمکنا، زمین کا اپنے محور کے ارد گرد گھومنا، دن اور رات کا چلن، پرندوں کی چہچہاہٹ، آبشاروں کا سرگم، کوہساروں کا ایک جگہ ساکت رہنا، یہ سارا ماحول روح کے وجود کا پتہ دیتا ہے......''۔

ڈاکٹر غلام قادر صباؔ اس کتاب کا دوسرا مضمون ہے جس میں سحرؔ صاحب نے موصوف کی زندگی کا حال واحوال اس طرح بیان کیا ہے کہ کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔ تجسّس دیکھئے کہ سحرؔ صاحب اپنی زندگی میں نہ کبھی صباؔ مرحوم سے ملے اور نا ہی ان سے کوئی واقفیت تھی، نہ ہی ان کے علمی وادبی کارناموں سے آشنا تھے پھر بھی ایک سچے محقق کی طرح ان کی زندگی کے نشیب وفراز، ان کے آداب وآرٹ سے متعلّق کارناموں، ان کی شاعری، ان کی زندگی کے خدوخال جمع کر کے ایسے بیان کئے ہیں جیسے ان کے ساتھ صدیوں کی شناسائی ہو۔ مرحوم غلام قادر صباؔ کو یوں تو بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کیونکہ ان کی زندگی کا بیشتر حصہ یورپی ممالک میں گزرا ہے۔ لیکن یہ مضمون لکھ کر سحرؔ صاحب نے ان کو یہاں کی ادبی دنیا میں نہ صرف ازسرِ نو متعارف کرایا۔ بلکہ ان کے ادبی کارناموں کو بھی اُجاگر کیا ہے۔

علی محمد شہبازؔ (اکھ موختصر تعارف) نام کا مضمون جو کہ شہبازؔ صاحب کی نجی اور سماجی زندگی اور ان کے ادبی خدمات کو درشاتا ہے اس کتاب میں شامل ہے۔ اس مضمون میں سحرؔ صاحب نے شہبازؔ صاحب کی روزمرّہ کی زندگی کے بارے میں ان کے ساتھ اپنے تعلّقات اوران کی ادب نوازی وادب شناسی پر سیر حاصل بات کی ہے۔ یہ مضمون اپنی نوعیت کا انوکھا قلم پارہ ہے جس سے اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ سحرؔ صاحب کے شہبازؔ صاحب کے ساتھ تعلّقات کس حد تک دوستانہ تھے اور وہ ان کے اتنے قریب تھے۔ دراصل علی محمد شہبازؔ علاقہ کمراز کے ان گنے چُنے شعراء وادباء میں سے تھے جنھوں نے اپنے جیتے جی اتنی شہرت کمائی تھی کہ لوگ آج تک یاد کرتے

ہیں۔وہ ایک سرکردہ، سربرآوردہ اورسرخیل استاد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایے کے شاعر، ادیب، ایک دینی مبلّغ ایک سماجی کارکن اور ایک مثالی کردار کے مالک تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک پہلو لائقِ تقلید تھا۔سؔحر صاحب نے کیا ہی خوبصورت پیرائے میں ان کے ساتھ تعلقات کا نقشہ کھینچا ہے۔ملاحظہ ہو۔

''شہبازؔ ایک فصیح بیان اور بے باک مقرّر تھا۔ وہ کسی بھی موضوع پر گھنٹوں بول سکتا تھا۔اپنی تقریر سے سننے والوں کو اپنا گرویدہ بناتا تھا۔خودغرض اور چاپلوس سیاست دان اس کو ایک آنکھ نہ بھاتے تھے۔شاید اسی وجہ سے اُسے کئی بار ذاتی نقصان بھی اُٹھانا پڑا۔شہبازؔ ایک ملنسار آدمی تھا۔ ہر کسی کے کام آنا اس کا معمول تھا۔سب لوگ اس کو اپنا سمجھتے تھے۔ہنسی مذاق اس کے خون میں شامل تھا۔وہ خود بھی ہنستا تھا اوروں کو بھی ہنساتا تھا۔ہنس ہنس کر اغلاط کی اصلاح بھی کیا کرتا تھا۔بچوں کے ساتھ بچہ بن جاتا اور بوڑھوں کے ساتھ بڑا۔جس محفل میں براجمان ہوتا اسے لالہ زار بنادیتا''۔

سؔحر صاحب کے بقول شہبازؔ صاحب ایک فطری شاعر تھا۔فی البدیہ شعر کہتا ۔شعر کی آمد غضب کی تھی ۔ وہ ایک باوقار استاد تھا۔درس وتدریس کے فن کی ترقّی اور ترویج کی خاطر اساتذہ کے اجلاس بُلاتا،تنقیدی محافل کا انعقاد اور اہتمام کرتا اور ایک دوسرے کے تجربات سے جانکاری حاصل کرنے کا مواقع فراہم کراتا ایسے آدمی سے ایک پل کے لئے بھی دل جُدا ہونے کو نہ مانتا۔

شہبازؔ صاحب کو موضوع بنا کر ایک اور مضمون بعنوانؔ شہباز بحیثیتِ نعت گو شاعر'' کتاب کے مشمولات میں شامل ہے جس میں سؔحر صاحب نے شہبازؔ صاحب کی

نعت گوئی پر بات کی ہے۔ سحرؔ صاحب فرماتے ہیں ہیں کہ شہبازؔ صاحب کے نعت کا لہجہ عبدالاحد نادمؔ جیسا ہے۔ سوز و گداز ثناء اللہ کریری جیسا اور اثر آفرینی ناظمؔ جیسی ہے۔ ان کے مطابق شہبازؔ صاحب کو ان کے ہمعصر نعت گو شاعروں میں اپنا مقام حاصل ہے ان کی نعتوں میں عربی اور فارسی الفاظ کا استعمال ان کے ہمکال شاعروں مثلاً غلام حسن غمگینؔ، مشتاق کشمیریؔ، فاضل کشمیریؔ، عبدالاحد فیاضؔ وغیرہ کے مقابلے میں زیادہ بھی ہے اور برمحل بھی۔ زبان کے حوالے سے اگر چہ یہ ایک کمزوری ہی گردانی جائے گی مگر اس سے شہبازؔ کی علمی بصیرت، وُسعتِ نظر اور ان زبانوں پر دسترس حاصل ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مثال کے طور پر اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

خدائے جہاں میزبانِ محمدﷺ
مارأ کیھ سری مدح خوانِ محمدﷺ

☆

والّیل اذا یغشٰی و نہار اذا تجلّی
یسٰین صفت دہانس زو آلوٗے محمدﷺ

مذکورہ کتاب کا ایک مضمون ''قرنہ پھیور'' کے عنوان سے مشمولات میں ہے۔ یہ مضمون کم اور خود کلامی زیادہ ہے۔ اگر اس مضمون کا عنوان ''قرنہ پھیور'' کے بجائے ''گتھ گور'' ہوتا تو میرے خیال میں وہی مناسب رہتا۔ یہ قلم پارہ اصل میں ایک انشائیہ ہے جسے بڑے ہی سلیقے سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے۔

کتاب میں ''اچھر پھُلے۔ اکھ تبصر'' عنوان سے ایک مضمون شامل ہے جو اپنے

عنوان کی مناسبت سے مرحوم منظور ہاشمی کی کتاب ''اچھر پُھلے'' پر بطورِ تبصرہ رقم کیا گیا ہے۔اس تبصرے کو پڑھ کر یہ عندیہ ضرور ملتا ہے کہ سحرؔ صاحب شاعر اور نثر نگار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بالغ نظر نقّاد بھی تھے۔اُنھوں نے تنقیدی نگاہ سے ''اچھر پُھلے'' کا جائزہ لے کر یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ان کے اندر اچھا نقّاد ہونے کی تمام تر صلاحیت موجود ہے۔

کتاب ہذا کا آخری مضمون ماسٹر غلام حسن مخدومی مرحوم کے بارے میں ہے جو رشتے میں سحر صاحب کے سگے ماموں جان تھے اور بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔اُنھوں نے سر سیّد احمد خان اور پروفیسر غلام رسول بچہ کی طرح اپنے علاقے میں اور اس دور میں مدرسے کی بنیاد رکھی جس دور میں لوگوں کو دو وقت کی روٹی کے لئے بھی پہاڑ کھودنے پڑتے تھے۔مضمون کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مخدومی صاحب ایک پُرعظم اور ولولہ انگیز شخصیت کے مالک رہے ہیں۔اُنھوں نے کافی ساری مشکلات کے آگے سینہ سپر کرتے ہوئے اپنے علاقے کے بچوں کے لئے تعلیمی سہولیات میسر رکھیں اور تعلیم کے نور کو عام کرنے کے لئے اپنی پوری زندگی وقف کی۔اس مضمون کو رقم کرتے ہوئے موصوف قلم کار نے اپنی تمام تر نثری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر یہ عندیہ دیا ہے کہ اگر وہ صرف فضا میں ہی رقم کرتے تو اس طرح سے بھی اپنا نام کماتے۔ان تمام مضامین میں اگر چہ تفکّر اور نقد و نظر کی تھوڑی سی کمی بھی پائی جاتی ہے۔لیکن سحرؔ صاحب کی شگفتہ بیانی، سلیس شستہ اور شیرین زبان و بیان نے اس کمی کو کماحقّہ، پورا کیا ہے۔سحرؔ صاحب کی ادبی خدمات سے کشمیر میں اردو اور کشمیری ادب سے وابستہ

لوگ اور ادبی ادارے اچھی طرح واقف ہیں اگر کچھ کمی ہے تو صرف تحریری اعتراف کی ہے۔اس معاملے میں نقّادوں اور قلمکاروں نے بخل سے کام لیا ہے ۔ حالانکہ سحر صاحب کی تخلیقی وتحریری سرگرمیاں کم وبیش پانچ دہائیوں پر محیط ہیں۔طبعاً انھیں شعرو شاعری سے خاص لگاؤ رہا۔نظم اورغزل دونوں اصناف میں اُنھوں نے اپنے جذبات و احساسات ،فکروشعور اورنظریۂ حیات کی لگا تار آئینہ داری کی ہے جونہایت دلنشین منضبط اور منظّم ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

☆☆

اصل: فارسی
اردو: مفتی شفیق الرحمٰن

تاریخ کشمیر......(قسط:۱۲)

از
ملک حیدر چاڈورہ

چنانچہ حدیث میں ہے۔ اُسْتُرْ ذَهَبَكَ وَذَهَابَكَ وَمَذْهَبَكَ (یعنی چھپا اپنا سونا اور اپنا کہیں جانا اور اپنا مذہب)

قضاء وقدر کے سامنے کچھ نہیں چلتی۔ جب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت کا وقت آچکا تھا تو کس کی مجال تھی کہ وہ ان کو بچا سکتا۔ لہٰذا اسی بہانے قاضی شریعت شعار کو یعقوب شاہ نے بے گناہ قتل کر ڈالا اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

بسا نامِ نیکو بہ پنجاہ سال — کہ یکنامِ زشتش کند پائمال

جس روز قاضی موسیٰ شہداء میں داخل ہوئے اُسی دن اس طرح بارش اور بجلی ظاہر ہوئی کہ اکثر لوگوں کی اس کی ڈر کی وجہ سے جان نکل گئی۔ خاص طور سے یعقوب شاہ کے گھر میں اس کے وزیر علی ڈار کی بیوی تین چار آدمیوں کے سمیت آسمانی بجلی سے جل کر مر گئی اور شہر کے لوگوں کی اس ڈر کی وجہ سے جان نکل گئی۔ شہر کے لوگ یعقوب

شاہ سے متنفّر ہو گئے اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے گھر بار چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگ گئے۔ آخر اسی بلا سے موسم خزاں کی تیز و تند آندھی سے جب سورج میزان میں پہنچ گیا تو پت جھڑ کے بجائے تیغِ بید ریغ کے دم سے لوگوں کی خونریزی کی گئی یہاں تک کہ اکبر بادشاہ کی طرف سے سمندری فوج کے سربراہ محمد قاسم خان کے ہمراہ تیس ہزار سواروں پر مشتمل زرہ پوش تیر اندازوں اور نیزہ زنوں کی فوج راجوری کے راستے سے رونما ہوئی اور کشمیریوں میں سے حیدر چک ولد یوسف چک اور شیخ المشائخ حضرت شیخ یعقوب صرفی ولد خواجہ حسین گنائیؒ اس زبردست لشکر کے رہبر بنے اور اُنہوں نے کشمیر کے تمام راستے بند کر دیئے۔ یہاں تک کہ کنزل بل پہنچنے تک یعقوب شاہ کو ان کے بارے میں کوئی خبر نہیں ملی اور جب اس کو اطلاع پہنچی تو وہ شہر سے باہر نکل گیا اور ہیرہ پورہ پہنچنے تک پوری فوج اس سے الگ ہو کر محمد قاسم سے جا ملی اور اس کے ساتھ تھوڑی سی جماعت باقی رہ گئی۔ اس نے نورنگ خان اور بہادر خان وغیرہ سرداروں کو اپنے لشکر کا ہراول دستہ بنا کر آگے بھیج دیا اور بہادر خان وغیرہ یعقوب شاہ سے روگردان ہو گئے اور اس کے بیٹے نورنگ خان کو باندھ کر غنیم کی طرف لے گئے اور اس کو لے جانے سے یعقوب شاہ کے دل پر ایسا خوف و ہراس چھا گیا کہ وہ بے اختیار کشتواڑ کی جانب بھا گ گیا اور ہیرہ پور کے مقام سے واپسی سے لے کر برنگ پرگنہ تک پہنچتے پہنچتے اس کے ساتھ کچھ گنے چُنے لوگ ہی رہ گئے تھے جو شکل و صورت سے انسان تھے مگر انسانوں جیسے کام نہیں کر سکتے تھے اور یہ لوگ نورنگ خان کو باندھ کر محمد قاسم خان کے پاس لے جا رہے تھے جب یہ بیرم گلہ کے مقام پر پہنچے تو دوسرے دن وہاں سے اُٹھ کر کنز بل کی

طرف روانہ ہوگئے۔ظفر خان نائک نے نورنگ خان کوان کے ہاتھ سے چھڑالیا اور وہ اس جگہ ڈٹ گیا اور یہ لوگ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمان

ترجمہ......یعنی عقلمند انسان کوئی ایسا کام کیوں کرے کہ جس پر اس کو پشیمان ہونا پڑے۔

محمد خان کو برباد کرنے کے لئے اس کی دُشمنی پر کمر بستہ ہوکر وہ کنز بل کے مقام پر خان مذکور کے پاس جا پہنچے اور خان مذکور وچبی تواجی کو شیخ یعقوب صرفی قدّس سرّہ العزیز کے ہمراہ کرکے ان میں سے اکثر کو کشمیر کی طرف روانہ کردیا تا کہ اس زبردست لشکر کے پہنچنے کے ساتھ وہ شہر سرینگر پر قبضہ کرلیں اور جب وہ ہستی ونج پہاڑ پہنچے تو وہاں پر حسین خان ولد ایبہ شاہ اور شنکی جرایو اور شمس گنائی اور لشکر میر اور حسن حاجی وغیرہ نے حماقت ونادانی سے بہادر خان کے اتفاق کے ساتھ خام خیالی سے شیخ یعقوب صرف قدّس سرّہ العزیز اور وچبی تواجی کو جن کو انکی خدمت میں ان کے ہمراہ کردیا تھا گستاخی اور نادانی سے قید کرلیا اور اس خیال سے کہ ان کو قید کرنے سے مغلوں کا پورا لشکر شکست خوردہ ہوجائے گا جیسا کہ مشہور ہے ؎

کافر ہمہ را بکیشِ خود پندارد

ترجمہ......کہ کافر سب کو اپنے جیسا گمان کرتا ہے۔

وہ سمجھ رہے تھے کہ کشمیریوں کی طرف سے ایک شخص کے بھاگ جانے سے مغلوں کا سارا لشکر شکست کھاجائے گا۔اُنہوں نے ان دونوں شخصوں کو گرفتار کرلیا اور کنز بل کے مشکل مقام کو چھوڑ کر ہیرہ پور آ گئے اور حسین خان ولد ایبہ شاہ کو اُنہوں نے

تختِ شاہی پر بٹھا دیا اور ملک و جاگیر کو آپس میں تقسیم کرنے میں مشغول ہوگئے اس کے باوجود کہ ایسا زبردست لشکران کے سر پر آ پہنچا تھا اور یعقوب شاہ اور شمس خان اپنی اپنی جگہ تختِ شاہی پر قائم تھے۔ یہ لوگ اپنے کم ظرفی کی وجہ سے میدان جنگ کو چھوڑ کرنا ممکن چیزوں کے پیچھے پڑ گئے اور اسی دوران شمس چک یعقوب شاہ سے علیحدہ ہوکر چاڈورہ سے ہوتے ہوئے کمراج کی طرف جارہا تھا کہ حسن ملک ولد ملک محمد ماجی کو اس کی اطلاع ہوگئی اور وہ فوراً سوار ہوکر اس کے پاس جا پہنچا اور التماس کی کہ آپ کا کمراج جانا ٹھیک نہیں ہے اگر آپ نے کچھ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو بدھل کے حدود میں جانا چاہیے اور ہیرہ پور کے راستے کو تباہ کر دینا چاہیے تاکہ مغلوں کی فوج کو کہیں سے بھی کمک نہ پہنچ سکے اور وہ پریشان ہوکر صلح کرلیں۔ شمس چک کو حسن ملک کی رائے بہت اچھی لگی اور وہ واپس لوٹ کر ان کے ساتھ روانہ ہوگیا اور جب وہ ریون کے مقام پر پہنچے اور ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے تو ان کو خبر پہنچی کہ غنیم کی فوج شکست کھا گئی ہے ان کی حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ وہ سوچ میں پڑ گئے کہ آیا یہ خبر سچ ہوگی یا جھوٹ۔ کچھ دیر کے بعد شمس چک کے بیٹوں کی طرف سے ایک دوسرا شخص یہ خبر لے کر آیا کہ ہم شیخ المشائخ شیخ یعقوب صرفی نوّر اللہ مرقدہ اور وچپی تواجی کو قید کر کے ہیرہ پورہ لے آئے ہیں۔ اگر آپ جلد از جلد پہنچ جائیں تو بادشاہت آپ کی ہی ہوگی۔ اس قسم کی خوشخبری سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور اُنہوں نے ہیرہ پورہ کا رُخ کیا۔ یاور کے مقام پر رات گزار کر دوسرے روز دوپہر کے وقت ہیرہ پورہ پہنچے اور ان کے آنے تک لوگوں نے حسین خان کو بادشاہ بنالیا تھا۔ جیسے کشمیریوں کی نادانی کا تذکرہ ہو چُکا ہے وہ تین چار

دن تک بادشاہت پر آپس میں جھگڑتے رہے اور غنیم کی کوئی خبر نہیں لی یہاں تک کہ پہاڑ صفت لشکر کنزل بل سے گزر کر کندنارن کے مقام پر پہنچ گیا۔ یہ خبر عصر کے وقت تک ہیر پورہ میں مشہور ہوئی۔ لوگوں نے اسی وقت حسین خان ولد ابیہ شاہ کو معزول کر کے شمس چک کو تخت شاہی پر بٹھا دیا اور شمس چک کے بادشاہ بننے کی خبر شہر میں پہنچی تو ظفر خان جو اس کا قابل و ہونہار بیٹا تھا اس نے محلّہ جڈی بل میں واقع خانقاہِ شمس الدین عراقی کو مذہبی تعصّب کی بناء پر جلا کر خاکستر کر ڈالا۔ اس خانقاہ کو اس کے دادا دولت چک نے تعمیر کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اس نے غنیم کا رُخ کیا اور وہ راتوں رات ہستی ونج کے مقام پر پہنچا تو مغل فوج کا زبردست شور و غل کشمیری فوج نے سنا تو ان کی حیرانی و تعجب کی کوئی حد نہیں رہی اور مشرق و مغرب کے بادشاہ (سورج) کی طرح اُنہوں نے مطلع کے افق سے جھنڈا بلند کیا اور مغل فوج طالعِ سعد سے باختر کی جانب آسمانی بجلی اور کڑک کی طرح گرجتی ہوئی حرکت میں آ گئی اور جنگ شروع کر دی اور دونوں طرف سے بہادر جنگجو اور بہرام صفت پہلوان ایک دوسرے کی زندگی کے خرمن کو جنگ کی آگ میں جلا رہے تھے اور کشمیریوں کی جانب سے شیر دل محمد چک ولد حمزہ چک اور ظفر خان نائیک غنیم کے لشکر کے بیچ میں گھس گئے اور بہت سارے لوگوں کو اپنی بے دریغ تلوار کے ذریعے ہلاکت کی بھنور اور خاکِ ذلّت میں ڈال دیا مگر کشمیریوں کو آخر کار شکست سے دوچار ہونا پڑا اور ۹۹۵ھ میں مغل فوج فتح و نصرت کے شادیانے بجاتی ہوئی اُسی روز ہیرہ پورہ میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ داخل ہو گئی اور دوسرے دن وہاں سے کوچ کر کے شہر سرینگر میں داخل ہوئی۔ کشمیری تتر بتر ہو گئے ان میں سے

اکثر حیدر چک کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔حیدر چک پانچ دن تک شہر سرینگر میں تھا اس کے بعد اس کو گرفتار کر کے قید کر دیا گیا اور یعقوب شاہ جب کشتواڑ پہنچا تو اس کو وہاں کے راجہ بہادر سین نے ملامت کی کہ بغیر جنگ کئے ہوئے اور جانبین سے زیادہ جانی نقصان ہونے کے بغیر ہی بھاگ جانا پوری نامردی اور بزدلی ہے۔میں آپ کے بارے میں جو گمان رکھتا تھا وہ ٹوٹ گیا۔ خدمت گزار اور نوکر جیسی تعظیم و تکریم اور خدمت گزاری اپنے مالکوں کی کرتے ہیں راجہ بہادر سین نے اگر چہ اس کو بجالایا مگر جو کچھ اس کے آباؤ واجداد کرتے تھے وہ اس کا حق ادا نہ کر سکا۔یعقوب شاہ نے سمجھا کہ اس کی قدر و قیمت میں یہ کمی اور اس کی یہ بے عزتی ہیرہ پور سے بھاگنے کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا وہ راجہ بہادر سین سے رخصت لئے بغیر ہی سیدھا راستہ چھوڑ کر اپنے چند ساتھیوں سمیت روانہ ہو گیا اور اپنے گھوڑے گہرے دریا میں ڈال دیئے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو کنارے پہنچا دیا۔راجہ بہادر سین کو خبر ہونے تک وہ ایک ہی دن میں برنگ پرگنہ میں پہنچ گیا اور اس نے یہاں اس طرح بدامنی پھیلا دی کہ اکثر مغل فوج نے شہر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ ہر چند کہ کشمیری فوج شہر سرینگر کے ارد گرد چکر لگاتی تھی مگر مغل فوج ڈیرہ ڈال کر کچھ اس طرح بے فکر ہو گئی تھی کہ وہ اس قسم کے مشکل واقعے کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور غنیم کو گھاس کے تنکوں سے بھی کمزور سمجھتے تھے ۔ یہاں تک کہ کشمیری سربراہوں نے فوج کے دو حصّے کر لئے ۔یعقوب شاہ اور یوسف خان ولد حسین شاہ اور ایبہ خان ولد ابدال خان اور حسین خان شاہ اور ملک حسن ولد ملک محمد ناجی چاڈورہ وغیرہ سات آٹھ ہزار سوار فوج اور بیس ہزار پیدل فوج کے ہمراہ مراز کی طرف چندن کوٹ

نامی مقام پر جمع ہوئے اور شمس چک اور سید مبارک کے بیٹے حسین خان اور سیّد ابو المعالی وغیرہ تین چار ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیدل فوج کے ہمراہ کمراز کی طرف سوپور کے مقام پر جمع ہوئے ایک ڈیڑھ ماہ اس طرح گزر گیا اور مغل فوج شہر سے باہر قدم نہیں رکھتی تھی۔ آخر کار مجبور ہو کر یعقوب شاہ نے چندن کوٹ سے شہر سرینگر پر شب خون مارا اور اس شہر کے دریا کے مغرب کی جانب واقع اکثر گھروں کو آگ لگا کر قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا اور غنیم کے لوگ آگ کے ڈر سے باہر آ رہے تھے اور مارے جا رہے تھے۔

چنانچہ قتل کئے جا رہے لوگوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ یہاں تک کہ محمد قاسم خان کے گھر کو جب آگ لگی تو وہ گھر سے باہر نکل کر اس زمین پر جا کھڑا ہوا اور آگ سے بے خوف ہو گیا۔ جس پر ملک محمد ناجی چاڈورہ نے عمارت بنائی تھی۔ اور یعقوب شاہ نے اپنے دور حکومت میں اس کو جلا ڈالا تھا۔ اور کشمیریوں نے اپنی حماقت کی بنا پر یہ سمجھا کہ پانی کے اس طرف کے تمام فوجیوں کو ہم نے مار ڈالا اور جلا ڈالا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہیں رہا جو ہم پر ہاتھ اُٹھا سکے۔ لہٰذا قضاء وقدر کی پکڑ سے بے خبر ہو کر یعقوب شاہ نے اسی وقت نورنگ خان کو بلا کر حکم دیا کہ حسین خان ولد ایبہ خان کو صبح ہونے سے پہلے ہی قتل کر ڈالو اور وہ لوگ جو تمہیں ہیرہ پور سے گرفتار کر کے لے گئے تھے ہم ان سب کے قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ گروہ اس قسم کی گفتگو سن کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کر گیا جس کی وجہ سے یعقوب شاہ کو شکست ہوگئی اور حیدر چک جو قاسم خان کی قید میں تھا چوکیداروں نے دیکھا کہ ہم ایک غنیم سے نہیں نمٹ پا رہے

ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ حیدر چک بھی بھاگ کر ان کے ساتھ مل جائے۔ دو آدمیوں کا مقابلہ کرنا مشکل ہے۔ اپنے اوپر آسان کام کو کیوں دشوار بنایا جائے۔ اس مصلحت کی بناء پر اُنہوں نے حیدر چک کو قتل کر ڈالا۔ کشمیریوں کے شکست کھا جانے کے بعد مغل شیر ہو گئے انہیں جہاں کہیں بھی کشمیری سرداروں کے اکٹھا ہونے کی اطلاع ملتی تو ان کی تھوڑی سی جماعت ان پر چڑھائی کر دیتی۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے شمس چک کے خلاف ککروں کی جماعت اور شیخ دولت بختیار کو روانہ کیا۔ نصیب نے شمس چک کا ساتھ نہ دیا بڑی کوشش کرنے کے باوجود وہ شکست کھا گیا اور جب سورج جیسی حرارت وگرمی رکھنے والے لشکر کو برف اور بارش کی سختی نے شکست دے دی اور کشمیری فوجی ڈر کی بناء پر اور موسم سرما کی سختی کی وجہ سے کوہستان میں جگہ جگہ منتشر اور پریشان ہو کر ٹھہر گئے اور جب گرمی کا موسم آیا اور پہاڑوں سے کوہرا اور برف پگھلنے لگ گئی اور موسم بہار کی خوشگوار ہوا نے باغوں اور گلستانوں کو سرسبز وشاداب کر دیا تو ان جگہوں کے فوجی موقع پر کر گل ولالہ کی طرح کوہِ وہاموں سے اُتر کر جگہ جگہ ظاہر ہونے لگ گئے اور مغل فوج نے بھی تیاری کر کے جنگ شروع کر دی۔ اس دوران یعقوب شاہ نے کشتواڑ سے آ کر وُلر کے پہاڑ پر ڈیرہ ڈال دیا اور شمس چک کرناہ سے آ کر سوپور میں ٹھہر گیا۔ وہ لوگ دو ماہ تک اسی طرح ٹھہرے رہے اور مغل فوج پر حملہ نہ کر سکے اور نہ ہی مغل فوج ان پر حملہ کر سکی اور کشمیری شہر سرینگر کے اردگرد اسی طرح گھوم رہے تھے اور گمان کر رہے تھے کہ مغل فوجی شہر سے باہر نہیں آتے ہیں۔ یعقوب شاہ ڈکوسن پہاڑ پر ٹھہر گیا اور شمس چک چیرہ اوڈر پر بیٹھ گیا اور جب دونوں طرف کے لوگوں کو اپنا آپ غالب دکھائے دینے لگا

تو قاسم خود تو شہر میں ٹھہر گیا اور عالم شیر خان ماگرے کشمیری دھنمونی کی طرف میرزادہ علی خان کے ہمراہ پہنچا۔ عبداللہ خان، گجر خان، میرزا اکبر علی شاہ اور جلال الدین مسعود وغیرہ کو سات آٹھ ہزار زرہ پوش اور نیزہ زن مغل فوجیوں کے ہمراہ یعقوب شاہ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا اور جب وہ ڈکون پہاڑ پر پہنچے تو اچانک غضبِ الٰہی اور اس کے بے انتہاء قہر سے بارش اور اولے برسنے شروع ہو گئے اور مغل جس راستے سے آئے تھے واپسی کے وقت وہ اس راستے کو بھول کر ہلاکت کی زد میں آ گئے۔ اس معرکہ میں میرزا علی خان کام آیا اور کچھ مغل فوجی مارے گئے اور کچھ گرفتار ہو گئے اور جو لوگ تلوار کی زد سے بچ گئے تھے وہ بڑی مشقت اٹھا کر قاسم خان کے پاس پہنچے۔ دوسرے دن یعقوب شاہ وہاں سے منتقل ہو کر کوہِ سلیمان پر آ گیا اور شمس چک چیراوڈر سے کوچ کر کے قلعوں میں جنگ کرنے لگ گیا اور مغلوں کے قبضے میں کشمیر کے شہر (سری نگر) کے علاوہ کوئی اور جگہ باقی نہ رہی۔ کبھی وہ اکٹھے ہو کر یعقوب شاہ پر چڑھائی کرتے اور کبھی شمس چک کے خلاف لڑتے۔ آخر کار وہ یہ سمجھے کہ اس طرح کی جنگ سے کشمیریوں کو ہرایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا ایک دن پوری مغل فوج اکٹھی ہوئی اور یعقوب شاہ کے خلاف جنگ کرنے کے لئے چل پڑی اور جب مغل لشکر کوہِ سلیمان کے نیچے پہنچا تو وہ منظم ہو کر آوت کجی کی طرف سے اندر داخل ہوا اور صبح سے لے کر دوپہر تک جنگ ہوتی رہی اور دونوں طرف سے بہت سے لوگ مارے گئے اور قریب تھا کہ مغل فوج شکست کھا جاتی اچانک غیب سے ایک تیر نورنگ خان کی آنکھ میں آ لگا۔ وہ زمین پر گر پڑا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور کشمیری فوج ہار گئی اور قاسم خان فتح و کامیابی کے

شادیانے بجاتا ہوا دوبارہ شہر سرینگر میں داخل ہو گیا اور یعقوب شاہ اُسی رات اُسی جگہ آ کر ڈٹ گیا جہاں اُس نے شکست کھائی تھی۔ قاسم خان نے صبح کو نمازِ فجر کے وقت میدانِ جنگ کی طرف نظر کی تو اس نے دیکھا کہ یعقوب شاہ کا خیمہ اُسی جگہ کھڑا ہے۔ وہ حیرت زدہ رہ گیا اور اس سے غنیم کے دلوں میں بڑا ڈر پیدا ہو گیا۔ چند روز تک مغلوں کا لشکر اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور نو رنگ خان کے مارے جانے کے بعد یعقوب شاہ نے شمس چک کو گلہ و شکایت پر مشتمل کچھ باتیں تحریر کیں کہ طے یہ ہوا تھا کہ اگر مغل ہمارے خلاف چڑھ آئیں گے تو تم لوگ پیچھے کی طرف سے شہر کے لئے دوڑ پڑو گے اور اگر وہ تم پر چڑھائی کریں گے تو میں شہر میں داخل ہو کر قبضہ کرلوں گا اگر تم سمجھتے ہو کہ ملک کو چھوڑ دینا چاہیے پھر یہ تمام تکلیف برداشت کرنا فضول و بے کار ہے۔ شمس چک جب اس خط کے مضمون سے باخبر ہوا تو اس نے حسن ملک ولد ملک محمد ناجی چاڈورہ کو یعقوب شاہ کے سامنے معذرت پیش کرنے کے لئے بھیج دیا اور یہ التماس کرنے کے لئے کہ مغل اپنی جگہ سے نہیں ہل رہے ہیں اگر آپ گزشتہ قصوروں کو معاف کر دیں گے تو ہم ایک اور متحد ہو کر جدوجہد کے ساتھ ایسا کام کریں گے کہ ہم غنیم کے لشکر کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ یعقوب شاہ نے شمس چک کی التماس کو قبول کر کے پیغام بھیجنے والے کی خواہش کا اظہار کیا اور اسی وقت حسن ملک چاڈورہ کے ہمراہ جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور راتوں رات اپنی فوج کو لے کر شمس چک سے مل گیا اور مغل بھی جنگ کی تیاری کر کے دشمن کی طرف روانہ ہو گئے اور زینہ کوٹ کے مقام پر پہنچے تو فریقین کے درمیان تیروں اور گولیوں کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ مغل فوج نے ہاتھی کو آگے کر دیا

اور ساتھ آٹھ ہزار زرہ پوش اور نیزہ بار مغل فوجیوں کی چمکتی ہوئی تلواروں کے ساتھ۔ اور پانچ چھ ہزار بندوق بردار مغل فوجیوں نے میمنہ، میسرہ، قلب اور جناح کو زبردست فوج تیار کر کے پلوں پر جنگ چھیڑ دی اور یعقوب شاہ کی طرف سے آنے والے حسن ملک چاڈورہ کو بیچ میں گھیر لیا۔ یعقوب شاہ نے اس واقعہ کو دیکھ کر سید مبارک خان کے بیٹوں کو اس کی مدد کے لئے بھیجا اور شمس چک نے اپنے سارے بیٹوں کو ان کی مدد کے لئے بھیج دیا مگر یہ لوگ تلواروں اور نیزوں کے شعلوں کی تاب نہ لاسکے اور بھاگنے لگ گئے۔ ہر چند کہ یعقوب شاہ نے ان لوگوں کو میدانِ کارزار کی طرف واپس لوٹانے کا ارادہ کیا۔ بلکہ اس نے ان میں سے کچھ کو زخمی بھی کر دیا مگر ان میں سے کسی بھی شخص نے جنگ کا رُخ نہیں کیا اور اس وقت جب کہ دشمن غالب ہو گیا تو حسن ملک تنِ تنہا غضب ناک شیر اور بانسوں کے جنگل میں رہنے والے شیر ببر کی طرح جوش وخروش کے ساتھ میدان میں اُتر آیا اور وہ زمانے کا شیر بہادری اور مردانگی کی داد دیتے ہوئے جنگ کرنے لگ گیا اور نیزے کی انی سے دشمنوں کی بیخ کنی کرنے لگ گیا اور اس کی بے دریغ تلوار کے ذریعے خون کے قطرے ٹپکنے لگ گئے اور وہ جہاں بھی حملہ کرتا دشمنوں کو فوج در فوج ہلاکت کے بھنور میں ڈالتا جاتا ۔

بروزِ نبرد آں یلِ ہوشمند   بہ تیغ وبہ خنجر بگرز و کمند

برید ورید و شکست و بہ بست   عدو را سر و سینہ وپاؤ دست

ترجمہ: زور آزمائی کے دن وہ ہوشیار پہلوان تلوار وخنجر کے ساتھ کمند سے آگے نکل گیا۔ کاٹ دیا چیر دیا اور باندھ دیا دشمن کا سر اس کا سینہ اس کا پاؤں اور اس کا ہاتھ۔

یہاں تک کہ معاملہ ہاتھی پر آپہنچا اگر چہ مست ہاتھی پہاڑ کو پھلانگ کر دروازے آپہنچا تھا مگر جنگل کے شیر حسن ملک نے اپنے زورِ بازو سے تیر کے ایک زخم کے ساتھ اس کو بھگا دیا اور اس نے بھاگتے ہوئے اپنے پورے لشکر کو روند ڈالا اور اپنے ہی لشکر کی شکست کا سبب بنا۔

چہ ترسی زخرطومِ فیلانِ مست   کہ آستین است خالی زدست

ترجمہ: مست ہاتھیوں کے سونڈ سے کیا ڈرے گا کیونکہ وہ ایسا آستین ہے کہ جس کے اندر ہاتھ نہیں۔

اس معرکے میں تقریباً پندرہ سو مغل فوجی مارے گئے اور باقی ماندہ شہر سرینگر کی طرف بھاگ گئے حسن ملک نے ذالڈگر تک ان کا تعاقب اور پیچھا کیا اور ان پر دُنیا کو تنگ کر دیا اور ہر چند کہ اس نے یعقوب شاہ اور شمس چک کو نہایت ہی تاکید کے ساتھ یہ پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت تمہارے لئے مقدر کر دی ہے آؤ اور ہم شہر پر قبضہ کر لیتے ہیں مگر اس نے کسی کو بھی اپنے ساتھ نہیں پایا اور آخر کار مغرب کی نماز کے وقت وہ واپس لوٹ کر اپنے لشکر سے جا ملا اور اس شکست کے بعد مغلوں نے ڈیڑھ ماہ تک شہر سے باہر قدم نہیں رکھا اور اکثر کشمیری فوجی رات کے دران شہر میں اس طرح داخل ہوتے تھے گویا کہ وہاں ان کے اپنے گھر تھے۔ اگر چہ مغل فوجی ان گھروں میں ہی ہوتے تھے مگر ایک طرح وہ اپنے آپ کو پوشیدہ رکھتے تھے کہ کہیں کشمیری ان کے بارے میں خبردار نہ ہو جائیں اور وہ ان کے گھوڑے اور جنگی سامان لوٹ لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے بادشاہ جلال الدین اکبر کے دربار کے غلاموں تک یہ خبر پہنچا

دی کہ ڈیڑھ ماہ ہو گیا کہ ہم شہر سے باہر قدم نہیں رکھ سکتے ہیں اگر کمک پہنچ جائے تو ہوسکتا ہے کہ ہم نجات پا جائیں ورنہ ہم اعلیٰ حضرت پر قربان ہو جائیں گے۔ یہ خبر پہنچتے ہی اُنھوں نے میرزا محمد یوسف خان کو محمد بٹ وزیر اور بابا خلیل پیر کے ہمراہ پچیس ہزار مسلح فوجی دے کر کشمیر کے لئے روانہ کر دیا اور جب کشمیریوں نے میرزا یوسف خان کے بونیار پہنچنے کی خبر سُنی تو یوسف شاہ نے اپنے سرکردہ لوگوں سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اکثر نے کہا کہ ہمیں شمس چک کے بھائی لوہر چک کو میرزا یوسف خان کے بالمقابل بھیجنا چاہیے۔ حسن ملک چاڈورہ نے عرض کیا کہ محمد بٹ اور بابا خلیل اور لوہر چک کا آپس میں اتفاق تھا اور اب بھی ہے۔ لہٰذا لوہر چک کو بھیجنا ملک کے مفاد میں نہیں ہے۔ زیادہ مناسب اور بہتر یہ ہے کہ شمس ملک کو میرزا محمد یوسف خان کے بالمقابل ہونا چاہیے۔ اور یعقوب شاہ قاسم خان کا مقابلہ کرے یا یعقوب شاہ یوسف خان کے مقابلہ کے لئے چلا جائے اور شمس چک جنگ کے قلعوں میں ٹھہرے یہاں تک کہ میرزا یوسف خان کوہستان کی تنگنائے میں تباہ و برباد ہو جائے اور قاسم خان رزق کی تنگی کی وجہ سے ہلاک ہو جائے۔ ہر چند کہ حسن ملک چاڈورہ نے زور لگایا مگر انہوں نے اس کی رائے کو قبول نہیں کیا اور اُنھوں نے لوہر چک کو روانہ کر دیا۔ میرزا یوسف خان کے سویل نامی مقام پر پہنچنے تک لوہر چک بیرم کلہ کے راستے سے بہرام ملک کو اپنے ہمراہ کر کے میرزا یوسف خان کے پاس چلا گیا اور بغیر کسی لڑائی اور جنگ کے میرزا یوسف خان کو کنز بل کے راستے سے داخل کر دیا اور جب کشمیریوں نے میرزا یوسف خان کے ہیرہ پورہ پہنچنے کی خبر سنی تو وہ مجبوراً جنگ کے قلعوں سے راہِ فرار

اختیار کر گئے اور جگہ جگہ چھپ گئے اور کشمیر کے اکثر سرکردہ لوگ اور امراء بابا خلیل اور محمد بٹ کے کہنے میں آکر میرزا یوسف خان کا دیدار کرتے تھے تا کہ وہ اس کی درگاہ سے معافی پائیں۔ یہاں تک کہ شہنشاہ اکبر اپنے زبردست لشکر کے ساتھ کشمیر کی دلپذیر ریاست میں داخل ہوا اور اس وقت تین سو ہاتھی اپنے ساز وسامان کے ساتھ اس جامع مسجد کے ایک کونے میں سما گئے جس کی وُسعت اور کشادگی اس سے پہلے تحریر کر دی گئی ہے اور اس مسجد کے باقی تین کونے خالی رہ گئے تھے اور ۹۹۶ھ میں یعقوب شاہ نے بادشاہ اکبر کا جوتا سر پر باندھ کر اس کے در کی چوکھٹ کو بوسہ دینے کا شرف حاصل کیا اور ۱۰۲۱ھ کے آخر تک لوگ اس ملک میں گڑبڑ پھیلاتے رہتے تھے اور اس سرزمین سے امن وامان بالکل ناپید ہو گیا تھا اور اس تاریخ کا لکھنے والا بندہ خادم الفقراء حیدر ملک ولد حسن ملک ولد محمد ناجی چاڈورہ جس وقت جہانگیری غلاموں کی لڑی میں پرویا گیا تو اس نے عقل وتدبیر کے ساتھ اس ریاست سے فتنہ وفساد کو پوری طرح سے نیست ونابود کر دیا اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے اور اس کا بیان اپنے مقام پر تفصیلاً آئے گا۔

☆☆

شبیر احمد خان

سیف الملوک...... پہاڑی ادب کا شاہکار

میاں محمد بخشؒ صرف ایک ادیب ہی نہیں بلکہ وہ عظیم المرتبہ صوفی بزرگ تھے۔ ادب کی دُنیا میں بقولِ سید محمد اقبال ملنگامی ان کی حیثیت کائنات میں وہی ہے، جو سورج اور چاند کی ہے۔ اولیائے کرام اور صوفیاء حضرات کا ایک طویل سلسلہ حضرت میاں محمّد بخشؒ پر اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ہر دور میں انسانی رجحان اور طبیعات کو مدِ نظر رکھ کر دینی تبلیغ اور سماجی تفاوت کو ختم کرنے کے لئے اسی دور کے طبائع اور رجحان کو وسیلہ بنانا پڑتا ہے۔ اسی طرح حضرت میاں صاحبؒ نے بھی شاعری کا سہارا لے کر لوگوں میں دین کی تبلیغ اور سماجی حالت کو درست کرنے کے لئے فلسفۂ شاعری اور اس دور کی ایک وسیع زمین مثنوی کو ذریعہ بنایا۔ اپنے دور میں لوگوں کو بدعات، توہّمات، تنگ نظری، اکھڑپن، غلط روایات اور نازیبا اعمال کے شکنجے سے آزاد کرنے کا اہم کام انجام دیا۔ جب کہ اس دور میں اس طرح کا کام عام طور پر نظر نہیں آتا جو میاں صاحب نے کیا، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ پہاڑی لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوئے مگر میاں صاحبؒ کی سیف الملوک پڑھ کر مومن ہوئے۔ اپنی قوم کی اس سے بڑھ کر خدمت اور کیا ہو سکتی

ہے۔میاں صاحب اپنے آپ میں ایک جامعہ یعنی اس دور کی یونیورسٹی ہیں جہاں علم کا سمندر موجزن ہے۔اس میں اگر ایک طرف انمول موتی ہیں تو دوسری طرف ایسے گہرے راز بھی چُھپے ہوئے ہیں جن کو ایک خاص اور ماہر شخص ہی جان سکتا ہے۔میاں صاحبؒ کے کلام کسی ایک ہی موضوع پر منحصر نہیں بلکہ وہ اپنے اندر زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ظاہری اور باطنی علوم کا خزانہ لئے ہوئے ہیں۔اس میں وسعتِ بے کراں ہے جس کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ کرنا یا اس کو ماپنا پہاڑ کو کندھا دینے کے مترادف ہے۔میاں صاحبؒ نے تصوّف کے میدان میں اُتر کر محاسبہ اور مراقبہ کے ذریعے مشکل راہیں،منزلیں،اور کئی شہر دیکھے لیکن وہ شاہ منصور کی طرح بے سُر نہیں ہوئے بلکہ علاّمہ جیسے مردِ مجاہد بنے اور علاّمہ اقبالؒ اور میاں صاحبؒ ہم خیال نظر آتے ہیں۔

نعمت اپنی دے کجھ مینوں بخش شناساں پاواں
ہمت دے دلے نوں تیرا شکر بجالیاواں

اقبالؒ فرماتے ہیں۔

خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کردے
عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لایحزنوں کر
خرد کی گُتھیاں سلجھا چُکا میں

میرے مولا مجھے صاحبِ جنوں کر

میاں صاحبؒ فرماتے ہیں ۔

بال چراغ دا میرا روشن کردے سیناں
دل دے دیوے دی روشنائی جاوے بچ زیناں
راہ ہنیر اجہل بُرے دا چانن لاعقل دا
بخش ولایت شعر سخن دی یُمن رہے بچ رلدا
طبع میری دا نافہ کھولیں مُلکیں مشک دھائیں
سُن سُن مغز معطّر ہون بو عشق دی پائیں

سید اقبال ملنگامی لکھتے ہیں کہ ''میاں صاحبؒ ایک ایسے خوش قسمت مصنّف ہیں جن کی سب سے زیادہ مشہور معروف تصنیف سیف الملوک پہلی باران کی اپنی نگرانی میں چھپی، اس طرح ان کے کلام کے بارے میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اُن کا اصل کلام ہے۔

میاں محمد بخشؒ کی تربیت کا زمانہ بڑا ہی عجیب رہا ہے، ایک طرف انہوں نے حافظ محمد علیؒ جیسے عالمِ زمانہ سے عربی، فارسی، دینیات، نظم ونثر، قرآن وفقہ اور منطق و اصول کا علم حاصل کیا تو وہیں اُنہوں نے اپنے برادرِ اکبر حافظ ناصر کے سامنے زانوئے ادب تہہ کئے اور ان کی سر پرستی حاصل کی۔ حافظ ناصر ایک مجذوب و درویش اور محفلِ سماع و سرود و ساز کے دلدادہ تھے اور میاں صاحبؒ انھیں خوبصورت آواز اور طرز سے مولانا جامیؒ کی مثنوی یوسف زلیخا سُناتے تھے۔ ''یوسف زلیخا'' سے مراد نبی یوسفؑ اور

عزیز مصر کی بیوی زلیخا کی کہانی ہے۔ جو صدیوں تک اسلامی دُنیا میں مشہور رہی اور دیگر کئی زبانوں عربی، فارسی، بنگالی، ترکی، اور پہاڑی میں لکھی گئی اس میں سب سے مشہور داستان وہ ہے جس کو فارسی زبان میں عبدالرحمٰن جامیؒ (1414-1492) نے اپنی کتاب ہفت اورنگ (''سات تخت'') میں لکھا۔

میاں صاحبؒ کے کلام میں سوز و گداز کی ایک بڑی وجہ اُن کی ذاتی زندگی کے کچھ واقعات بھی ہیں۔ وہ بڑے وجیہ، قد آور اور زور آور تھے، عموماً اس قسم کے شعراء حضرات پہلی یا دوسری تاریخ کے چاند کی طرح نازک جسم اور نازک مزاج ہوتے ہیں۔ لیکن میاں صاحبؒ عام روایت کے برخلاف ایک زبردست کھلاڑی تھے جو اپنے دونوں پیروں کے انگوٹھے باندھ کر پانی کے کنویں کے اوپر سے لمبی چھلانگ لگاتے، نیزہ باری کے بھی بڑے ماہر تھے۔ سید اقبال ملنگامی لکھتے ہیں کہ:

''ان کے گلے میں ایک پھوڑا نکلنا ان کے لئے عذاب ثابت ہوا ان کی شادی ہونے والی تھی مگر اپھوڑے کی وجہ سے اس لڑکی کی جس سے ان کی شادی ہونے والی تھی ان کے بھائی سے شادی کر دی گئی۔ یہ واقعہ ان کی زندگی کا ایک سانحہ بن گیا جس کی وجہ سے وہ عمر بھر کنوارے ہی رہے۔

راجہ نذر بونیاریؔ نے حضرت میاں محمد بخشؒ کی سوانحِ عمری پر ایک مقالہ لکھا ہے۔ ''حضرت میاں محمد بخشؒ ......سوانحی مطالعہ'' اس مقالے میں تمہید کے بعد اُنھوں نے اُن کے آباء اجداد کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

حضرت میاں محمد بخشؒ کے آباد و اجداد بارہویں (۱۲۰۰ھ) صدی ہجری میں

ضلع گجرات مغربی پاکستان سے ترکِ وطن کر کے پہلے میر پور شہر میں آباد ہوئے اور حضرت پیراں شاہ غازی قلندر کی وفات کے بعد اُن کی وصیت کے مطابق حدود ڈھا کرہ ضلع میر پور موجودہ کھڑی میں سکونت اختیار کی۔ یہ علاقہ اور اس کے شمال میں واقع پہاڑی اس وقت جنگل اور بیاباں تھے۔ غازی قلندر اکثر یہیں پر ورد فرماتے اور کافی لمبی مُدت تک ریاضت و مجاہدہ میں مستغرق رہتے۔ کھڑی شریف پہاڑی کے دامن میں تقریباً ڈیڑھ فرلانگ کے فاصلے پر جنوب کی طرف دریائے جہلم سے تقریباً دو فرلانگ شمال کی طرف اور موجودہ میاں محمد بخش روڈ سے مشرق کی طرف خاموش فضاؤں میں واقع ہے''۔

حضرت میاں محمد بخشؒ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۸۲۶ء میں حضرت میاں شمس الدین صاحب کے گھر میں بمقام کھڑی شریف تولّد ہوئے۔ حضرت میاں شمس الدین علاقۂ کھڑی کے ایک بڑے زمیندار پیراں شاہ غازی دمڑی والی سرکار کے سجادہ نشین تھے۔ میاں صاحب بڑے صاحبِ کرامت بزرگ اور کامل ولی تھے۔

نذؔر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میاں محمد بخشؒ صرف چھ سال کے تھے حضرت صاحبزدہ عبدالحکیم صاحب جو حضرت مرید خان (حاجی بگا رشیر) کے مرید تھے دربارِ حضرت پیراں شاہ غازی قلندرؒ میں حاضری کے لئے آئے اور حضرت میاں محمد بخشؒ کو دیکھ کر ان کے والد ماجد سے فرمایا ''اس دُرِ شہوار کا خاص خیال رکھنا یہ بچہ حقیقت اور معرفت میں نہایت ہی بلند مقام حاصل کرے گا اور شعر و سخن کے آسمان پر سورج بن کے چمکے گا''۔

میاں محمد بخشؒ کا بچپن کھڑی شریف میں ہی گذرا اور وہ اپنے ہم عمر لڑکوں سے الگ تھلگ ہی رہتے تھے۔ شروع سے طبیعت کا میلان دین و مذہب کے بارے میں غور و تدبّر کرنے کی طرف تھا اور دل خدا اور رسولؐ کی محبت کی جانب مائل تھا۔ چھوٹی عمر سے ہی فقیری کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ ایک دن حضرت میاں شمس الدین چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے ہیں کہ حضرت میاںؒ ان کے پاؤں دبانے لگے، اُنھوں نے دریافت کیا کون؟ حضرت میاںؒ نے اپنا نام بتایا اور سچا فقیر بننے کی خواہش ظاہر کی۔ شمس الدین نے یہ سن کر بچے کو سینے سے لگایا اور ربّ العزّت کی بارگاہ میں عجز و انکساری سے دُعا مانگی۔

''اے پروردگار! تو علیم و بصیر ہے۔ میرے اس کمسن بچے نے مجھ سے کبھی کسی دنیاوی کام یا جسمانی حاجت کی آرزو نہیں کی بلکہ یہ تو تیری رضا کا طلبگار ہے۔ میں اس بچے کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔ یا اللہ اس بچے کو اپنے نیک بندوں کی صف میں جگہ دینا آمین۔ اس دُعا کا یہ اثر ہوا کہ میاں صاحبؒ، صاحبِ بصیرت ہو گئے۔

میاں صاحبؒ کی تعلیم کے متعلّق راجہ نذر بونیاری نے لکھا ہے کہ میاں محمد بخشؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر ہی حاصل کی اور بعد میں حافظ غلام حسن کے آگے زانوئے ادب تہ کئے جب کہ گذشتہ صفحات پر حضرت کے دیگر اساتذہ کا بھی ذکر ہے۔ مذکورہ حضرات کے بغیر بھی میاں صاحب کے کئی اور استاد ہو سکتے ہیں جن کا ذکر نہ آیا ہو۔ نذر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حافظ غلام حسن صاحب نے میاں صاحبؒ سے بلند آواز میں یوسف زلیخا سُننے کی فرمائش کی۔ حضرت نے حافظ صاحب سے عرض کیا

کہ اگر آپ میرے لئے یہ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جلد علمِ کامل نصیب فرمائے تو آپ کی فرمائش پوری ہوگی۔ حافظ صاحبؒ نے یہ شرط قبول فرمائی اور دُعا فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ آپ کو علم لدُنّی عطا فرمائے تمام پڑھی اور ان پڑھی کتابیں آپ کے لئے آسان بنادے''۔

حضرت میاں محمد بخشؒ کی سُریلی آواز اور اُن کی خوش گوئی کا ذکر سید اقبال ملنگامی نے اس طرح کیا ہے کہ میاں صاحبؒ بڑی خوبصورت آواز میں مولانا جامیؒ کی مثنوی یوسف زلیخا سنایا کرتے، راجہ نذر صاحب میاں صاحبؒ کے بچپن کے کچھ منظوم خطوط کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ نذر صاحب پروفیسر کرم حیدری کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اس میں ایک نئی بات نکل کر سامنے آتی ہے کہ ان کی شادی کی بات چلی پر اُن کے گلے میں پھوڑے کی بیماری کی وجہ سے لڑکی نے انکار کر دیا پھر ان کے چھوٹے بھائی سے اسی لڑکی کی شادی کر دی گئی۔ پنجن کے مقام پر حضرت میاںؒ چلہ کش ہو گئے اس طرح ظاہری حسن کی جگہ باطنی حسن کی جستجو و تلاش شروع ہوئی اور عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی نصیب ہوا۔ جیسے فرمایا۔

بات مجازی رمز حقیقی دن دناں دی کاٹھی
سفر العشق کتاب بنائی سیف چُھٹی بچ لاٹھی

جہاں تک عشقِ حقیقی، سوز و گداز و درد اور معرفتِ الٰہی کا تعلّق ہے۔ میاں صاحبؒ کے گلشنِ شعر و سخن، کتاب سفر العشق موسوم بہ مثنوی سیف الملوک ایک لمبے شعر العشق میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ موصوف نذر صاحب نے اس کتاب کی تعریف

میں بہت کچھ لکھا جیسے اس کتاب نے حضرت میاںؒ کو شہرہ آفاق شاعر کا درجہ دیا اور اس کتاب یعنی سیف الملوک کو الہامی کتاب بنا دیا۔ لیکن یاد رہے کہ میاں محمد بخشؒ کی تصانیف پہاڑی زبان میں ہے اور یہ ایک خدا دوست کی تخلیق ہے۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس کتاب میں روحانی اور قلبی وارداتوں کو مجاز سے حقیقت میں سمو دیا ہے۔ راہِ عشق میں کم ہمتی، شکستہ دلی، بے چینی، دوریٔ منزل، قنوطیت اور شرِ نفس کے مقابلے میں جہانِ کبیر کی سعی کی گئی ہے۔

مردا ہمت نہ ہار مولے مت کوئی کہے نمردا
ہمت نال لگے جس لوڑے پائے باہجہ نہ مردا
جاں تک ساس نراس ناہویں ساس ٹٹے مُڑ آسا
ڈھونڈ کرن تھیں ہٹیں ناہیں ہٹ گیوں مُڑ آسا

مثنوی کسی زمانے میں میں عربی میں بھی لکھی گئی تھی لیکن مولانا جامیؒ نے فارسی میں جو مثنوی لکھی وہ کافی مشہور ہوئی۔ جنوب ہند میں مُلّا غواصی نے اس کا سہل اور عام فہم زبان میں ترجمہ کیا۔ راجہ نذر صاحب تذکروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس مثنوی کا ذکر ایک سے زیادہ جگہوں پر ملتا ہے۔ فورٹ ولیم کالج کے دارالترجمہ کے شعبے نے اس مثنوی کو اردو میں منتقل کیا لیکن جو ابھی تک میری نظروں سے نہیں گذرا''۔

مُلّا غوّاصی کی مثنوی تو مشہور و معروف ہے لیکن فورٹ ولیم کالج میں یہ مثنوی شامل تھی یا نہیں اس کے شواہد نہیں ملے ہیں۔ ادب کسی بھی زمانے یا زبان کا ہو ادب

زندگی کا حصہ ہے۔

ملک محمد اور مولوی محبوب علی نے میاں صاحبؒ کی بعض تصانیف کا ذکر کیا ہے۔ جیسے سوہنی مہیوال، تحفۂ میراں، کراماتِ غوث الاعظمؒ، شیرین فرہاد، نیرنگِ عشق، مولانا غنیمت کجاہی کی فارسی مثنوی کا منظوم ترجمہ، سخی خواص خاں، مرزا صاحبان، شاہ منصور، ہدایت المسلمین، گلزارِ فقیر، تذکرہ مقیمی، سی حرفی پنو، سی حرفی ہیر رانجھا، قصیدۂ بردہ کا منظوم ترجمہ شامل ہیں۔ یہ تمام تصانیف پوٹھواری لہجہ اور پہاڑی زبان میں ہیں۔

حضرت میاں صاحبؒ شاہ کے متعلق لکھتے ہیں:

وارث شاہ سخن دا وارث نِند ے کون اُنہاں نوں
حرف اوہدے تے اُنگلی دھرنی ناہیں قدر اساں نوں

میاں صاحبؒ نے سیف الملوک سے پہلے کئی قصے اور کہانیاں لکھی ہیں۔ سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ میاں صاحبؒ نے ۳۳ سال کی عمر میں سیف الملوک لکھی اور ایک سال میں مکمل کی۔ پروفیسر محمد رفیق بھٹی لکھتے ہیں کہ" عارفِ کامل میاں محمد بخشؒ کو عام طور پر لوگ صوفیانہ افکار، قلندرانہ اور عارفانہ کلام کے ہیرو جانتے ہیں اور ان کے فیضان و برکات کے معتقد ہیں۔ اُنہوں نے کم از کم ڈیڑھ درجن کتابیں لکھی ہیں۔ جن میں سفر العشق جو سیف الملوک کے نام سے مشہور ہے، ایک بے مثال شاہکار ہے۔ یہی وہ تخلیقی کارنامہ ہے جو ان کی شہرت، مقام اور مرتبے کا سب سے بڑا وسیلہ ہے۔

عام پڑھنے والا سیف الملوک کو ایک عشقیہ قصّہ خیال کرتا ہے۔ کچھ اس کو

رمزیہ، عارفانہ کلام کا خزانہ سمجھتے ہیں۔ کچھ اس کو معرفت کا گہرا سمندر کہتے ہیں اور کچھ کے نزدیک یہ محض ایک منظوم ناول ہے''۔

بھٹی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ فرق پڑھنے والوں کی فکر، پہنچ اور ذہنی میلان اور معیار کے فرق کا نتیجہ ہی نہیں بلکہ اس تخلیقی کوشش کی پہلو دار خصوصیتوں کا نتیجہ بھی ہیں۔ اس سمندر میں جو جس قدر گہرائی میں میں غوطہ زن ہوگا وہ اسی قدر علم کے موتی حاصل کرے گا۔ میاں صاحبؒ خود یوں فرماتے ہیں:

ہر ہر قسم خوشی دی اس وچ ہر ہر قوم غماں دی
سُننے والے پاون اِتھوں خواہش جنہاں کماں دی
باشاہی تدبیراں گنیاں دولت فوج مٹالے
بخل سخاوت ظلم عداوت غفلت سُرت سنبھالے
کرم کرو تہ عیب چھپاؤ پڑھو سنبھالا کرکے
ڈوہنگی نظرے مُڑ مُڑ سمجھو لنگھ نہ جاؤ ترکے

بھٹی صاحب کی اس بات سے مجھے پورا اتفاق ہے کہ ''سچے فن کے ساتھ سجی ہوئی سیف الملوک جیسی زندہ جاوید تخلیق کو صرف تصوّف کی عینک سے دیکھنا کافی نہیں اور نہ اس کے ساتھ یہ انصاف کی بات ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہ تصنیف تمدّنی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہے۔ جیسے کہ متذّکرہ بالا اشعار میں خود مصنف نے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے۔ ادبی تخلیقات میں کوئی بھی تخلیق ماحول اور واقعات سے خالی نہیں ہوتی، یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں شاعر یا

ادیب کے اپنے نظریات شامل ہوتے ہیں۔ بہرحال فن اور فنکار وہی زندہ جاوید ہوجاتے ہیں جو سچے ہوتے ہیں، یعنی جن کا فن پارہ خوشی اور اُمید عطا کرے اور سبق آموز بھی ہو سیف الملوک ایک سچے فنکار کا سچا شاہکار ہے۔

ا......ادبی تخلیقات میں تمدّنی زندگی کے ہر ایک پہلو کو ہو بہو استعداد کے ساتھ پیش کرنا کسی تنہا فنکار کے بس کی بات نہیں۔کوئی عشق کے میدان کا شہسوار ہے اور کوئی تصوّف کی دنیا کا بادشاہ، کوئی معرفت کی منزلیں طے کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے۔کوئی حسن کے باغ کا شیدائی ہے۔مناظرِ فطرت بیان کرنے والا حسن سے نا آشنا ہوتا ہے۔ایسے ہی حرب والا طرب کی محفلوں سے ناواقف نظر آتا ہے۔لیکن جب ہم سیف الملوک کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں شاعر ہر صیغۂ زندگی میں ماہرانہ کمال تک چلا جاتا نظر آتا ہے۔اس میں عشق،تصوّف،اخلاقیات،قصّہ گوئی،حرب وطرب ایک سے بڑھ کر ایک محاکات اور مناظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔سیف الملوک اور قدرتی مناظر منظر نگاری میں مناظر قدرت میں اول درجہ رکھتے ہیں۔جیسے یہ اشعار۔

پستہ ، مغز ، مقّی ، کشمش ، کھوڑ ، انجیر یا باداماں
چلغوزے ، انگور ، خبانی ،نغز ، انار شاہاں
توت، شہتوت، بٹنگ ، بھردیاں آڑوسیو ناکھاں
بہی، مرچ، ہریڑ ، بیہڑے ، پیلا کی کُجھ آکھاں
سیو ، بیر ، بخارے ، آلو ، کھوپے ، گری، چھوہارے
گوشے ، کیلے ، انب ، آلوچے ، شفتالو ، پھگواڑے

میوے دار درخت دندے تہ نال پُھلاں دے گُند ھے
شاخاں پیچ زُلف دے وانگوں پھل محبوباں ہُندے

۲......مناظرِ حسن:-ایک ایسی شخصیت جو صوفی مزاج اور قلندرانہ انداز ے، گوشہ نشین و نیک نیت، جس نے اپنے مرنے کے بعد جنازہ اُس شخص کو پڑھانے کی وصیت کی تھی کہ جس نے ساری عمر کسی غیر محرم کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا ہو وہ مردِ قلندر ایسا متقی شاعر جب حُسن کے مناظر کو پیش کرتا ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔

قد سفید سرو رنگیلا یا شمشاد گلستان
وقت بہار شگوفے وانگن مُنہ کڈھے سن پستان
قوس قزح بھروٹے دونویں عیدے دا چن چڑھدا
صبر صوفی دا روزے داراں تک روزہ پہن کھڑدا
زُلفاں ناگ چنن سنگ لٹکن دل ول کُنڈل مارے
یا زنجیر دلادے آہے یا کمند ہتھیارے
جادو گر دو نین کُڑی دے بچ کجلے دی دھاری
صوفی ویکھ ہوون مستانے چھڈن شب بیداری
رنگ گلابی انگ جسمانی چہرہ و انگ مہتابی
جُثے تھیں خوشبوئی حُلے اکھیاں مست شرابی
نازک جُثہ مخمل کولوں سر پیراں تک سارا
چال لٹک دی شکل چمکدی ، جوبن بے شمارا

چمکن سالولمکن واگاں چھنکن چوڑے سچے
جور مروڑ کڑھن لک پتلے لٹک ٹرن قد اُچے
دوپستان صفائی والے نویں شگوفے اُگے
کالے پہور اُپر رکھوالے نظروں خم نہ پگے
پتلا چم سفید شکم دا جیویں کاغذ کشمیروں
ریشم قسم اُچی دایا سی لچھا سوت حریروں
لال گلال گلہاں ول تک کے داغ لگا گل لالے
جمی رُت کلیجے اُتے پیندا زہر پیالے
گردن مثل صراحی کچ دی بوتل صاف بلوری
سرخ شراب لہو بھراتے شیشے گرد لاہوری

ان اشعار سے واضح ہوتا ہے کہ شاعر کی باطنی نظر کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن پر بھی کس قدر گہری اور باریک نظر ہے۔تشبیہات، استعارات، کے علاوہ محاورات کا استعمال کلام میں بلاغت اور دلکشی پیدا کرتا ہے۔ دلکش بندشیں کلام کو لازوال کرنے میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ اس کلام میں یکجہتی پائی جاتی ہے اور اسلوب نرالا ہوتے ہوئے بھی عام قاری کی پہنچ سے دور نہیں۔

ضلع میر پور کے دور دراز علاقے کھڑی جیسی جگہ پر اپنے مُرشد کے مزار پر عقیدت مند طالب جس کا پنجن پہاڑ پر بسیرا ہوا اور ہمہ تن محوِ عبادت و ریاضت ہمہ تن رہے۔ اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ فنِ حرب کے حالات و تفہیم و تفصیل بیان

کرے کچھ انجان سا لگتا ہے۔لیکن سیف الملوک کے اشعار پڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ مصنّف حربی چالوں کے ماہرہ سپہ گری میں صف شکن فوجوں کے سالارِاعظم ہیں۔ان میں فوجی تربیت، ہتھیاروں کی نوعیت، حملے کے انداز اور اس وقت کے مناظر،طبلِ جنگ اور فتح وشکست کے اثرات اور پوری طرح سے فوجی حکمت عملی کا منظرسامنے آجاتا ہے۔

راہے اُپر دابہ ہوندا فوجی دو پاسے تکڑی
پین ہزار اُڈار تیراں دے جیوں تلیر بچ مکڑی
برچھے وانگ سیاری سِلّے اور آبنوسی تختے
تیراں دے وچ سُنبے بجھن لاون کوکے سختے
والوں ترکھے سرسانگاں دے والوں وال نکھیڑن
ہک تھیں ہک دو چند محمد بندو بند اکھیڑن
شمشیراں فولادی چمکن چلن تیر خدنگی
اک کیڑے دے چلن جوگی جانہ لبھے ننگی
سر پر چھاں کیتی ہتھیاراں سورج اکھ چھپائی
مچھرنوں پر مارن جوگی تھاں نہ وچ ہوائی
بازاں وانگ اُڈن لگے تیر تتے بنھ تاری
بھج بھج کوہن جوان جواناں مرگا ں جیوں شکاری
تیر تبر تلوار کٹاری زہر وں پاں چڑھائی

پٹ سٹے بنیادی تناں دی زوروں زور لڑائی
تیراں شوکن شپ شپ تیغاں سُن کڑکار کمانی
دہشت کولو اُڈ اُڈ ڈھٹھیاں جیوں الاں اسمانی

ان اشعار میں جنگ کا جو نقشہ دکھایا گیا ہے وہ ایک طرف میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ کی طرح مبالغہ آرائی میں کمال کا ہے۔ لیکن اس میں دو فوجوں کا آپسی تصادم ایسے بیان کیا گیا ہے کہ جیسے میاں صاحبؒ خود پوری عمر فوجی ہنگاموں میں زندگی گزار کے آئے ہوں۔

طربی منظر نگاری میں رونقِ محل کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ اس کے متعلق محمد رفیق بھٹی لکھتے ہیں کہ ''مصنف موصوف کے فقر وغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ریاست کا حکمران آپؒ کے دربار میں حاضر ہوا اور آپؒ نے اس کی آمد پر ذرا بھی توجہ نہ دی تو مہاراجہ خود ہی قدموں میں آ گیا اور حُجرے میں پُہنچ کر نیاز مندی کے طور پر جب مہاراجے نے نقدی پیش کی تو آپؒ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس سے آنکھوں کی روشنی ختم ہو جاتی ہے۔ جاگیر کی پیش کش کی تو یہ کہہ کر ٹھوکر مار دی کہ اس سے فقر کا دامن داغدار ہوتا ہے۔''

میاں محمد بخشؒ پیدائشی شاعر تھے۔ اُنہوں نے شاعرانہ تخیّل اور تصوّف کا اظہار بچپن سے ہی شروع کر دیا تھا۔ ان کی صلاحیتیں دیکھ کر ان کے اتالیق حافظ ناصر نے انھیں کندن بنانے کا فیصلہ کیا اور انھیں فارسی کی کلاسیکی شاعری سے نوازنا شروع کیا۔ عطارؒ اور رومیؒ کے اشعار نے میاں صاحبؒ پر کافی اثر دکھایا۔ ان کی شاعری میں عالمی

پیغام انسانیت، روحانی بالیدگی اوراخلاقی ترقی کے علاوہ صوفیانہ اقدار کوجلا ملتی ہے۔
جوشاعر بے پیرا ہوئے سخن اوہدے بھی رُکھے
بے پیرے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دھواں بن نہ دُھکھے
مرشد کا ہونا نہایت ضروری ہے۔اگر محفوظ منزل تک جانا ہے۔

☆☆☆

محمد عبداللہ بٹ

سلطان العارفینؒ......حیات اور کارنامے

(قسط:۲)

شجرۂ سہروردیہ وچشتیہ

حضرت شیخ داؤدخاکی رحمۃ اللہ علیہ وردالمریدین میں لکھتے ہیں:

او بارشادِ راہ شیخ المشائخ قطبِ حق بندگی سیّد جمال الدین بحق رہبر شداست

ترجمہ: حضرت محبوب العالمؒ نے شیخ المشائخ قطبِ حق حضرت سیّد جمال الدین بخاریؒ کے طریقۂ اِرشاد کے مطابق اپنے مریدین ومعتقدین کی اللہ کی طرف رہبری کی۔

وی ہم از ارشادِ قطبِ عالم و نُوّابِ او

درمیانِ مُرشدانِ سِلسلہ مفخر شُداست

ترجمہ: حضرت سید جمال الدین بخاریؒ نے قطبِ عالم حضرت سید جلال الدین بخاریؒ اور آپ کے نامدار خلفاء کی تربیت ورہنمائی سے مسندِ ارشاد حاصل کیا اور ان حضرات کا یہ مبارک سلسلہ مشائخِ طریقت یا سلسلۂ چشتیہ کے بزرگانِ کرام کے ہاں باعثِ صد فخر و مباہات ہے۔

یہ بات واضح ہو جائے کہ حضرت سید جمال الدین بخاریؒ اور حضرت جلال الدین بخاریؒ کے درمیان سات واسطے ہیں جس کا تذکرہ حضرت خاکیؒ اس طرح کرتے ہیں۔

''شیخ سیّد جمال الدین مریدِ شیخ حاجی عبدالوہاب دہلوی بودہ ووی مریدِ شیخ سیّد حامد اُچہّ بخاری ووی مریدِ پدرِ خود مخدوم شیخ سیّد محمّد ووی مریدِ برادرِ خود شیخ سیّد مخدوم محمّد ابوالقاسم ووی مریدِ پدر خود مخدوم شیخ سیّد حامد کبروی مریدِ پدرِ خود سیّد محمود ناصر الدین ووی مریدِ والدِ خود مخدوم جہانیاں قطبِ عالم شیخ سید جلال الدین اُچہّ بخاری بود۔ قَدَّسَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ وَ اَوْصَلَ اِلَيْنَا بَرَكَاتِهِمْ''[1]

در تصرّف کردن اندر اولیاء دستی تمام
دستش زائر وبداد واخذ مستشہر شداست

ترجمہ: آپ یعنی جناب مخدوم جہانیاں سیّد جلال الدین بخاریؒ اولیاء اللہ کے روحانی کمالات پر تصرّف کرنے میں بہت ماہر اور یدِ طولیٰ رکھتے تھے، چنانچہ روحانی عطیّات کی داد و دہش اور لوگوں کے دلوں سے ان کے سلب کرنے اور چھیننے میں دنیا بھر میں مشہور و معروف ہیں۔

چنانچہ حضرت مخدومِ جہانیاں سیّد جلال الدین بخاریؒ اولیاء اللہ کے روحانی کمالات سلب کرنے اور چھیننے میں بہت ماہر تھے۔ ایک دفعہ اثنائے سفر میں اس قسم کے واقعات آپ سے بکثرت صادر ہوئے۔ یہاں تک کہ جب حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے حضرت شاہ نصیر الدین صاحب

سلسلۂ چشتیہ سے وابستہ تھے۔

ابھی آپ کی ملاقات حضرت شاہ چراغ صاحبؒ سے نہ ہونے پائی تھی۔ بلکہ آپ کے ایک خلیفہ سے ملاقات ہوئی اور انہیں بہت بڑا صاحبِ کمال پایا۔ اور حسبِ عادت دلِ مبارک میں خیال آیا اس خلیفہ سے بھی ایسا ہی معاملہ کریں۔ تاکہ انہیں جو کمال حاصل تھا اس کو اُن سے چھین لیں مگر اس دفعہ آپ کو یہ کامیابی نہ ہوئی بلکہ بجائے لینے کے دینے پڑ گئے یعنی خود حضرت سیّد کے کمالات پر تصرّف کیا گیا یا چھاپہ مارا گیا۔ آخر کار جب آپ کی براہِ راست حضرت نصیرالدین صاحبؒ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت سیّد کی بڑی تعظیم فرمائی اور ساتھ ہی نصیحت کی اور معذرت فرمائی کہ جو کچھ ہم نے آپ کے کمالات پر تصرّف اور چھاپا مارا ہمیں اس میں معذور فرمائیں۔

حقیقت میں یہ من جانب اللہ جناب کا امتحان و آزمائش ہے کہ آپ جیسے بلند پایہ شخص کے لئے یہ زیب نہیں دیتا کہ فقیروں اور درویشوں نے محنت و مشقّت کر کے جو کمالات حاصل کر لئے ہیں وہ آپ ان سے غصب اور سلب کریں۔ اور ان بیچاروں کو خالی ہاتھ چھوڑ دیں۔ آپ یہ نصیحت سن کر بہت متأثر ہوئے اور جواب میں فرمایا کہ حق اللہ نے مجھے بڑی دستگاہ عطا فرمائی ہے جس کسی دوستِ خدا سے میں نے کچھ سلب کر لیا ہے دُعا کر کے انہیں وہ امانتیں اور جواہر واپس کر دوں گا۔ چنانچہ آپ نے دُعاء فرمائی اور حقداروں کو ان کے سلب کئے ہوئے حقوق اور روحانی فیوضات واپس لوٹا دیئے بلکہ اس سے زیادہ۔ اسی طرح حضرت شاہ نصیرالدینؒ نے بھی آپ کے حق میں دُعا فرمائی تو آپ کو اپنی امانت سے بڑھ کر روحانی برکات و ہدایات سے نواز دیا گیا۔ حضرت سیّد

نے اس انعام واکرام کے عوض شاہ نصیر الدین صاحبؒ کی خلافت منظور فرمائی۔اور شکرانِ نعمت بجالانے کے غرض سے اس واقعہ کے بعد آپ سے جو لوگ مرید ہوئے ان کو سلسلۂ چشتیہ کے طریقہ سے ہی تربیت فرماتے تھے۔اور اس واقعہ سے پہلے سلسلۂ سہروردیہ کے مشائخِ عظام کی ہدایت وارشادات کے مطابق اپنے مریدین کی تربیت ورہنمائی فرمایا کرتے تھے۔اس طرح سید جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ متعدد سلسلوں کی نسبتوں کے حامل اور منبع قرار پائے اور نیا سلسلۂ ممزوجہ وجود میں آگیا اس سلسلۂ عالیہ کو سلسلۂ مخدومِ جہانیاں کہتے ہیں۔یہ دونوں سلسلے خصوصیت کے ساتھ حضرت سید کی اولاد واحفاد میں مسلسل اور مُعَنْعَن تا سید جمال الدین بخاری جاری وساری تھے۔جس کا مکمّل فیض وبرکات اور جوہر و خلاصہ حضرت محبوب العالم سلطان العارفین شیخ حمزہ مخدومی ومحبوبی تک پہنچا۔[۲]

بود از ہر خانوادہ مُستفید امّا بسے
سہروردی راوچشتی مُظہر و مَظہر شداست

ترجمہ: آپ (حضرت سید جلال الدین بخاری) اکثر بلکہ تمام سِلسلوں اور پیرانِ طریقت کے خانوادوں سے مُستفید و مُستفیض تھے لیکن سلسلۂ مُقدسہ سہروردیہ اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بہت زیادہ ظاہر کرنے والے اور انہیں دوسلسلوں کے مُظہر ومنبع قرار پائے کہ اپنے مریدوں کی ان ہی دوسلسلوں کے مطابق روحانی تربیت فرماتے تھے۔

سلسلۂ سہروردیہ حضرت شیخ اُلشیوخ مرشدِ ربّانی شہاب الدین ابوعبداللہ عمر البکری سہروردی کی طرف منسوب ہے۔یہ روحانی پیشواؤں اور اربابِ سلاسِل میں

ایسے اونچے پایہ کے بزرگ ہیں جو تعارف سے بے نیاز اور تعریف وتقلیب سے مستثنیٰ ہیں۔سلسلۂ سہروردیہ آپ کی طرف منسوب ہے۔

سلسلۂ چشتیہ کی نسبت خواجہ معین الدین چشتی کی طرف از روئے حقیقت اس سلسلہ میں موجود آپ کے ساتویں پیر مرشد خواجہ ابواسحاق شامی سالارِ چشتیاں کی وجہ سے ہے۔حضرت خواجہ ابواسحاق شامی قصبہ چیسّت کے رہنے والے تھے اسی لئے چشتی کہلائے اور ان کا سلسلہ بھی چشتی سے موسوم ہوا ورنہ حضرت خواجہ اجمیری کے مولدِ شریف کا نام دارانجان یا بلدہ سجستان تھا۔

سراج الھدایہ کی روایت کے مطابق حضرت سیّد والا جاہ نے شجرۂ سلسلہ سہروردیہ اس طرح بیان فرمایا ہے:

سلسلۂ سہروردیہ: الٰہی بحرمۃ شیخ رکن الدین، الٰہی بحرمۃ شیخ صدرالدین، الٰہی بحرمۃ شیخ بہاؤالدین زکریا، الٰہی بحرمۃ شیخ شہاب الدین سہروردی، الٰہی بحرمۃ شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہر، الٰہی بحرمۃ شیخ وجیہ الدین ابی حفص، الٰہی بحرمۃ شیخ محمد عبداللہ السہر وردی، الٰہی بحرمۃ شیخ احمد اسود دینوری، الٰہی بحرمۃ شیخ جمشاد دینوری، الٰہی بحرمۃ شیخ جنید بغدادی، الٰہی بحرمۃ شیخ سرّی سقطی، الٰہی بحرمۃ شیخ معروف کرخی، الٰہی بحرمۃ شیخ داؤد طائی، الٰہی بحرمۃ خواجہ حبیب عجمی، الٰہی بحرمۃ شیخ حسن بصری، الٰہی بحرمۃ امیر المومنین علی کرّم اللہ وجہہ، الٰہی بحرمۃ حضرت محمد مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم۔

اس اعتبار سے حضرت جلال الدین اور آں حضرت صلّی علیہ وسلّم کے درمیان سولہ واسطے ہیں۔اور حضرت والا جاہ کا سلسلہ چستیہ وردالمریدین کے مطابق یہ ہے:

چشتیہ: الٰہی بحرمۃ شیخ نصرالدین محمود (1)، الٰہی بحرمۃ شیخ نظام الدین مداوانی (2) الٰہی

بحرمۃ شیخ قطب الدین بختیار کاکی (3) الٰہی بحرمۃ شیخ معین الدین سنجری (4) الٰہی بحرمۃ خواجہ عثمان ہارونی (5)، الٰہی بحرمۃ حاجی شریف زندانی (6) الٰہی بحرمۃ، شیخ مودود چستی (7) الٰہی بحرمۃ شیخ ابو یوسف چستی (8)، الٰہی بحرمۃ ابومحمد چستی (9)، الٰہی بحرمۃ شیخ ابو چستی، (10) الٰہی بحرمۃ شیخ ابواسحاق شامی (11) الٰہی بحرمۃ شیخ علی دینوری (12)، الٰہی بحرمۃ شیخ ابوہبیرہ بصری (13)، الٰہی بحرمۃ شیخ ابوحذیفہ چستی (14) الٰہی بحرمۃ شیخ ابراہیم ادہم (15)، الٰہی بحرمۃ خواجہ فُضیل بن عیاض (16)، الٰہی بحرمۃ خواجہ عبدالواحد بن زید (17)، الٰہی بحرمۃ خواجہ حسن بصری (18)، الٰہی بحرمۃ امیر المومنین علی، بن ابی طالب کرّم اللہ وجہہ، (19) الٰہی بحرمۃ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وسلّم [۳]۔

دونوں سلسلے حضرت شیخ جلال الدین مخدوم جہانیاں رحمۃ علیہ پر ملتے ہیں۔

(1) حضرت مخدوم شیخ حمزہ سلطان العارفینؒ خلیفہ۔

(2) حضرت سیّد جمال الدین بخاریؒ خلیفہ۔

(3) حضرت سیّد عبدالوہاب دہلویؒ خلیفہ۔

(4) حضرت مخدوم شیخ سید محمدؒ خلیفہ۔

(5) حضرت شیخ سید حامد اُچہّ بخاریؒ خلیفہ۔

(6) حضرت مخدوم شیخ سید ابوالقاسمؒ خلیفہ۔ (7) شیخ سید حامد کبیرؒ خلیفہ۔ب

(8) سید محمود ناصر الدینؒ خلیفہ۔

(9) مخدوم جہانیاں قطب عالم حضرت سید جلال الدین بخاریؒ [۴]۔

ازدواجی زندگی

اللہ کے رسول اللہ صلّی علیہ وسلّم کا ارشاد ہے''اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ'' (ابن ماجہؒ ۱۸۴۶)'' نکاح میری سنّت ہے۔''فقہاء نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے لئے نکاح کرنا واجب ہے۔ بعض کے لئے سنّت ہے۔ بعض کے لئے مُستحب اور بعض کے لئے حرام ہے۔ ہر ایک کے لئے نوعیت الگ الگ ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ دینِ اسلام میں ابتداء سے ہی بعض عظیم اور جلیل القدر اکابر عُلماء، صلحاء، محدّ ثین و مفّسرین نے تجریدی زندگی بسر کی ہے اور نکاح نہیں کیا ہے۔ لیکن اُنہوں نے رہبانیت اختیار کر کے جنگلوں، پہاڑوں، غاروں اور صحراؤں میں اپنی زندگی بسر نہیں کی اور نہ ہی کسی صورت میں ترکِ دُنیا کر کے زندگی سے کوئی فرار اختیار کیا ہے۔ بلکہ وہ آبادیوں میں رہ رہ کر اور معاشرے کے اہم ذمہ دار بن کر علمی، اصلاحی، روحانی، تدریسی اور تحریری شعبوں میں عظیم کارنامے انجام دیتے رہے ہیں۔ اور اُنہوں نے اُمتِ مسلّمہ پر اتنا بڑا احسان کیا ہے جس کا ہم بدلہ چکانے سے قاصر ہیں اور اُنھوں نے اپنی ازدواجی زندگی اُمت کے اہم مفاد اور خیر خواہی کی خاطر قربان کر دی۔

حضرت شیخ عبدالفتّاح ابوغدّہ نے اپنی تالیف''اَلْعُلَمَآءُ الْعُزَّابُ الَّذِیْنَ اٰثَرُوا الْعِلْمَ عَلَی الزِّوَاجَ''میں ایسے بہت سے اکابر علماء، فضلاء، زہّاد، محدّ ثین، اولیاء اور مفسرّین کا مختصر تعارف اور تذکرہ کیا ہے جنہوں نے علم اور دین

کی خدمت کو ہی اپنی ازدواجی زندگی اور عیش وعشرت پر ترجیح دی ہے۔اور ساری زندگی دینی خدمت کے لئے وقف کر کے عظیم اور بے مثال کارنامے انجام دیئے ہیں ان کی اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ بن نجیح المکی (۲) الادیب النحوی ابوعبدالرحمٰن یونس بن حبیب، البصری متوفی ۱۸۲ھ (۳) شیخ الاسلام حسین بن علی الجعفی المتوفی ۲۰۳ھ (۴) امام الزاہد العابد، ابونصر بشر بن الحارث بن عبدالرحمٰن المروزی ثم البغدادی المشہور باسم (بشر حافی) (۵) ھنّاد بن السریّ (۶) الامام المجتھد ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۷) المفسر ادیب نحوی الامام ابوبکر بن الانباری (محمد بن قاسم) (۸) امام ائمۃ العربیۃ فی عصرہ: ابوعلی الفارسی (الحسن بن احمد) المتوفی ۳۷۷ھ (۹) امام الحدیث والمحدّثین فی عصرہ ابونصر السجزِیّ۔ (۱۰) الامام ابوالقاسم محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمیّ الملقب فخر خوارزم (۱۱) الامام النحو اللغوی المفسّر المقری عبداللہ بن احمد الخشّاب الحنبلی البغدادی (۱۲) الوزیر جمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف الشیبانی القفطی ثم الحلی ۶۴۶ھ (۱۳) الامام النّواوِیؒ، شیخ الاسلام، علم الاولیاء محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النوّاوی (۱۴) الاما شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحرّانی ثم الدمشقی متوفی ۷۲۸ھ (۵۰) الشیخ ابوالوفا الافغانی، ثم الھندی المتوفی ۱۳۹۵ھ۔ العالمۃ الفاضلۃ کریمۃ بنت احمد بن محمد بن حاتم المروزِیۃ م ۴۶۳ھ یہ وہ کبار ائمہ اور علماء وصلحاء ہیں جو نکاح کرنے کے فضائل اچھی طرح جانتے تھے لیکن اُنہوں نے اپنے آپ کو علم اور دین کی خدمت کے لئے فارغ کیا اور اس عظیم خدمت پر کسی دوسری ضرورت کو ترجیح نہ دی۔

تاریخ گواہ ہے کہ پیغمبروں میں دو برگزیدہ پیغمبر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی مجرّد یعنی بے نکاح تھے۔اس طرح حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے باسعادت اصحابِ صفّہ میں سے بھی بہت سارے صحابہ کرامؓ نکاح کے بغیر تھے۔ تابعین میں بھی بہت سے بزرگ خاص کر خیر التابعین حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ نکاح کے بغیر تھے۔اولیاء کرام میں سے بھی حضرت رابعہ بصریہؒ اور بی بی مریم علیھا السلام بھی نکاح کے بغیر تھیں۔

ا: العلماء العزّ اب الذّ ین اثروا العلم علی الزّ واج (مصنّفہ :: عبدالفتّاح ابوغدّ ہ)

ہمارے مرشدِ برحق حضرت شیخ حمزہ مخدوم قدّس سرّ ہ نے بھی اپنی پروقار زندگی میں نکاح نہیں کیا ہے۔ بلکہ تجریدی زندگی گزاردی۔لیکن آپؒ نے ایسا رہبانیت اختیار کرنے کے لئے نہیں کیا بلکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ نے نہ ہی ترکِ دنیا کا راستہ اختیار کیا اور نہ ہی آپ کبھی جنگلوں، صحراؤں، پہاڑوں اور غاروں میں عوام سے دُور ہو کر رہے بلکہ دنیا کے لوگوں کے ساتھ شہروں قصبوں اور گاؤں میں رہ کر یادِ خدا اور خدمتِ دین میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق بھی انجام دیتے رہے ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ نکاح نہ کرنے کی وجہ سے آنجنابؒ کی کوئی صلبی اولاد نہیں ہے ۔لیکن یہ عیاں ہے کہ آپؒ نے اپنے عقیدت مند مردوں کو ہی اپنے بیٹے اور عقیدت مند عورتوں کو ہی اپنی بیٹیاں تصوّر کیا ہے جیسا کہ حضرت شیخ خاکیؒ رقمطراز ہیں۔

نسب صحبت قوی او رابہ عیسیٰ شد ازاں

کو بہ عصمت ہمچو عیسیٰ زادہ از مادر شد است

ہمچو عیسیٰ زیست بے زن لیک بے فرزند نیست

ہر مُریدِ او پسر ہر مخلصہ دختر شداست

ترجمہ: آنجنابؒ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نسبتِ صحبت بالکل قوی ہے۔ اسی وجہ سے آپ اس دنیا میں عصمت وعفت کی زندگی اپنی والدہ ماجدہ سے پیدا ہونے کے وقت سے آخری دم تک گزارتے رہے۔ (۲) آنجنابؒ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بغیر نکاح کے اپنی زندگی گزاری لیکن پھر بھی ماشاءاللہ آپؒ بے اولاد نہیں کیونکہ آپ کے تمام مرید مرد آپؒ کے بیٹے اور مرید عورتیں بیٹیاں ہیں۔

حضرت بابا داؤ دخاکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کے سالہا سال کے سخت مجاہدہ اور محنت شاقہ نے بھی ان کی صحت پر بُرا اثر ڈالا تھا۔

مغزِ سر سوختش از گرمیٔ ذکرِ چار ضرب

زان سبب او مبتلا اکثر بدردِ سرشداست

آرے آرے سینہ اش پر ز آتشِ عشق است ازاں

رنگِ آں روئے مبارک ہمچو خاکستر شداست

ترجمہ: آپ کے سرِ مبارک کا مغز ذکرِ چار ضرب کی تپش سے جل گیا ہے۔ اس لئے آپ کے سرِ مبارک میں اکثر درد رہتا تھا۔

(۲) ہاں ہاں: آپ کا سینۂ مبارک عشقِ الٰہی کی آگ سے بھرا ہوا ہے اسی وجہ سے آپ کے روئے مبارک کا رنگ خاکستر راکھ جیسا دکھائی دیتا ہے۔

حضرت مخدومؒ کے برگزیدہ خلیفہ حضرت میر بابا حیدر تیلہ مولی کی تحریر کے مطابق علماء کی ایک بڑی جماعت حضرت مخدوم کی خدمت بابرکت میں آئی اور آپؒ سے نکاح کے بارے میں استفسار بھی کیا اور بحث بھی کی۔ حضرت محبوب العالمؒ نے جواب میں علماء سے کہا کہ ''آپ جائیں اور میرے نکاح کے لئے کوشش کریں۔ اور اپنے میں سے کسی ایک کو نمائندہ مقرر کریں تا کہ وہ یہ کام انجام دے لیکن ساتھ ہی میں بتادوں کہ حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگوں کی ''لوحِ محفوظ'' پر کوئی باطنی نظر نہیں ہے۔ وہاں میری سرشت میں یہی تفرید و تجرید کی زندگی گزارنا درج ہے۔ خداوندِ کریم نے اپنی مہربانی سے آپ کو ظاہری علم عطا کیا ہے اور ہم لوگوں کو علمِ باطنی سے نوازا ہے۔ آپ کو علمِ ظاہری کی سند حاصل ہے جو کہ بالکل حق ہے لیکن ہم لوگوں کے پاس بھی علمِ باطن کی سند اور دلیل ہے اور یہ بھی اسی طرح بالکل حق ہے آپ اُٹھیں۔ میں آپ کی دلیل و دعویٰ کا کسی بھی صورت میں منکر نہیں ہوں۔ اسی طرح اگر میری حجت جو کہ علم باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ جھوٹ ہو تو میں کاذب ہوں''۔

اس بحث و مباحثہ کے بعد علماء و فضلاء کی یہ جماعت آپس میں مشورہ کرنے لگی کہ حضرت محبوب العالمؒ کا نکاح کہاں کرائیں! جہاں کہیں بھی وہ رشتہ تلاش کرنے کی غرض سے گئے وہاں سے وہ مکمل طور پر ناکام ہو کر واپس لوٹے۔ یہاں تک کہ اس جستجو میں بہت مدّت گزارنے کے بعد آخر حضرت محبوب العالمؒ کی بات کی تصدیق کی۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں آکر اس طرح عرض کیا کہ اے حضرت محبوب العالمؒ! آپ کے علم باطن تک ہماری رسائی کہاں؟ نکاح کرنا آپ کی قسمت میں نہیں ہے''۔[۵]

☆☆

حاشیہ:

ا: مطبوعہ دستورالسالیکن۔ص:69

۲:۲: مطبوعہ دستورالسالکین۔ص:71,72۔

۳:ا: مطبوعہ دستورالسالیکن۔ص:۷۶، ۷۷، ۷۸

۴: ایضاً۔ص:۹۶

۵:ا: مخطوطہ ہدایت المخلصین۔ص:۲۱۴

محمد عبداللہ بٹ منتظرؔ

حضرت شیخ العالمؒ عظیم انقلابی رہنما

یہ ہماری بدنصیبی ہے اور زمانے کی ستم ظریفی بھی کہ حضرت شیخ العالمؒ جیسی بلند پایہ اور برگزیدہ شخصیت جس نے وادیٔ کشمیر کے رہنے والے ہر فردِ بشر کو تہذیب اور شائستگی، علم و دانش اوصافِ حمیدہ، رواداری، دلنوازی، صبرِ جمیل، خودی اور خود اعتمادی اور کشمیریت کے جذبے سے مالا مال کر کے رکھ دیا۔ اس کے بارے میں صدیوں تک ہمارے مؤرخین نے خاموشی اختیار کی۔ کشمیری ادب وشاعری کے اس بابائے اعظم نے اگر اپنے مجموعۂ کلام میں اپنے افکار و عادات، اپنے نصب العین، اپنے مقصدِ حیات اور اپنے شب و روز کی روداد کے بارے میں معلومات واضح اور کہیں اِشاروں کنائیوں میں بیان نہ کی ہوتیں تو ہمارے لئے آج اُن کی اصل صورت جاننا ناممکن ہوتا کیونکہ ان کی ہمہ گیر شخصیت قیاس آرائیوں، توہمّات، کرامات وخرقِ عادات اور مبالغہ آمیزی سے جس قدر اُلجھا کر پوشیدہ کردی گئی ہے اس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

آپ کے ہمعصر مؤرخوں کی خاموشی تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ تعصّب اور خوف

واحساس کمتری کے شکار تھے۔ خاص کر جب حضرت زین العابدین ولیؒ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ سید سعد اللہ کو گدھے پر بٹھا کر رسوائے زمانہ کر کے رکھ دیا گیا۔ اور حضرت شیخ بہاؤ الدینؒ جو حضرت شیخ کے ایک قریبی دوست تھے کو درجۂ شہادت تک پہنچا دیا گیا اور مُلّا احمد ملک الشعراء کو پکھلی کے علاقے میں جلاوطن ہونا پڑا۔ اور سید میر اویسیؒ کا بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا گیا۔ تو صاحبِ قلم لوگوں نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی۔ ان کا قصور بھی نہیں کیونکہ بقولِ حضرت شیخؒ ماحول ہی اس قدر خوفناک بنا دیا گیا تھا۔ فرماتے ہیں ؎

پأز ڈیوٹھم کھٹِتھ کنن کشان راز ہونزس ڈیوٹھم پزنان کاو

عُقاب روپوش ہیں اور فضائے نیلگوں میں معرکہ آرائی سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ راج ہنس شیر اور کالے کوے بن بیٹھے ہیں۔

افسوس اس بات کا ہے کہ تذکرہ نویسوں نے کلامِ شیخ العالم کا سیر حاصل مطالعہ کئے بغیر ہی قلم اُٹھا کر ثوابِ دارین حاصل کے لئے سُنی سُنائی باتیں بغیر کسی تحقیق کے لکھ ڈالیں جن کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے سامنے اس بلند پایہ عظیم انقلابی عوامی رہنما کی تصویر مزید دھندلی ہو کر ایک فاقہ مست ہڈیوں کے ڈھانچہ نما راہب کی تصویر کے مشابہ ہو کر سامنے آئی ہے۔

حالانکہ شیخ العالمؒ وہ عظیم انسان تھے جنہوں نے کشمیری قوم کی فلاح و بہود کے لئے اپنی زندگی کے حسین ایام، اپنی بزرگ ماں، اپنی رشک حور بیوی اپنے معصوم لختِ

جگراور اپنی جاگیر و جائیداد تک کو خیر آباد کہہ دیا تھا۔

کٲشِرِ پھیٚۄرُس أنٛدی کأنٛسہِ کوٚرُم نہٕ براندی تڑٛاو
جنٛدس کریم ییٚلہِ پیٖوندی اتھ تہِ دوٚپ ہم فٕندی آو

کتنا کرب اور احساسِ دُکھ ہے اس عظیم رہنما کے دِل میں اپنے عوام کی بے رُخی پر۔ مانا کہ عزّتِ نفس اور خودداری کسی کا دروازہ کھٹکھٹانے سے مانع واقع ہوئی تھی لیکن کسی نے آ کر گھر بُلانے کی زحمت گوارہ نہ کی۔ پوری وادیٔ کشمیر کے لوگوں کے سر قیامت تک اس برتاؤ اور بے رُخی کی وجہ سے شرمساری سے جُھکے رہیں گے۔ جو عظیم انقلاب کا داعی ہو جاہ و حشمت اور سامانِ راحت اس کے لئے بوجھ ہوتا ہے۔ بقولِ اقبالؒ

خرقہ خود باراست بردوشِ فقیر

یعنے دوشِ فقیر پر خرقہ بھی بوجھ بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس حال میں لباسِ فاخرہ دستیاب ہونا اس عظیم انسان کے لئے کیسے ممکن ہوتا جو زندگی قوم کی اصلاح کے لئے وقف کر چُکا تھا۔ مگر قوم نے پوچھا تک نہیں پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری قوم نے جب دیکھا شیخ کامل چیتھڑے پہنے جا رہے ہیں تو چہ می گویاں کرنے لگے ارے بھائی فند باز ہے درویش۔ یہ سُن کر کس طرح دل کو ٹھیس پہنچتی ہوگی۔

علامہ اقبالؒ بیسوی صدی میں ایک رات کے پچھلے پہر اُٹھ کر خدا سے دعا مانگ رہے تھے۔

نصیبِ خطّہ ہو یارب وہ بندۂ درویش

کہ جس کے فقر میں انداز ہو کلیمانہ

علاّمہ اقبال کو کیا معلوم کہ وہ بندۂ درویش جس کے فقر میں انداز ہی نہیں بلکہ جو سراپا کلیمانہ تھا۔ نصیبِ خطّۂ گُل پوش کئی صدیاں پہلے ہو چُکا ہے۔ لیکن اسے نصیب جو قوم ہوئی اس کے بارے میں وہ خدا سے یوں شکوہ کنان ہے۔

آرِ پلن منز ناگہِ راد ژاوس

سأدھا رأوس ژوٗرن منز

مڈٕ گرن منز گوٗرا روۄس

راژِ ہونز روۄس کاوس منز

مالکِ دوجہان نے کن لوگوں کے اصلاح حال کرنے کے لئے مجھے اُٹھایا ہے یہی جوندی نالوں کے پتھر جیسی سیرت و کردار کی انسانی صورتیں ہیں میں ایک چشمۂ آبِ حیات تھا لیکن ان میں کھو کر گم ہو گیا ہوں۔ میں پارسا سیرت ان چوروں میں پھنس گیا ہوں۔ میں ایک عقاب ان کالے کوؤں کو تلاشِ منزل کرنے کی تربیت دیتے دیتے تھک چُکا ہوں۔ حضرت امیر کبیرؒ نے جوان شیخ کو ایک نظر میں دیکھ کر ہی فرمایا تھا۔

از پسرِ نیک میر عالمِ سر سبز شاداب خواہد شُد

اس نیک سیرت فرزند کی بدولت ایک عالم سرسبز و شاداب ہو کر رہے گا لیکن

ندی نالوں کے ہم جیسے کھُر دُرے پتھروں نے اس چشمہ کو نگل کر اس سے کسی اور کو سیراب ہونے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہی حال آج تک ہم نے حضرت شیخ نور الدین جیسے چشمۂ آبِ حیات کے ساتھ روا رکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

منگہِ ہا تہِ منگہِ نس چھِنہِ کانٛہہ باتھاہ
منگُن تہِ مَرُن چھےٚ اکِے وَتھ
حاتم طائی جگ دِیو داتا
دوان ژِ پانے تدبیر سُنٛد ہتھ

یہاں ادیبوں، قلمکاروں اور علم وذہانت سے آراستہ فنکاروں کی کوئی کمی نہیں مگر وہ حضرت شیخ العالمؒ کے کلام کی صحیح تشریح وترجمانی کرنے کے بجائے اس کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جن کا حضرت شیخ ؒ کے نظریات وافکار سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

پھل ڈھیر تژ اُوِتھ مل ڈھیر ووُم
گُل بودھ کھبنم دِن کیا رأتی
سون روف تژ اُوِتھ سرتل پرووُم
کرتل پھٹرروُم گری مس دژاُتی

میں نے صرف چار مصرے لکھے ہیں ورنہ پورا شُرکھ دس مصرعوں کا ہے۔
جناب شیخ کامل فرماتے ہیں: میں اس دُنیا کے کھلیان میں غلہ کے ڈھیر صاف کرنے

میں لگا بلکہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر صاف کرتا رہا میری عقل اور فکر برباد ہوتی رہی سونے اور چاندی جیسے قیمتی دھاتوں کے ضائع ہوجانے پر میں ہنستا رہا لیکن جب پیتل کا نقصان ہوا تو ماتم کرنے لگا۔

پۆز وَنان پن زن نٹکھ   اَپُز ونان لگی رس
حق ترٛأوِتھ زوگُم پرٛقس   یام سِترِ ترٛکس آیم بَرے

☆☆☆

کأشُر حصہٕ

مترجم: غلام نبی آتشؔ
اصل: آسام انڈی

مِزنگ فوک ٹیلز

پروفیسر ٹابورام ٹیڑ......

''کیا زِچھِ ہۆنس دِوان پنہٕ نِس پلیٹ فارمس پیٹھ کھسنہٕ۔''

پتھ کالہِ اٲسی بُڈٕ بٲژ جوراہ۔ بُڈس اوس ناو جونگکر تہٕ بُجہِ یا بولی۔ شُرِ مُر رۆستے آسنہٕ سببہٕ رۆچھ تِمو اکھلوکُٹ سور تہٕ اکھ ہۆن۔ تِم دۆنوے ییلہِ بُڈی بالیغ گئے، ہۆنی وۄن بُڈٕ بٲژن:

''دادُو......دادُد!

دادی......دادی!

کٔریو نامہربٲنی مےٚ دِیو پنہٕ نِس پلیٹ فارمس پیٹھ کھسنہٕ!

یام سورَس ہۆنی سُنٛد وَنن کنن گۆو، تِمی دِژنہٕ وِنہٕ نس تٲرِ ے۔

''تیٚلہِ گژھِ مےٚ تہِ پلیٹ فارمس پیٹھ کھسنٕک اجازت میلُن'' بُڈن ہۆزدۆنوٕنی ہٕنز کتھ تہٕ وۆننکھ۔

''اسہِ چھےٗ نہٕ کانٛہہ، یُس سونٛ کھہہ وایہِ ہے تہٕ تِمٕہ میٛژ بیولٕ وَونہٕ یٕنس لایق بناوِ ہے۔ تو ہہِ منٛز یُس اکھ کھہہ وایہِ، تِمٕہ میٛژِ بیول رٹنہٕ باپتھ تیار کَرِ، تِمٕس میلہِ سائنٛس پلیٹ فارمس پیٹھ کھسہٕ ٹکٕ اجازت''۔

سورن ہوٗ زبُڈٕ ہیٛژ کتھ۔ سُلہِ صُبحاٗے ییٛلہِ جاناوارو بولُن ہیوٚت، سور گوٚو کھٕہس پیٹھ۔ پٔنٕہٕ بڈٕ زیٹھِ کھونکھنہٕ ہیٚتی کھوٚنُن سورُے کھہہ۔ امی ہیٚتی دِیُتن یٹہٕ پھیُرِ۔ کھٕہچ میٛژ گٔے بیول وونہٕ یٕنس لایق۔ امی ساتہٕ آو پھیٖرِت تہٕ وۄنُن بُڈٕ بأژن:

''کھہہ چُھ بیول وونہٕ یٕنس لایق تیار، تُہٕ گژھِو تہٕ پانہٕ وُچھِو''۔

ہوٗنِس گوٚو وسورٕ سُنٛد وَنن کنن۔ باتٕمِرتھ نیٖن گُنی دَو کھٕہس تام۔ سورٕ ہیٛندِ ہن پنجن ہنٛدی سأری نِشانہٕ نہہ وِن تہٕ پننہٕ ہن پنجن ہنٛدی نِشانہٕ تھأوِن موجوٗد۔ واپس آو تہٕ وۄنُن بُڈٕ بأژن!

''دادُو......دادُد!

دادی......دادی!

مےٚ تھوو کھہہ بیول وونہٕ یٕنس لایق تیار گٔرِتھ، مےٚ کوٚر، مےٚ! تُہٕ گژھِو تہٕ پانہٕ وُچھو!''۔

بُڈٕ گوٚو کھٕس پیٹھ۔ اتہِ وُچھُن سأری ہےٚ کھس ہوٗنی پنجن ہنٛدی نِشانہٕ۔ تِمٕی زون زِ کھہہ تہِ ہٕنٛز تہٕ میٛژ تیار کرنٕچ کأم چھےٚ ہوٗنی گٔرمٕژ۔

لہٰذا آو ہوٗنِس بُڈٕ بأژن ہنٛدِس پلیٹ فارمس پیٹھ کھسنُک اجازت دِنہٕ تہٕ یہِ رواج چُھ ازتہِ منٛز چلہٕ وُن۔

ہۆس تہٕ پۄژھی لۆو

یہِ چھےٚ واریاہ پتھ کالچ کتھ۔ تیٚلہِ اوس ہٕسی تِس زِیوٚٹھلوٚٹ۔ لِٹس اندس پیٹھ اوٗسس شُبہٕ وُن گوٚن جٕنٛژ گونڈ۔ اکہِ دوہہٕ اوس سُہ لٕٹ کِلہٕ وان وَنس منٛز اورٕ یورٕ چکراہ کران۔ پۄژھی لوٚو اوس گرِ آنگنس منٛز بہتھ۔ تہنٛدِس گرس آوٗ ہٕسی سُنٛد لٕٹ ٹاس۔ سورُے گرٕ آس چھلہِ چھلہِ ؤسِتھ۔ اکھتے ژھیٚنی پۄژی لاوِس تہِ لِٹس ہناہ۔ سبٹھاہ پھیوٗرُس تہٕ زیوٚٹھ وٚوش ترٛ آوِتھ وٚونُن:

”ہے ٹاٹھیاہ! یہِ کیا آومیٔانِس یتھ یاوِ لِٹس گُد رِتھ!“

قسم کوٚرُن زِ ”ؤمس تارٕ بہٕ کُنہِ دوہہٕ فِکرِ!“

کینٛہہ دوہہ گٕنٛز رِتھ اوس پۄژھی لوٚو رُڈٕ گژھنہٕ ستی نہہ ونہٕ آمتِس دٕریاوٕ بٹھِس پیٹھ بہتھ۔ امی بٹھی بٹھی ووت ہوس تہِ اتھ جایہِ۔ پۄژھی لوٚو وُچھُن اڈوٗانِس بہتھ تہٕ وٚونُس:

”اوہو! ژٕ کیا سایتھِن کران؟“

چالاکھ پوٚژھی لاوی وٚونُس یکدم:

”بہٕ حض چھُس درٕیاوِ منٛز گاڈٕ رَٹنہِ آمُت۔ ژٕ تہِ کونہٕ رَٹکھ میانٛی پاٗٹھی دٕریاوس منٛز گاڈٕ!“

”بلاے اَنٛکھ سا! بہٕ چھُس نہٕ گاڈٕ کھیوٚان۔ لہٰذا چھنہٕ مےٚ گاڈٕ رٹنہِ!“ ہٕسی وٚونُس جواب۔

''پھر ہے پھأتی''۔پٔژھی لأوی وۄنُس زہرخنٛدٕ کران۔''ژکہِ آسکھ نہٕ ژٕ گاڑٕ ہۄڈٕ تھٕے ہبکان، تگأنی آسنے نہٕ! اَوے چُھکھ تنہٕ نہٕ کران''پٔژھی لأوی ہشز زُرٕ کی بۄ زِتھ وۄون ہٕسی''۔

''کیا زِ! ژٕ ے چھُے ناپیی! گاڑٕ رٹنہٕ خأطرٕ گرٛ ھِ جگرٕ دۄر آسُن''۔

ہٕسی تِس پھۄش پٔژھی لأوی ہشز وزُرکہٕ تہٕ ترُسوٕ ستی:

''گۄ وناچأنِ کِنیٖ چھُس نہٕ بہٕ جگرٕ دۄر! تم چھےٚ رایہِ۔وۄں گۄ ومےٚ اگرا کہِ لٹہِ گاڑٕ رٹہٕ ٹک معموٗلی طریقہٕ ہاونہٕ ییہِ، بہٕ رٹہٕ وُنی گاڑٕ''۔

چالاکھ پٔژھی لأوی وۄنُس:

''ہایہِ کوسہٕ بٔڈ کتھ چھےٚ! أسی یوڈٕ ناووٕ پٕنٕزٕ لٔڑ آبس منٛز۔تِہنٛس کالس تھاوکھ پٕنُن لۄٹ آبہٕ ہسے منٛز۔ییٚتس کالس میوٗن لۄٹ آبس منٛز روزِ''۔

ہۄس بیوٗٹھ پٔژھی لأوِس لرِ تہٕ ترٛ وۄن پٕنُن لۄٹ آبس منٛز ۔ پہراہ گۄ وتہٕ پریشان گرٛ ھِتھ لگی ہٕسی تَس ارِسرٕ تہٕ وۄنُن پٔژھی لأوِس۔

''دۄپے ہسا! مےٚ چھُ لٔٹس کُستام ژٕلٕ ہِوی ہوان!''

''پٔژھی لأوی کۄ رُھس زہرخنٛدٕ:

''وُچھتہٕ کیا گۄ وجان! یِتھنہٕ پان یالۄٹ گِلہٕ وَکھ۔یم آسن گاڑٕ وُشنیرٕ باپتھ چأنِس لٔٹس پیٹھ سمیٚمٕ تہٕ ژٕ ے چھُے باسان ژِپنہٕ ہِشہِ لگان۔ازوُ چھ بہٕ زِ ژٕ چھُکھ جگرٕ دۄر پۄش''۔

کھیٚچو کھیٚچو سٔمِتھ آمژ گاڑ ویٚتی ہٕسی ہشِدِس لٔٹس ژٕلٕ ٹمس آوسخ جیرٕ تہٕ وۄنُن

پۆژھی لاگؤ وِس:

''ہے میٲنہِ ٹاٹھیاہ! یہِ کیا چُھ۔ آبس منز میٲنِس لٟٹس گٔدران؟''

پۆژھی لاگوی وۄنُس'' ژٕ کیا گاڈن چُھکھ کھوژان!''۔

یۄ دوَے سٕہ ہۄس بےٚ آرأمی تہٕ نہ ژالنہٕ پٔنس لایق عذاب محسوٗس کران اوس تاہم اوس سٕہ ہاوُن یژھان زِ شوٗٹھ چُھنہٕ کُنہِ تہِ کاںٛسہِ تہِ کھوژان، شوٗٹھ چُھ اکھ جِگرٕ دۄرنر پۄش۔ یِتھٕ تِتھٕ کۄرُن سخ تاب تہٕ کھوژناون والہِ شرارتہٕ سان وۄنُن:

''نہ سانہ، بہٕ چُھس نہٕ کھوژٕی نبل''۔

کینٛہہ وق گٔدرِتھ وۄتھ پۆژھی لۄ وتھۄ دتہٕ وۄنُن:

مرحبا! سأنی کأم وأ ژائد۔ ژٕ تہِ ہیٚکھ ووٕنی تھۄ دۄٕتِھتھ''۔

تھۄ دۄٕتِھتھ وُچھ ہٕسی لِٹس کُن۔ نِصف لۄٹ تہٕ گۄن ہُژ گونٛد اوس نہٕ کُنے۔ دپان تنے پیٛٹھ چھُ ہَتبسن صرف ڈٕری تہٕ ژھۄڈ لٕٹ آسان۔

☆

أچھدرن راوِ رووپٕنُن زہر

پرانہِ زمانہٕ اوس أچھدر، اکھ زہرٕ بۄ رُت سرُ پھ۔ دوہہٕ اکہِ گۄ وشخصاہ ون کُن شِکارس۔ تہٕ پیٛیس بےٚ خبری منز أچھدرس پیٛٹھ لتھ۔ أچھدرن کھیٛیہِ ووٹھ۔ سخ گابریوو۔ أمس شخصس دِژٕن ٹۄ پھ تہٕ ژۄل۔

یِگاہ سمٕکھ أچھدر أکس کاوس تہٕ وۄننس:

''کاوِ بابا! یوِ دِژمےٚ أکس شخصس فلأنی جایہِ ٹۄ پھ۔ مہربأنی کٔرِتھ یِکھنا وُچھِتھ

زِسہ چھاموٗ دمُت کِنہِ زِنٛدٕ ے چُھ!''

کاون مون قآصِد بٔنُن۔ وُ پھان وُ پھان ووت تتھ جایہِ، یٚیمیُک نب نِشانہٕ أچھدرن وٚنمُت اوس۔ کاون ہٕنٛدی طورطریقہٕ چھِ سارِنے معلوٗم۔ أمی کاون وُچھ سُہ شخص اوس أچھدر ہٕنزِ ٹوپھِ ستیٚ موٗ دمُت۔ مگر واپس یِتھ وٚنُن نہٕ أچھدرس پوٚز۔

''ہتا یارِ چاأنِس أسس منٛز موجوٗد زہر چُھ ئلی، بےٚ فأیدٕ! سُہ شخص چُھ وارِ کارِ۔ گُنی درو کہِ دِأسہٕ منٛز یہِ بےٚ فأیدٕ زہر نبر دأ رِتھ!''۔

أچھدرن سوٗنٛچ اتھ پیٹھ تہٕ پانس ستیٚ وٚنُن۔

یٚیلہِ نہٕ میاٚنہِ ٹوپھِ ستیٚ اکھ تہِ انسان مُرِتھ ہیٚکہِ، یہٕ کیا زِللناوِ أسس منٛز یہِ ئلی زہر۔ کاوِچھ بلکُل پوٚز ونان''۔

کاوِ سُنٛد مشورِ مأنِتھ کوٚر أچھدرن قےٚ تہٕ دِیُتن سورُے زہر نبر دأ رِتھ۔ کوبراہ، پُہری تہٕ گٔہی یالوٕ کٔٹ بٔڈی سرپھ گےٚ جمع تہٕ یکقدم نیوٗکھ شروٗع گٔرِتھ أچھدر سُنٛد زہر چیٚتھ۔ أکس گُرِ ریٚیہِ گُن تہِ آیہِ کیٛنہہ چھکہٕ۔ تمہِ نیہِ تم یکدم لوٗتھ۔

دپان تیٚتھے پأٹھی چُھ أچھدرن پٔنُن زہر راوِ رومُت۔ امہِ زہرُک زیادٕ حصہٕ چُھ کوبراہ تہٕ بیٚیو سرپھو چوٚمُت۔ اَوے چھِ تم سرپھ زیادٕ وٕیہل تہٕ زہرٕ برٕ تی۔

☆

رہنو

خبر کمہِ ہفتا کالہِ گٔری پأدٕ کرن وألی سأری زُودارتہٕ بےٚ زو چیز پأدٕ۔ انسان، حیوان، جاناوارتہٕ باقےٕ زُوزأ ژ۔ بٔڈی تہٕ لوکٕٹ گُلی گٔٹ، کنہِ، سکھ، گاسہٕ زأ ژ۔ رِہنو

سروس(Rihinoceros) تھوٗن پننہٕ سوارِ باپتھ۔ أمس سوار سپدِتھ دِیُتن پانہٕ پأدِ کٔری متٕھن چیزن کُن چکراہ۔

اتھ سفرس دوران آیس اکِہ دوہہٕ نیٖنٛدٕر رٕہش۔ رِہنؤ پیٛٹھٕ وۄتھ بون تہٕ ترٛ أوِن أکس بٔڈِس کُلِس تل نیٖنٛدٕر۔ رہنوس کۄرُن بانٛت بانٛت زِتھنہٕ دور کھ۔ یۄ تام بہٕ نیٖنٛدٕر کرتۄ تام کھےٚ زِیٔتۍ تھےٚ گاسہٕ۔

رہنوس لۄگ گاسہٕ کھیٚنٛس بڈٕ مزٕ۔ پأدِ کرن وألِس مأ لکہٕ سُنٛد ہدایت گوس مُشِتھ۔ گاسہٕ کھیٚوان کھیٚوان گۄو واریاہ دوٗر نیٖرِتھ۔ پأدِ کرن وول ییٚلہِ نِنٛدرِ پھُٹ، پانس أنٛدی پکھی گوس نہٕ رِہنؤ کُنہِ تہِ نظر۔ پتٕن اکھ ہچُو کھرٛ او کھورلگوٗن رہنوس کلس۔ اِدسہٕ یتٕھن اوس تہٕ تیتٕھن، ییٚہِ دِیُت نس شاپھ:

''گژھ ژےٚ بٔنی نےٚ وحشی حیوان۔ شانٛن پیٛٹھ روٗزی نےٚ ہمیشہٕ آبہٕ رنگ۔ یتھ پیٛٹھ ہتھ بہٕ سوأری آسے کران''

رہنؤس بنیٚو موٚٹ وٕٹتھ وُڈِتھ ہیوٗ مُسلہٕ شانٛن پیٛٹھ۔ یُس کھر اوِ کھور پأدِ کرن وأ لی کلس لگاوِیوس، سہٕ آس زیوٗٹھ ہیٚنٛگ ہیوٗ نستہِ ٹھُکنہِ۔ یُس از تام موجوٗدٕ ےٚ چُھس۔

☆

بٔڈ کیٖکہٕ لٔٹ تہٕ سورٕ کتھ آیہِ وجوٗدس

قِصہٕ چُھ تمہِ زمانٕک ییٚلہِ پاتھلٕن مٔنز روزنہٕ باپتھ بالو چھالو پیٛٹھہٕ وٕستھ آسام کِس شُمالس کُن نیران أسی۔ أکس بالہٕ کھیٚگرِ پیٛٹھ سُمتھ لگی تم یکہٕ وٹہٕ بون بون وَسنہِ۔

تِمن پیۆ وٕ گہلوٕ وَنومٔزی تنگ کھمبرِ دار وَتو پکُن ۔ اکھ بالہٕ کولہِ ہن، یتھ مٔز آبہٕ ملرا کھ أ ِکس ٕستی چھاونہٕ یِوان اُسی، تہِ أس اکہِ انٛدٕ پاتھلِس کُن زنتہٕ کھرِ وِسان ۔ تِمن لٔوکن یتھن دوہہ لوسان اوس تٔتی نِے اُسی راتھ گُزاران ۔ زمینہٕ مٔزٕ کھٔنِتھ تہٕ تٕچھِتھ کڈٕنہٕ آمتی، کھیٚنہٕ یِنس لایق مختلف مۆل اُسی ٹۆکرِ بن شیرِ تھ پانس ٕستی پکناوان ۔ یِمے مۆل اُسی تِم کھیوان ۔ وتہِ پکان پکان ہرگاہ کانٛہہ جنگلی موٕ پاتھیو کھتھ تہِ اُسی پٔنٛن غذا بناوان ۔

صُبحٲے اُسی بیٚیہٕ سفرس نیران ۔ گُلبن ہنٛزٕ پٔتھرِس ٕستی وہراونہٕ آمٕژ زٕیچھِ گنہِ لٔنٛجہِ تہٕ پتھر لاینہٕ آمُت زِیٛن اورِ یورِ ڈالان ڈالان اُسکھ پیوان ئِدٕی وَتھ صاف کرٕنی ۔ واتان واتان وٲتی تِم أکِس گٔنِس وَنس مٔز ۔ یام ئِدٕی وَتھ بناوٕنی ہیٚژکھ، أکی تصرُف دران رُکٲوی ۔ دپان سُہ تصرُف داراوس امہِ گہلہِ وَنک مٲلک ۔ تیٚمی تیٚمی قبیلن امہِ وَنہٕ مٔنٛزی بروٚنٛہہ پکنُک پلہٕ کۆ رمُت اوس، سُہ اوس أمی تصرُف دارن رُکومُت ۔ لہٰذا پیۆ ووار یاہن دوہن تٔتھی جایہِ ٹھٔہرُن ۔

چھِ پانہٕ وَنان زِشوٹھ چھِ آفتاب تہٕ زۆنہِ ہٕنٛدی شُری ۔

اِہنٛدِس أکِس قبیلس چھِ وَنان کاردۆنگ (Kardong) ۔ دپان امہِ قبیلکی لۆکھ چھِ تارکن ہٕنٛدی شُری ۔ پاتھلبن کُن نیرنہٕ باپتھ اُسی تِم باقٕے ٕستی سارِنے پۆتُس رٕیٛمتی ۔ کاردونگو مٔزٕ اکھ شخص رلیوو ٕستی اکہِ ون چھپہٕ ہٕنٛدِس دنکاڈس پٔٹھ ۔ تصرُف دارن اُسی تِم تٔتھی جایہِ روٹہٕ کٔری ٕمتی ۔ أمی کاردونگن ہیۆت ونہٕ مٔزٕ بروٚنٛہہ پکُن نیرنہٕ باپتھ سۆنٛچُن ۔

چھِ تۆملس شراب بناوان۔ اتھ شرابس چھِ تِم پۆرو ،ا

پوٗنگ(Po-Ro-APONG) وَنان ۔ یہِ چھُ تیُتھ شراباہ ییٚمیُک طمع تصرُف در، بدروٗح تہٕ باقے یِژھ زاۓ ژٕ تام کران چھِ۔ کاردنگن گٔری امہِ شرابکۍ زٕ پیکیٹ تیار۔ یِم دوٚنوٕے پیکٹ تھاۓوِن وَنہٕ کِس تصرُف درس کتھی تہٕ لوٚگ تسنٛز پوٗزا کرنہِ۔ واریاہس کالس روٗد تِمس پوٗزاتہٕ منگہٕ منگ کران۔

کاردونگس اۓس تلوارٕ ستی۔ تُمۍ اۓس یہِ تلوار پھٕش دِتھ تیز کٔرِتھ تھاۓومٕژ۔ تصرُف دارگوٚو کاردونگ سنٛزِ پوٗزایہِ ستی خوش تہٕ گوٚو پوٗزایہِ ہنٛزِ جایہِ حاۓضر۔ یُتھ شرابکۍ پیکیٹ قبوٗل کرِ ہے۔ کاردونگ اوس اُتھی ساعتس کوٗس روٗد زِتھ۔ یُتھے تصرُف دار تمِس نکھٕ آو، تُمۍ تُج تلوار تہٕ یکدم کٔرِن تصرُن دارس زٕٹکرٕ۔ أمی ساتہٕ بنیوٗ وتسنٛدِس کلس سور تہٕ تسنٛدِس درس بنٛیِہ بڈ کیٖکہٕ لٔٹ۔ سورژٕول وَنس کُن تہٕ بٔڈ کیٖکہٕ لٔٹ ژایہِ بالس تل اٚکِس ریٚیہِ اَلِس منٛز۔

کاردونگن ییٚلہِ تصرُف دار مور، بناۓ گنہِ ونہٕ منٛزی پٔدی وتھ تہٕ وٲتی پاتھلِس منٛز۔

سہہ ہسنٛدِس مُسلس پٹھ رٕکھل ژرجہِ

سبٹھاہ پرٛانِس زمانس منٛز اۓسی نہٕ حیوان پانہٕ وٲنی ژُوان تہٕ لڑایہِ کران۔ رٔلِتھ میلتھ اۓسی روزان، تِژھ کانٛہہ کٲم اۓسی نہٕ کران ییٚمہِ ستی کانٛہہ مرِ ہے یا مارنہٕ ییہِ ہے۔ وَنن منٛز اۓسی قسماہ قسم گُلن ہنٛز وفوٗری تہٕ پشن اوس سولبہٕ سولبہٕ کھٕن پاتھان۔

تمہِ زمانہٕ آسہٕ نہٕ اٚزکی پاٗٹھی سہہ ہنٛدِس مُسلس پٹھ رٕکھل ژرچہِ!

تِمن دوہن اۓس اکھ بٔڈ ہسنٛز وَنس منٛز راج کران۔ دوہو مِنہِ مربو لاۓج اٚکس بٔڈس گاسہٕ پُتھرِس پٹھ زیادٕ کھوتہٕ زیادٕ گاسہٕ کھینہٕ سبب ژوٗنی۔ جگرٕ روٗد کیٖنژس کالس چلہٕ

وُن۔ آخرأ ژدونہٕ وِ ے مِنہِ مرِ پُٹن نیٲے ہتھ مٲلی کانہِ نِش۔ اماپۆز زأمس مٲلی کانہِ پیۆو اَمی وِزِ کمہِ تام ضرۆری کامہِ باپتھ بێیس وَنس گُن نیرُن۔ ٲہس کۆرُن مِنہِ مرٕن ہُنٛد مُقدمہٕ حوالہٕ۔ دۆپنس:

''نیٲے بۆ زِتھ گٔری زِیمن پُرامن فأصلہٕ کرنس منٛز مدد''۔

مٲلی کأنی دژ ایہِ تہٕ مِنہِ مربو کۆرٕ ٲہس نِش مُقدمہٕ پیش۔ دادِ بداد باوان باوان گٔے تِمن بێیہٕ بُتھی لاگٕے تہٕ ہیۆ تُھ جگرٕ کَرُن۔

ٲہس اوس بدنس منٛز گرٛبکہٕ وُن خۆن۔ سُہ اوس بےادبی پٮ۪ٹھ ناراض گژھان تہٕ اعتراض کران۔ یِیلہِ مِنہِ مربو پانہٕ وأنی بێیہٕ لڑاۓ لأج، ٲہس رۆدنہٕ پانس تام۔ گریز گٔرِتھ دِژنکھ دھمکی۔

زِ خطرناک نتیجو خأطرِ روزِ وتیار۔ اکہِ مِنہِ مرِ کۆر ٲہہ ٲنٛدِس وَنن ؤطرٕس پٮ۪ٹھ اعتراض۔ ٲہہ گۆ وناروناز۔ یکدم لأےنس زبردس چپاتھ تہٕ مِنہِ مُر گٔے مُرِتھ۔

یہِ حأدِثہٕ وُچھِتھ وۆن دۆیمہِ مِنہِ مرِ:

''ہے ٲہاہ! یہِ کُس کاراہ کۆر ژُتھ ژے۔ مون زِ أسی آسہٕ پانہٕ وأنی ژُوان مگر أسی ما آسہٕ اکھ أکس مارٕنچ حماقت کران! یہٕ وَنے ون پُشن ہٕنٛز تمام برادریہ زِ ژے مأرِتھ میٲنی وبس!''۔

یہِ بۆ زِتھ لٔج ٲہس رتس زیادَے گرٛبکھ۔ کُنی چپاتھ ترٛ أوِتھ رٔٹن یہِ مِنہِ مُر تہٕ أکی زبردس چپأ ژٕ ستی کۆ ڈنس بچارِ ژُو۔

یِمن قتلن ہُنٛد لۆگ نہٕ کأنسہِ پَے۔ راز رچھنہٕ سببہٕ دژ او ٲہہ تہِ دۆر جنٛگلس

گُن ژھۆپنہٕ۔

دۆیمہِ دوہہٕ آیہِ مٔلی کأنی واپس۔تمہِ وُچھ مِنہِ مرٕن ہٕنز لاشہِ۔اَمی ساتہٕ آیہِ وَن پشن ہٕنزٕ برادری ہٕنٛدی سأری ممبر بُلاونہٕ۔ہہہ گۆ ونہٕ حأضر۔مٔلی کانہِ کۆر سوال۔

''ہہہ کتہِ چُھ؟ تُمی چھےٚ یمہٕ مِنہِ مر مارِہمٕژ''۔

کأنسہِ فۆ رنہٕ کینٛہہ۔

نکھےاوس اکھ بۆ ڈُگل۔مٔلی کانہِ وۆن حأضِر پشٕن، مےٚ ہٕتی کُرِوتُہٕ تہِ بددُعا۔

یہِ بہٕ وَنہٕ تُہٕ تہِ ۄنوِتی۔مٔلی کانہِ وۆن:

''اے کُلہِ! ژےٚ آسیتھ یمن مِنہِ مرٕن ہُنٛد قأتِل ضرۆ رۆ وُچھمُت۔ یِتھہٕ پأٹھی رنگہٕ دار رِکھل ژرچہِ چانٕن بڈٕن ۄتھرن پٹھ بنأوِتھ چھےٚ، تِتھے پأٹھی تہٕ یِژھے ژرچہِ بنٕن قأتِل ہہہ ہٕنٛدِس مُسلس پٹھ''۔

یہِ شاپھ گۆ ونہٕ ضایہِ۔امی ساتہٕ گےٚ ہہہ ہٕنٛدِس مُسلس پٹھ رِکھ رنگدار ژرچہِ پأدٕ۔تنہٕ چھےٚ سارِنے ہہن یِژھے ژرٕ چہِ مُسلس پٹھ بنأوِتھ آسان۔

بژٔ آری کتھ

پژانہِ زمانہٕ آسہٕ برارِ وَنن منٛز وحشی حیوانن ہٕتی روزان۔اکہِ دوہہٕ سمۆیہِ وَنس منٛز روزن وألی سأری وحشی حیوان أکی ہٕے جایہِ۔مشوٗرٕ کُرِتھ بنأوِکھ بژٔ آر سارِنے پشن ہٕنٛز ووستاد۔ برارِ کُر یہِ ذمہٕ وأری قبوٗل۔ رِتی پأٹھی زندگی گزارنہٕ باپتھ لُج تِمن پرناونہِ۔گاسہٕ کھاوُنٛش ہیٚچھ نأوِن زِ یکہٕ وٹہٕ روٗ زِتھ،کتھہٕ کُنٛی گرٛھِ گاسہٕ دِ رٕ ڈُن تہٕ جڑی

بۄٹہِ کِتھِ گرٛھن ٹکنہِ۔ گُلبن پپٹھ کھسن وألی ہیٚچھ نأوِن گُلبن کھسنٕکی طریقہٕ۔ بڑٕ آرٕ خاندانس سٟتی تعلق تھاون وألی ہیٚچھ نأوِن شِکار کرنٕکی ول تہٕ ژھل۔

یۆ دوَے تمہِ برارِ خلوٗصہٕ تہٕ رٕتہِ دِلہٕ پٔنٕنۍ ذمہٕ وأری نِکھِ واجہِ، مگر وحشی حیوانن ہٕنٛدِس سماجس منٛز أس نہٕ تِمس کانٛہہ قدٕر ریوان کرنہٕ۔ توتہِ تھوو تمہِ پرناوٗن تہٕ ہیٚچھ ناوٗن جأری۔ ووں گۆو، وُنہِ اوٗسس سٟہہ، یُس شکارکرن والہِ برأرٕ خاندانہٕ کُے پۆشِ چھُ، گُلبن پپٹھ کھسنٕکی طریقہٕ ہیٚچھ ناونے تمہِ وۆن:

''ہے بایو! مےٚ چھِوٕ تُہۍ وُنہِ کیٛنٛہہ ضرٗوری چیز ہیٚچھ ناوٕنۍ۔ انسان ہبا چھُ حیوانو کھوتہٕ وارِیاہ بروٗنٛہہ تہٕ بہتر۔ تِکیازِ تِمن چھُ تگان نارزالُن تہٕ تمیُک فأیدٕ تُلُن۔ تِم چھِ امہِ سٟتی رنگہٕ رنگہٕ نعمژٕ رنان پاکہٕ وان تہٕ مزٕسان کھیوٚان۔ بہٕ ہیٚچھِ ناوِ تُہۍ تہِ نارزالُن تہٕ سُہ استعمال کرُن''۔

یہِ وُنِتھ دژ ایہِ سہِ برأرِ گنہِ آبأدی وألِس أکس گامس کُن نارانہِ۔ وتہِ پاکان پکان ہیوٚت تمہِ سوٗنچُن:

''اگر سیزر روٗد، بہٕ یمہٕ نہٕ واپس ووٚں روزٕ بہٕ بٔیہِ انسانن سٟتی۔ تِکیازِ واپس گٔژھِتھ پٔیہِ مےٚ سٟہس گُلبن کھسنٕک طریقہٕ ہیٚچھناوٗن۔ تہٕ اگر تِمۍ گُلبن کھسُن ہیوٚچھ، مُشکل حالاتن منٛز ہکہٕ نہٕ بہٕ تِمس نِش بچِتھ۔ سُہ کھیٚیہِ مےٚ ضرٗور۔''

واپس وَن نہٕ کھسنٕکی خیالن آورأو سُہ برأر پوٗرٕ پأٹھۍ۔

آخرتہٕ وأژ سو گامس منٛز۔ تمہٕ وُچھ پنہٕ وُتھرن وٕلِتھ گاڈٕ آسہٕ دزٕوٕنن تنٛبٕگلن ہٕنٛدِ جوشہٕ سٟتی أکس گرس منٛز بُزنہٕ یِوان۔ تِمس آو أسس آب تہٕ سوٗنچُن۔

''ہرگاہ مےٚ کھیٚنہٕ باپتھ بُزٕمژ گاڑ پاتھٕن نہٕ۔ووں واپس کھسنہٕ کھوتہٕ چھُ بہتر یتی قرار کرُن۔توتہِ ہکہٕ بہٕ تِمن ؤتھرن لیٚوِتھ یمن منز گاڑ ؤلِتھ آسہٕ۔تہٕ اِد کھسہٕ واپس وَن کُن''۔

یتہِ پأٹھی پیٹھ برأر انسانن ستی روزنہٕ باپتھ گامہٕ ہیے منزٕ۔جنگلن منز اوس سہہ پریشان زِبرٔ أرکونہٕ سنا آیہِ پھیرِتھ تہٕ شوٗٹھس روٗز تربیت پراوَنے!تُمی سوٗ زہوٗن برارِ ہُنٛد پے پتاہ ژھارنہِ۔

ہوٗنی وُچھ برٔ أرگامس منزٕ أکس گرس منز پلیٹ فارمس پیٹھ۔وِنیونس سہہ چھُے پراران تہٕ واپس کھس وَن۔برارِ مانیس نہٕ زٕ کتھِ۔ہوٗن پراریوس پلیٹ فارمس تلہٕ کنہِ۔بیچارٕ تمے ژھوٹہٕ پھٔلی اوس کھیوان۔یم پلیٹ فارمہٕ پیٹھ بون لاینہٕ أسی یِوان۔رائے أسس یہِ زِیام برأر پلیٹ فارمہٕ پیٹھ بون وَسہِ،شوٗٹھ نیس کھکھرِ جنگل کُن۔ہوپأری أس برٔ أر پراران زِہوٗن یُتھے نیرِ،شوٗٹھ تہِ نیرِ تُیُتھے یٚیمہِ گرٕ منزٕ۔دہ نوٕے أسی یِی سونچان مگر نیران اوس نہٕ دہ یو منزٕ اکھ تہِ۔یتہِ پأٹھی گوٚو ہوٗن تہِ أتی روٗزِتھ تہٕ برأر گیایہِ أسی تہٕے۔

تنہٕ پیٹھ چھِ برٔ أر تہٕ ہوٗن انسانس ستی روزان۔

ننہٕ موٗنٛڈ جہِ کیا زِچھےٚ پھوہرِ شانہٕ

کولہٕ بُٹھِس پیٹھ اوس راتہٕ کرٛیل پلو چھلان۔خوشکی پیٹھ روزان واجینٛز بُڈ ننہٕ موٗنٛد جاأس نکھے کُلی زرنٛڈ وٕمنٛزی وُچھان۔تمہِ وأے کھروٗنی تہٕ کھوژناون واجینٛز شُرِنی۔

راتہِ کرپل کھؤ ژتہِ زیچھِ پکھِ وایان وایان ژوّل گنی وُپھِ ۔ وُژھِ گگر اوس نزدیکے ۔ أکس موِ گُلس پٹھ کھرمڑ راٹھ ہنڈِس اویزان موس ژوّپ ژوّپ کڈان ۔موِ ژوّٹُن تہِ بوّ رُن أسس ۔ پھرٔ پٹیمتِس راتہِ کرپل ہنزِ زیچھِ شی شی آوازِ ستیٚ گابریوو تہِ موِ آو أسہِ منز پتھر لاینہِ ۔ گُلس نش أس مِنہِ مُژ گاسہِ کھیوان ۔ تمس ییٚلہِ ہنگہِ منگہِ بےٚ خبری منز موِ پٹھ پیوٚو ۔ تمہِ تُج ژُپنجہِ دَو ۔ تسِنڈِ تیز دونہِ ستیٚ لوٚگ بأنسہِ گُلِس دکہِ تہِ تتھ ژھیوٚن اکھ ٹُکرِ ۔ بأنسہِ ٹُکرِ نیوٚ واون دوٗرتام وُپھنأوِتھ تہِ ٹھوٗسُن أکس کنہِ کُن ۔ کُنی وژ ڈُلگِنی دِوان کولہِ بٹھِس پٹھ ۔ اتہِ أس کولہِ نأیز ۔ تمس بچارِ ژھینہِ زنگہِ ۔ تمس کھؤ شرارتھ تہِ دِیتُن سرپھس لچہِ ژوّپ، یُس امہِ ساتہِ أتی اوس ۔

نکھے أسی أکی لوٚکٹ جاناوارن أرِلس منز ٹھوٗل ترٛأوی متو ۔ لچہِ کھٹِس سرپھس کھؤ شرارت تہِ کھیٚین أمس جاناوار ہنڈی سأری ٹھوٗل ۔ جاناوار گوٚو کمیوٗنٹی کونسلس منز شکایت ہیتھ ۔

امی ساتہِ آیہِ کمیوٗنٹی کونسلچ میٹنگ بُلاونہِ ۔ أتی ہیوٚت تمو سارِنے ہُنڈ داد بِداد بوزُن ۔ گوڈِ نیتھ روٚٹکھ سرپھس نش بیان ۔ تمی دوٚپ:

''مےٚ ژوّٹ کولہِ نأیزِ لوٚٹ ۔ اَوے آس شرارتس لاینہِ ۔ أمی ہسکو وُس ٹھوٗل کھیٚنس پٹھ'' ۔

کولہِ نأیزِ لوٚد کنہِ رٹہِ ۔ کنہِ دوٚپ، قصوٗر چھُ بأنس گُلِس یُس ہنگہِ منگہِ مےٚ ستیٚ زوٚرِ چھاونہِ آو ۔ بأنس ٹُکرن دوٚپ قصوٗر چھُ مِنہِ مرِ، مِنہِ مرِ وٚون، خطا چھُ موس، یُس مےٚ پٹھ لاینہِ آو ۔ میوٗن دوٚپ رٹہِ چھُ وُژھِ گگرس ۔ تمی وٚون خطا چھُ راتہِ کرپلس تہِ راتہِ

کرٛپلن وٕون:

’’خطاچھُ نٮ۪نہِ موٗنٛڈ جہِ، یٮ۪مہِ مےٚ ہنگہٕ منگہٕ پھرٛ ٹھ کریوٗ‘‘۔

کونسلسن پُرژھ نٮ۪نہِ موٗنٛڈ جہِ:

’’ژےٚ ماچھےٚ پننہِ بچاوِ باپتھ کینٛہہ وَنُن‘‘۔

نٮ۪نہِ موٗنٛد جہِ ہیوٚک نہٕ کہنہٕ وٕنتھ۔

نٮ۪نہِ موٗنٛڈٕ ج آیہِ قصوٗر وار ماننہٕ۔ کونسلن بوزنوٚ وسزاہ۔ کونسلکوٚ ممبروٗٹ نٮ۪نہِ موٗنٛڈٕ ج تہٕ تروٕ ہَس توٚت سوٗر شانس پٮ۪ٹھ۔ تتَےٚ پٮ۪ٹھ چھہِ تُمی ستیٚ نٮ۪نہِ موٗنٛڈ جہِ ہنٛزٕ شانہٕ پھوہرِ۔

بژٲرٕن تہٕ ہوٗنٛن کیاژِ پانہٕ وٲنۍ دُشمنی

سبٛٹھاہ پرٲنِس زمانس منٛز اوس أکس گامس منٛز بژو تہٕ ہوٗن یکہٕ وٹہٕ روزان۔ پانہٕ وٲنۍ اوسُکھ جان یارانہٕ۔ اورِ یور ہےٚ گژھہٕ ہن تہٕ یِکہٕ وٹہٕ۔

اکِہ دوہہٕ گےٚ دوٕ نوٕےٚ دوس أکس ہمسایہِ گامس منٛز۔ اتہِ اوس أکس مکانس پشہِ پٮ۪ٹھہٕ ٹھیلاہ الونٛد۔ ٹھیلس منٛز اوس سون۔ امہِ ساتہٕ اوس نہٕ اتھ مکانس منٛز کانٛہہ انسان۔ برور کھوٚت پشس پٮ۪ٹھ تہٕ وولُن ٹھیلہٕ۔ ہوٗنس دوٚپُن:

’’وون تُلُن ژٕ یہِ ٹھیلہٕ پننہٕ نٮ۪ن پھیکٮ۪ن پٮ۪ٹھ‘‘۔

ہوٗنۍ تُل ٹھیلہٕ پھیکٮ۪ن پٮ۪ٹھ تہٕ دوٕ نوٕےٚ دوس لٔگی پننہِ نِس گرس کُن پکنہِ۔ پکان پکان پیٚیہِ تِمن وَتہِ پٮ۪ٹھ پیمتِس ناٹہِ پھٔلِس پٮ۪ٹھ نظر۔ ہوٗنۍ دِیُت پھیکوٚ پٮ۪ٹھ ٹھیلہٕ پتھر دأرِتھ تہٕ دِژٕن ناٹہِ پھٔلِس تھپھ۔ بژٲرۍ زون موقعہٕ غنیمتھ تہٕ پانہٕ سےٚ ستیٚ ووٚنُن:

''اگر بےٚ یہِ سوٗنہٕ ٹھیلہٕ پننہٕ نِس مأِلکس نِش واتناوِن تُمس گژھہٕ بےٚ زیادٕ ے ٹوٗٹھ''۔

بڑٕ آری ٹُل ٹھیلہٕ تہٕ ہیٚژن دَوٕٹلُنۍ۔ ہوٗن لاریوٚس پتے۔ برووکھوٚت ٹھیلہٕ ہٹھ یکدم أکس گُلس پٹھ۔ ہوٗنِس اوس نہٕ گُلس تگان کھسُنۍ، لہٰذا بیوٗٹھ أتی گُلس تل پرارنہِ۔ گُلہِ پیٹھے ووٚنس بڑٕ آری:

''ہتا ہ یارٕ! ژٕ کتھ پراران۔ یوٚ تام ژٕ پتھن روزکھ توٚ تام کتہِ وسہٕ بہٕ بوٚن!'' ہوٗنی وونُس..... ''مگر پننہٕ نِس فطرتس تہٕ خصلتس کیا کرکھ یوٚ تام نہٕ بوٚن وَسکھ''۔

بڑٕ آری وونُس:

''وُچھ، بہٕ کیا کرٕ!''۔

برور بیوٗٹھ أکس لنجہِ پیٹھ تہٕ لگوٗن ہوٗنِس پٮ۪ٹھ پیشاب تہٕ نجاست۔

ہوٗن ژوٚل مگر قسم کوٚرُن:

''یُس تہِ برورزاتھہ مےٚ بروٗنہہ کُنہِ نیرِ تھ میأنی وَتھ ژٹہِ، سُہ مارن بہٕ ضرورٕ''۔

امی دوہہ پیٹھہٕ بنیہِ ہوٗنی تہٕ بڑٕ آری پانہٕ وأنی جأنی دُشمن۔

ٹابو رام ٹایڈ یُس تالوٹایڈ (1اگست 1942۔ 17اگست 2019) ہِنٛدِ ناوٕ زانہٕ اوس بوان، اوس اکھ ہندوستأنی مأہرِ تعلیم، مأہرِ لسانیات، لکھأری تہٕ منتظم۔ سُہ اوس ہندوستان کس گُنا سوتی اینگیا لکھنپور آسام ''میزنگ'' آدھی واس قبیلس سٟتۍ تعلق تھاوان۔

سید اختر منصوٗر

رسول میرٕنی پوشہِ مال

عشقہٕ کس رازٕ دربارس منٛز معشوقہٕ ہٕندِ تازٕ یاوٕنکی رٔسلی تہٕ مۄشہٕلی نغمہٕ سازسنطوٗر، چنٛگ تہٕ نَے اوٚک طرف ترٛاۄتھ دلہٕ چھِن دُبراہن ہٕندِس سازس پیٹھ وۄتلاوِتھ حُسنٕکی ناز تہٕ لوٕلکی راز باوٕنی زانہِ رسول میرٕ ے۔ میر ہٕندی نغمہٕ چھنہٕ فقط حُسنہٕ ترٛٲرتہٕ عشقہٕ مژر گوشن کران بلکہِ چھِ صوٗرت گری تہٕ مورت سٲزی ہٕندِ اولہِ تہٕ زاولہِ فنی ہُنرُک تہٕ بِترٛیُک سُہ مظاہرٕ کران زِ اَچھرن ہٕندِ مِلا پُک اَنہٕ چھُ تمن حُسنہٕ پیکرن ہٕندی عکس دید مان اَنان یمن ہُنٛد جمال خیالس تہٕ عش عش کرناوان چھِ تہٕ باضے نظرن غش کھیاوان چھِ۔ حُسن اظہارٕکی ول، خیالن ہٕنٛز شدت، بیانٕچ سنجیدگی، احساسٕچ باریک بینی، لہجٕچ لے، وپر اوٗک تہٕ چھپراوٗک سنٛر تہٕ نظرن ہُنٛد ووتھٕ واشر چھِ رسول میرس معشوق ہٕندِ حسنٕچ گرٛاے کٔرِتھ لَتس لفظن ہُنٛد سُہ پیکر تراش بناوان یَس بروٚنٛھ کنہِ ساز و سامان ہیتھ تہِ وٕتھکی آذر لاجواب چھِ باسان۔ میر ہٕنزِ شاعری پیٹھ چھِ حُسنہٕ کہِ موضوعُک پوٗرٕ غلبہٕ تہٕ عشق چھُ اَتھی غلبس منٛز پننی مکمل شناخت قٲیم تھاوِتھ اکھ ربطُک تہٕ ضبطُک تاثُر پادٕ کران۔ حالانکہِ باضے چھِ اکہِ ضبطُک سوٚتھ ییرِ گژھان تہٕ نظرِ یِوان۔ میر چھُ معشوق ہٕندِس کردارس منٛز

نفاست، نزاکت تہٕ ماٲری منز رووٕتلاوُنک ماہر۔ سُہ چُھ جذبن تہٕ امارُک تصور جمال سپٕد پٮ۪شر اَوِتھ مثالہٕ قاۍم کران۔ حُسنٕچ کس پٲٹھۍ اوس منز عشقہٕ کٮ۪ن تقاضن ہُند دامن بران۔ شاعری ہٕنٛد کیمرہ یوسہٕ تصویرکشی میر صاٖبن چھِ کرمٕژ سُہ چُھ تُمی ہٕنٛدِس محبوٗب سُنٛد جمال کمالس واتناوان تہٕ قاری لیس ظاہری چشموتہٕ ہاوان۔ یہٕ میرجگرٕ چو چشمو محسوٗس چُھ کران تہٕ پتہٕ تتھ تہذیب تہٕ تمدن کس تناظرس منز وردن تہٕ گہنہٕ پٲٹھۍ راَوِتھ انہار بخشان، ووٕنی گوٚ وقٲری چھِ پننہٕ حساسیت تہٕ جمالی کشش حسابے حض ٹلان۔ میر چُھ حُسن جمالہٕ فطرت کہو پرمانو تولتھ تژ اوان۔ اکثر تہٕ بیشتر رومانیتکہٕ ٹکسالہٕ ضرباوان تہٕ باضے چھِ اتھ خدخالس عرفانکس میزانس کھالنٛک باس تہٕ دِوان۔ میر ہٕنٛدِس تصورِ حُسن تہٕ جمالِ معشوق چھِ پرکھایہٕ ہُند طرح تہٕ طرز چُھ بیٚون تہٕ بدٕ ن یُس نہٕ عام پٲٹھۍ باقی شاعرن ہٕنٛزِ پیکرتراشی اند ردر پٮ۪ٹھۍ چھُ یوان۔

رسول میرن دِیٔت غزلس تہٕ خاص کراتھ اند رموضوعِ حُسن تہٕ پیکرسازی تہٕ جذبۂ عشق ہوبن موضوٗعن جدید تہٕ نوبن لہجہٕ۔ امیک اکھ عکس اگر چہٕ محموٗ د گامی ہٕنٛد بن وژنن اند راوس ہنا گوڑے ووٕتلاونہٕ آمُت۔ اماپوٚز رسول میرنی تخلیقی بہتری، فنی وسجارن، لسانی ورتاون تہٕ حساسی بالیدگی یُس نوٚ وروپ غزلس تہٕ امہٕ کٮ۪ن نفسِ مضموٗنن عطا کوٚر تتھ اند رچھِ تمہٕ وِزِمیسر شعری سرمایہ حسابہٕ کُنہٕ حدس تام رواتیٚچ بغاوت تہٕ تہٕ نووِ روایتُک قیام تہٕ پننہٕ آسنٛک باس دِوان۔ نووِراوایتکہٕ اُمی قیامن دِیٔت غزلہٕ شاعری اکھ وِقار تہٕ مرصع نگٲری ہٕنٛز سپُن پیکرتراشی ہٕنٛدِس فنس اکھ بلند معیار تہٕ رواج حاصل۔ امہٕ پتہٕ چھُ یہٕ فن برابراز تام کاشُر ادبُک کٲر ووٕ گناوان تہٕ شاعری پیکرن ہٕنٛزِ زیباشہٕ تہٕ

نورٕ ستۍ مالا مال کران۔ شاید چھِ اوے کنہٕ سأنۍ محقق یێمہٕ باوتکۍ قأیِل زِ رسول میر چُھ شأعرن ہنٛد اکھ بڑ کاروانٛگ وتہٕ ہاوُک یاوَنو زِتس پتہٕ پتہٕ والین غزلہٕ شأعرن ہُنٛد امام۔ تہنٛز شأعری چھِ یہِ اکھ اہم خصوٗصیت حأصِل زِ امہٕ کہٕ وتہٕ پٔد وۄتھ رسانہٕ غزلہٕ شأعری ہُنٛد دامانہٕ تہٕ سون ادب گۄ ومأرۍ منٛز وتخلیقو مالا مال۔ روایتہٕ کس بغاوتس منٛز کوٚڈ رسول میرن معشوق بالافطری کردارٕ نبر تہٕ رنٛزنوۄن زمینی سطح کس اُکس رٕسلس تہٕ ٔمۆ ہلس روپس منٛز نوبن نوبن ناون ہنٛدی کمخأبی وردن پأرأ وِتھ کوٚرن تٔمۍ ہنٛدِ جمالُک اظہار۔ بقولِ پروفیسر شاد رمضان ''رسول میر چُھ پننہٕ وقتُک سُہ گوڈنیُک شأعری یێمۍ بالافطری لولہٕ بجایہٕ زمینی لول ورتوو تہٕ روایژ برعکس مردانہٕ لجس منٛز۔ یس ہنٛدی عشقن سُہ ورفتار کوٚر.......سوأ س یێمی میٚو ہنٛز نازل یِمس سُہ گاہے کونگ تہٕ گاہے پوشہٕ مال ناو گرِتھ لولِکۍ تہٕ عقیدتکۍ نذرانہٕ سوزان چُھ۔ یوٚ زرسول میرن یہِ زمینی لول چُھ تہنٛدِ باپتھ پاک، سُہ چُھ تس باضے عشقہٕ مسجد ناوکران، باضے تہنٛزن بُمن محراب تہٕ رویس کعبہٕ زأنتھ سجدٕ کران تہٕ باضے کُفر کرتہٕ اسلامکو رسمی زوالان ڈٔٹھ تہنٛدِس رویس تہٕ زلفن دین تہٕ مذہب زأنتھ مونہٕ تہٕ میٹھی کران'' ۔

رسول چُھ زأنتھ دین مذہب روخ تہٕ زُلف چأنۍ

کۄ زانہٕ کیا گوٚو کفر تِہ اسلام نگارو

یہِ اوس نہٕ کأشرِ شأعری منٛز فقط اکھ نوٚ وِدورُک ڈسلابہٕ بلکہِ اکھ باغیانہٕ اعلان یێمہٕ ستۍ کأشرِ شأعری اکھ پوشہٕ وُن جہار مۆل''۔

عقیدتی پس منظرس منٛز یا تصوف کس رجانس منٛز کیا حیثیت چھِ رسول میر

ہِنٛدِس اتھ باغی وو ہارس سۄ چھُنہٕ میٚون موضوٗع، سۄ چھُ بیٚون پأٹھی بحث طلب۔ ووٗنی گوٚ وادبی منظرنامس منٛز چھہِ یہِ کتھ عیاں سپدان زِ میر سُنٛد معشوق چھُنہٕ صرف سۄ اکھ کردارٕ ےیوت یس سۄ عیدژ ندرِ کی پأٹھی گاران، ژھاران تہٕ پڑاران چھُ بلکہٕ چھُ یہِ ٹیتھ کردار ییٚمی تمہِ دورٕ پیٹھٕ سانہِ شأعری منٛز اکھ مرکزیت پرأو۔ ییٚمی سرتاز استعارن، تشبیہن تہٕ اصطلاحن زاین دِیُت ییٚمی لسأنی پأراوس اکھ نوٚو وجہت عطا کر۔ ییٚمی روأیتی عکس مقابلہٕ اکھ سۄ عکس ووتلاویُس أکس نۆوس رۄپس منٛز بروٚنٛٹھ کُن آویُس رومأنی تارن مضراب دِتھ جذبن وُتشاودِنٛکی سادن فراہم چھُ کران۔

سارِوٕ ےکھوتہٕ یہِ زِ أمی انہارن کوٚر ہِنہٕ نوٕ جلوٕ ستی کأشُر ادب رنگہٕ ہأری۔ میر سُنٛد محبوٗب چھُ نوز کی ہنٛز علامت بنِتھ سنن تہٕ گنن والہِ حسٕنچ ترجمأنی کران۔ وۄنہٕ وِگنہن تہٕ سورگہٕ حوٗرن ہنٛدِ جمالُک أنہٕ۔ میر چھُ محبوٗب ہِنٛدِس آکارس منٛز ممینہٕ سے پیٹھ زۄنہٕ ہُنٛد درشُن کران، تمہِ زۄنہٕ ہُنٛد یس پیتھ عالم چھُ مُتی۔ یہِ چھُ اکھ سۄ رۄپ ییتھ اندر میر سُنٛد جانانہٕ تُمی ہِنٛدِ شعری أنہٕ منٛز جلوٕ نما چھُ سپدان تہٕ رسول میر نہٕ فریفتگی ہُنٛد سرِ بازر اعلان کران۔

شۄبان روخ چون قندر ہارِچ زۄن زن تابان
خوبانِ عالم ماہِ مہربان دِپان چھی

رسول میر چھُنہٕ صرف معشوقس پتے مَران بلکہٕ چھُ تُمی سنٛز شأعری ہأوِتھ دِوان زِ میر چھُ فطرت کہن نظارن مُتی اوسمُت۔ اَدے چھُ قو درتچہٕ خوبصوٗرتی ہُنٛد بسیار تذکرٕ شعرن جمالیأتی تصورس تسکین بخشان۔ اَتھ شأعری اندر چھُ معشوق أتھی حُسنہٕ

قو درتِکس تنوظرس منزٕ شٔبین تہٕ علامتن ہٕنٛدِس قنٛدیلس منزٕ حُسنٕچ تشہیر پراوان۔ میر چُھ پانہٕ پوشن ہٕنٛدس جمالس ویٚو رتُلنگ عأدی تہٕ اَوے چُھ معشوقس تہِ گرٛا پوشہِ مال تہٕ گراعشقہٕ پیچان وٕنتھ امارس آسوٗ دگی ہٕنٛز کیفیت بخشان۔ ووٚنی گوٚ واتھ کیفیتس منزٕ چُھ نزاکتُک سُہ فضا ووتلاوان یُس شأعرس أمس پوشہِ مالہِ ہٕنزن گِنٛدٕ باشن پٹھ قربان چُھ کران۔ پوشن ہٕنٛز یہِ نزاکت چھِ تمہِ وِزِ عروٗج کِس ہمالہٕ ہس پٹھ واتان ییٚلہِ میر معشوقس نہ صرف پوشن ہٕنٛدِ انہارٕچ تشبیہہ دِوان چُھ بلکہِ چُھ پوشن ہٕتی تول کٔرِتھ حُسنہٕ کِس عالمس منزٕ تختس کھالان اِدٕ ییٚلہِ سُہ فقط ڈاے تُلی پوشن ہٕتی أمس ہم وزن بناوان چُھ أتی چھِ لفظأوی پیکر تراشی انتہا لبان۔ اَتھ جلوٕ گری منزٕ چھِ میر صأبنٕ پوشہِ مال حُسنہٕ کِس تتھ سازس ہٕگنگراے بخشان تیٚچ لے یندرازس تہِ محل ترٛ اأ وِتھ ہوشوتہٕ گوشو بوزنس مجبور چُھ کران۔ یہِ پوشہِ مال چھِ رِنٛدٕ بٔنتھ فکر وتہٕ زمان کہٕ تقاضو نِشہِ دامن دِٕنتھ پوشہِ جامن منزٕ گتہٕ گیوٗر کٔرِتھ محوِ رقص یُس رسول میرس چُھ دیوانہٕ بناوان۔

رونہِ گوڈ کے یامتھ بوزُن ساز ساز بوزنہِ پانہٕ آو شاہ یندراز

پوشہِ مال چھم پوشہِ تُلی ڈایہِ لولو رنٛدٕ پوشہِ مال گِنٛدنےٕ دڑایہِ لولو

یہِ چُھ اکھ مونمُت پزر زِ شأعر یا طألب چُھ معشوقس یا مطلوٗبس تِتھٕی عنصرس ہٕتی تشبیہہ دِوان یا تمہِ کہِ ہٕسے منہٕ مانہٕرس اند رپیش کران یہِ تس پانس وِیہٕ تہٕ پریہِ تہٕ جمألیاتی شعوٗرس کرٕبس گاشہِ ہٕری۔ گوڈٕے آو عرض کرنہٕ زِ میر چُھ تِتھٕے کٔنی حُسنِ فطرتس پتھ پھلوأے یتھِ کٔنی سُہ حُسنِ معشوقس پتھ دیوانہٕ چُھ۔ اَوِ کِنی چُھ تُمی ہٕنٛدِس ناوس ہٕتی کارخانئِ قدرت کِس جمالس تارٕ جورِ وان پوشن ہٕنٛز کتھ کٔرِتھ معشوق ہٕنٛدِ جمألی

اظہارِ چ وَتھ روشن کران ۔ ماہتابس تہٕ آفتابس أمی ہِندِس مقابلس منٛز انان ۔ سروَن تہٕ ژندنس ہٕتی قد مینان ۔ بلبلن تہٕ طوطن ہُندِ آرزو بناوان ۔ بۄمبرن تہٕ یمبرزلن ہٕتی جورِ مینہٕ ناوان ۔ گُل انارن تہٕ گلفامن ہِندِس تقوبلس منٛز تھاوان ۔ بادامن تہٕ آہوہن ہٕتی چشمہٕ رلاوان ۔ نشاطن تہٕ شالمارن ہُند حاصل بناوان ۔ نین تہٕ نیرٕہن ہِنٛزِ مسٔتی ہُند ہرتر مانان ۔ گویا کہ رسول میرٕنی یہِ پۄشہِ مال چھِ فطرتچہِ کھوٗنہِ منٛزٕ تھنہٕ پھوان ، یاوٕن پراوان ، یاوٕن چھاوان تہٕ رسول میرس تمبلأ وِتھ تس گہے موسیقار، گہے نغمہٕ نگار، گہے صنم ساز ، گہے مصور تہٕ گہے پیکر تراش بنأوِتھ ہرفن مولائی ہُند اعزاز بخشان ۔ اما پۄز گاہے چُھنہٕ رسول میرس اتھ جمألی پأراوس برونٛٹھ کنہِ یہِ فن تہِ بار آور ثأبت سپدان تہٕ اِدِ چُھ حُسن وُچھِ وُن روزان تِکیا زِ اتہِ چُھس قلمس گنٛڈ گرٛ ھان تہٕ زبأنی لاکم لگان ۔ بہرحال یِم پیکرپٔنہِ أمس پۄشہِ مالہِ ہِندی تُھران چُھ تِم چھِ أمی ہِندی فنی سحر انگیزی ہِنٛز علم بلند کٔرِتھ أمس اتھ معاملس منٛز میر آسنگ ڈنڈوٗرِ دِوان ۔

درگرد حشمت چشمہٕ وُچھِتھ کاسہٕ گداچأنی
خورشید تے جمشید ہتھ چھِی جام نگارو
شمشاد قامت غونچہٕ دہن روے چھِی گُلفام
خوش خو یہِ خوش گفتار خوشِ رفتار دلبرو

پیکرتژٕ أشی چُھ میر صأبنہِ کلامُک خاصہٕ ۔ تِمی سُند معشوق ظأہری أسی تن یا بأطنی، أمی ہِندِ حُسنچ تصویر کٔشی کٔرِتھ امہِ کہِ قدٕ ساوٕرکی تہٕ مدٕمۄژٕ ہجارٕکی دم دِنی چھِ میر سٕنزِ شأعری ہُند مولُل تہٕ مۄ دُرصفت ۔ حُسنہِ جانانچ پُرکیف تہٕ نزاکت سأوی تصویر وہ تلاونس منٛز چھُ

میر دون خصوٗصی عنصرن یا پہلوٗ ون خاص پأٹھی شأعری ہِنٛدِس کنواسس پیٹھ رنگن ہِنٛدِس صوٗرتس منٛز استعمال کران۔ اکھ گوٚ وحُسنہِ فطرت ییمیُک تذکرٕ مےٚ کوٚرتہٕ دوٚیم گوٚ وتمہٕ وقتکی تمدنی منظرنامہٕ، امہِ حوالہٕ چھِ میر روأیتی وٕلی نس، روأیتی گہنن تہٕ روأیتی رسمن ہِنٛدِ پاراوٕ پنہٕ نِس پیکرس آرأیش کران۔ میر سٕنٛدِس کلامس منٛز چھِ اتھ تنوظرس منٛز حُسنہِ فطرت تہٕ حُسنہِ تمدن بنیأدی حیثیت تھاوان۔ فطرتُک تہٕ تمدنُک یہِ امتزاج چھِ پیش کرنہٕ آمتِس پیکرس خوٗ بصورت انہار دِنس ہٕتی ہٕتی عوأمی کٔششہِ ہُنٛد بأعث بناوان۔ اتہِ چھِ فطرتس تمدنُک ڈوٚکھ حأصِل سپدان۔ فطرت کٕبن پوشن تمدن کہِ پنہٕ تأرِتھ چھُ شأعر سٕنٛز پوشہِ مالہِ بوش کھسان۔ یہِ بوش توٚگ رسول میر سٕے رتھِ کھالُن۔

سُہ چُھ فطرت کہِ جمالستانہٕ منٛز مثالہٕ ژأری ژأری انان تہٕ پننہِ پوشہِ مالہِ علامتی سنگار کران۔ جمالیأتی نقش نگأری چُھ رسول میر تمدنی رنگأرنگی ہِنٛدِس أنہٕ خانس منٛز سماعتن حوالہٕ کران مگر شأعر سٕنٛز لفظی صوٗرت گری چھِ پأنے قأری لیس پیکرُک عکس ہاوان۔ سُہ چُھ اَتھ عکس کأشُر لباس، کأشرِ زیور نألی تژأ وِتھ وُچھان تہٕ یہِ پأراو چُھ مقأمی رسمن ہنٛز پأری زان دِنس ہٕتی ہٕتی معشوق سٕنٛدِس روٗپس کأشُر مزازتہٕ ساوٕ مگر چنٛدانہٕ ہیوٗ انہار بخشان۔

پوشاکچ کتھ کَروتہٕ کمخاب، زرباب، سنجاب تہٕ مخمل چھِس وَلان۔ ہنگہٕ طُمار، کنٹھ مال، کنہٕ وألی، شٔروٚنی داربنگرِ، موختہٕ ہار، حلقہٕ بندتہٕ باقی روأیتی زیورو چھس پنہٕ نے ماحولُک پروردٕ اکھ جمألی شاہکار بناوان۔ اتھ پأراوس منٛز تہِ چُھ رسول میرس اکھ انفرأدیت حأصل۔

وأل کن نأل کمخاب زأل مَس ٹاکأنٛ چھےٚ زری
وۄتھرُن چُھے سنجاب بے تاب کۄرتھس سوٗندری

☆

نأل شۄبی طاس وردن بأل خوردے سأل یے
وأل کن چھِی زأل وانکے وڑنٛ ٹلو یے لو

☆

وُڈنٛ چھےٚ سأل نأل مخمل کنن وأل زأل وانکن تل
گُیم نأل چانٛنٛ جاأدی ہأنکل ہےٚ کۄرتھس مبتلا جانو

رسول میرُن معشوق چھُ اکثر شعرن ہنٛدِ تفسیر حوالہِ عالمِ وجۄدکُے بسکین باسان حالانکہ کُنہِ کُنہِ چھےٚ یہِ تہِ ژھنہٕ وَن میلان زِ کیٚژن شعرن ہُنٛد تجزیہ حوالہِ زِ اکھ بأطنی وجۄد دہتھ شعرن اندر آسنک اشارِ دِوان۔ میر سُنٛد مجأزی معشوق چھ عام پأٹھی مجأزی آکارسے اند رپننہِ وجۄدِ چ تاروایان لبنہٕ یِوان۔ وَننہٕ چھ یِوان زِ رسول میر اوس نسوأنٛی حسنُک قدِرداں تہٕ امیُک رنبہٕ وُن آکار اوُسس منس سٕنِتھ گرٕھان تہٕ شعرٕ بُنِتھ اوسس نیران۔ معشوق ہنٛدِ س صوٗرتس منٛز چھ رسول میرُن گۄرمُت انہار کأشرِ حُسنچ ترجمأنی کران تہٕ امہِ کہِ ماڈلہٕ کِس روٗپس منٛز اکھ وأنسن روزن وأجنۍ مثال قأیم کران۔ بقولِ غلام نبی آتش ''یتھ کتھِ چھُنہٕ اِنکار زِ رسول میرنہِ شأعری ہُنٛد مرکز چُھ زمینی حُسن۔ پوٚشہِ مال یوٚسہٕ چھِ تہٕ سُہ اماپوٚز رسول میرن بناویہِ پننہِ شأعرانہٕ فنہٕ ستۍ کأشرِ نسوأنی حُسنچ ماڈل، تمہِ حُسنچ یُس بُنیأدی طور فأنی چُھ مگر رسول میرُن فنکأری باوِژبل

گوکھ لافأنی بنأوِتھ۔ تٕمۍ بنأوۍ یِمن ہمیشہِ پوشہِ وٕنۍ نسوأنۍ کرداریم سانہٕ تعشوقہٕ شأعری ہٕنٛز لۆب تہٕ شۆب پرٛأوِتھ گٔے۔ حبہٕ خاتوٗنہِ ہٕنٛدِ زمانہٕ پتہٕ رسول میرنس وقتس تام اوس عام کأشرِ زنانہٕ غمن لوزٕری کرٕ وچھس وٹھ گومُت۔ رسول میر تہٕ تہنٛد بوکینٛژ وہم عصرو ہٕنٛد بونغمأتۍ آلوودیت أہنٛدِ وچھِ کس وٹھس اُٹھ ہیوٚ۔ أتی روٗد رسول میرُن شعرٕ اظہار سرس تِلکیا زِ سہٕ اوس نسوأنۍ حُسنس مُتۍ گوٚمُت"۔

آتش صأبنہِ بیانٛک ہرتٕ چھُ رسول میر ہٕنٛدِس معشوق ہٕنٛز سوصوٗرت وہ براوان یوسہٕ کأشرٕ بن حُسنہٕ پرٕی ین ہُنٛد حُسن وجمالُک أئینہٕ چھُ ہاوان۔ میر ہٕنٛز حسنچ تہٕ عشقچ طلب بنیایہٕ امہِ کردارچہِ تھُرایہِ ہُنٛد سبب۔ میر صأبن کوٚرأمۍ سُنٛد سراپا شأعری وجوٗدس انٛدرٕ قأد یُس از تام پٕنٛنۍ پرزنتھ قأیم تھأوِتھ چھُ۔

شُبان چھُے غنچہٕ دہن بُمہٕ کمان کا کل جیم
بدن شولان ژندن دار جبیں انوار قدس
شمشاد قامت گُل بدن لب غنچہٕ سنبل موے
بادام آہو چشمہٕ چھُے بادام نگارو

میر چھُ مکمل صوٗرتس ستۍ ستۍ معشوقس انٛگ بہ انٛگ تعریف کٔرِتھ جمالس اندر وارَے کمال وپرانٛک فن تہِ زانان سہٕ ییٚتہِ معشوق سُنٛد کُنے پیکر فنکأری ہٕنٛزِ طورِ گٔرِتھ قأری ین رنزٕناوان چھُ تتہِ چھُ سہٕ گاہے أمۍ ہٕنٛدِ بن ورگہٕ ورگہٕ انٛگن تہِ شأعری ہٕنٛدِ پنہٕ ابساوان۔ میر صأبس چھِ انٛگن ہٕنٛز نغمہٕ کشی ہُنٛد منفرد تہٕ نرل انداز۔ سہٕ چھُ حُسنُک ہودِ کھالان کھالان انٛگن ہُنٛد حُسن بدِ کٔڈِتھ اکھ سو جمألی کیفیت ووتلاوان ییٚتہِ حُسن پرستی ہُنٛد

ماءِ گڑبکہٕ چھُ ماران۔ اتہٕ چھُ انگُک حُسن پیکر کہِ حُسنُک کانٛہہ پہلوٗ دید مان انان یُس اکہِ مکمل شبأبٕ شناختُک پایدان بٔنتھ امچہِ مُستی ہٕنز تریش چھِ پأدٕ کران۔ اتھ ورتاوس منٛز چھُنہٕ صرف انگن ہٕنزٕ ے یأژ لفظأوی نمأئش سپدان بلکہِ چھُ حُسنچہِ شیرٕ پارِ ہُنٛد اندازٕ یا سٹائل تہٕ حُسن شناسن ہٕنٛدِ ظوٗنٛک مرکز بنان۔ باضے چھُ یمن طرحن تہٕ طرزن یا انگن ہُنٛد تذکرٕ ے تہِ اکہِ پوٗرٕ وجوٗ دُک نقشُ براوان۔ اتہِ چھُ رسول میرس لفظٕ راشہِ ہُنٛد خاص ڈ ٚوکھ تہِ حأصِل تہٕ احساسچ شدت گیہِ أسی تھٕے۔

زِ روخ چھِی تازٕ پھٔلٕمتی گُل وُچھِتھ آوارٕ گۓ بُلبُل

زُلف چھِی کارِ پٔتی سنٛبل پریشان از صبا جانو

چھےٚ چشمہٕ آہو بُمہٕ کمان تیر چھِی مژگان

آہو شکار ترک کماں دارہ دلبرو

یتھٕ کٔنی مےٚ گوڈٕ ے عرض کوٚر زِ رسول میرٕنی شأعری چھِ أمی ہٕنٛدِس معشوقس أنٛدی أنٛدی نژان تہٕ یوہے چھُ أمی سُنٛد مرکزی کردار، میر چھُ أمی ہٕنٛدی ہے شبابس تہٕ حُبابس لولہٕ متہٕ لاے کران۔ أتی چھُ أمی ہٕنٛدِ رومان پروری تہٕ عاشق مزاجی ہُنٛد ساز دہرس کھسان۔ یہِ عاشق مزأجی چھِ تمہِ ساتہٕ وارے شوخ اظہار لبان ییٚلہِ میر سیٚدِ سیوٚد نسوأنی انگن شرح کٔرِتھ حیاہکی سرحدتہٕ چھِ پار کران۔ سُہ چھُ یمن انگن باریک بین بٔنتھ نظارٕ کران تہٕ تتھ خأہشہِ وُتُش دِوان یوسہٕ أنٛدری کنٛی تس وترٕ بُنٛیل ٹُلان چھُ۔ جمالیأتی عنصر کِس ووتھٕ واشرس تہٕ پننہٕ نظرِ ہُنٛد ووپھرٕ وار بدِ کڈان کڈان چھُ رسول میر بقول عبدالاحد آزادنگ ناموستی پرٕدٕ چاکھ کران تہٕ کُنہِ وِزِ درٛ ینٛٹھی گژھان۔

اتھ اند رچھنہٕ کانْہہ شک زِ شاعر چُھ محسوساتن زبو دِتھ جذبن مسرت افزائی ہُند وردن لاگان۔ ووٚنی گوٚو باضے چھِ یہِ وردن دوٚیمہِ طرفہٕ تتھ عنصرس بے پردٕ کران یُس زیرِ نقابے شۆبان چُھ۔ میر چُھ یِیمہِ انمانہٕ اکھ جنسی منظرووتلاوان نظرِ یوان۔

یم قبہٕ سینکۍ ڈیشہٕ وٕنن دُبہٕ پھران دِل

انار شیرین کونہٕ دُپستان دِپان چھی

☆

بلوریں ساق تن سیمیں سمن سینہٕ سرین نسرین

جبین چھےٚ عین آئینہٕ عجب تازٕ جلا جانو

رسول میر چھُ جمالی پیچ تابس پٔتھ سٕنز نظر تھاوان، یِہنٕے نظر چھےٚ انگن ہُند حُسن بدِ کڈتھ پیکرس قد کھالان۔ امیُک اثر کیا چُھ قارٕ ئیس پٔتھ یا شاعری ہِندِس روحٲنی تشخص پٔتھ پیوان سہٕ چُھ دوٚیم موضوٗع، ووٚنی گوٚو پیکرس اندر چُھ جاذبیت تہٕ کشش پأدٕ سپدان۔

رسول میر سٕنہٕ شاعری ہُند مجازی تصور چُھ پانے پننہٕ مجازی حیثیتُک آنہٕ ہاوان تہٕ امہِ کِس تصدیقس منز چھِ سأنی اکثر نقاد پٕنٕنی رائے دِوان۔ امہِ شاعری ہُند مطالعہٕ چُھ یِی باوَتھ کران زِ اتھ اند رپیش کرنہٕ آمُت معشوق یا رسول میرٕ نی پوشہِ مال چھِ ظأہری حسنہٕ مالامال۔ اما پوٚز کُنہٕ کُنہٕ چُھ میر صأبنِ شاعری منز اُکس تِتھِس مطلوٗب سٕنز تہٕ پیکر ترأشی دیِد مان یِوان یمِیُک سٕنز شکل مُبہم چھِ۔ امہِ انمانکۍ پیکر چھِ تصورس منزٕ ے دیدار دِوان۔ اتھ تناظرس منز چھِ میر سٕنز شاعری اکھ صوٗفی رنگ رَٹان۔ پزٕ ر چُھ یِی زِ میر

صائنۍ امہِ آیہِ تہٕ تڑ ایہِ ہٕنڑی شعر چھِ یہِ سوچنس پیٹھ مجبوٗر کران زِ میر سُنٛد معشوق چُھ تصوری تہٕ شاعری چھِ عرفانی تہِ۔ کیٛنژن تجزیہ نگارن ہنٛز راے چھِ یہِ باوتھ تہِ کران زِ میر سُنٛد مجاز چُھ تٔمۍ ہٕنٛدِ باپتھ حقیقتس واتناونٕک ذٔریعہِ مگر میانٛۍ راے چھنہٕ اتھ رایہِ سٟتۍ اتفاق تھاوان تِکیازِ میر سُنٛد محبوٗب چُھ تٔمۍ ہٕنٛز شاعری منٛز عاشقانہٕ مجازٕ ے تہٕ امہِ علاوٕ چھِ میر ہٕنٛدۍ لولہٕ قصہٕ تہِ اتھ باوتس گوڈبَران زِ میرن چھِ پننۍ واریاہ شاعری اکے حوالہٕ ادبس ارپن کٔرمٕژ۔ امہِ منٛزٕ چھےٚ کینٛہہ شاعری اکہِ خاص خاہشہِ ہٕنٛدِس پسِ منظرس منٛز تہِ وجوٗدس آمٕژ۔ یتھ اندر مجازی معشوق سُنٛد لول ژھٹہٕ چُھ ماران۔ اتہِ چھِ نسوانی حُسنٕچ ماے تہِ سیٚدِ سیوٗد غزلہِ شعرٕ ہتھ باز رپوٗان۔

مژہ تیر ناوُک بُمہٕ چھےٚ شمشیر ایرانی
مستانہٕ چشمن ترکِ ترکستان دیان چھی
کامہِ کٔبن گُل روخ تمنا چون ہیوٗ غنچہٕ دہن
نارون بالا سمن برنارِ پستان اے صنم

مےٚ چُھ یہِ تہِ اعتراف زِ میانٛۍ راے ہیٚکہِ نہٕ حرفِ آخر آسِتھ تِکیازِ ہر کانٛہہ چُھ شعرس پننہِ پننہِ فکری میزانہٕ تولتھ معنہ ژاران، ووٚنۍ ییٚلہِ میر ہٕنٛزِ شاعری ہنٛز کتھ آسہِ اتہِ چھِ زیادٕ ے پہن معنہ ساوٕرکۍ پرمانہٕ موجوٗد۔ مےٚ چُھ باسان میر ہٕنٛزِ شاعری اندر چھِ امہِ انمانہٕ زٕ پہلوٗ اکھ مجازی تہٕ بیٚاکھ حقیقی، یمن دوشوٕنۍ چھِ میرس نِشہِ بیٚون بیٚون شناخت۔ اتھ شاعری منٛز چھِ باضے یم کُنہِ سے اظہارس اندر تہِ قاری لیس اند راکھ تذبذب پأدٕ کران تہٕ أمس مجازٕ پیٹھ حقیقتس یا حقیقتہٕ پیٹھ مجازس کُن فکرِ ہنٛز روپھ ران۔

در پرِدِ رسول میر یارس چھُ ژھاران ازکردہ پشیمان
تتھ زارونان یتھ پیر چنگی کو ننگی ہاوتے پان

بہرحال چھِ اتھ کلامس منز تصوری یارٕ ہنٛز اُوِج تہٕ زاُوِج ژھاے یا کہ تصور تہِ لبنہٕ یِوان۔ رسول میرن کتھ تناظرس، کتھ ماحولس تہٕ کتھ احساس کِس سایس تل چھُ یہِ تصور وٕ تلووٕمُت تہِ زانُنہ سہٕ پانئے۔ ووٕنی گوٚ ومیٚن موضوٕع چھُ تمِ سُند معشوق تہٕ یہٕ موضوٕع روزِ تشنے اگر نے تمی امہِ تصوری یا تصوفی مطلوٕب سُند کانٛہہ حوالہٕ دِمو۔ میر چھُ اُمس معشوقس گٔہے در پرِدٕ ژھاران تہٕ گاہے خلوتس منز تہٕ گاہے جلوتس منز۔ سُہ چھُ اُمی ہنٛز تارٕ کانٛج کراماتن، آیاتن تہٕ سِرٕ ساوبرس ستی تہِ جوران۔

آو رسول میر سبٹھا دل تنگ سأری رنٛگن ژھاران بے رنگ
وُچھنہٕ خلوت درہنگامے تنہٕ یور نے آمے لُتو یے

☆

اے حوٗرِ صورت چانہِ برتل پیوم رِوان یاد
جناتِ تجری تحتھا الا نھار دلبرو

☆

چھے کاکل کِنہٕ اُیتنس آہ یتھِ قرآنس پٹھِ کُنہِ بسم اللہ
پانہٕ لیٚوکھمُت چھُ اُمی ذوالجلالی یے لو بوٚش حُسنس روزی نہٕ کأنٛلی یے لو
رسول میر چھُ پننہٕ نِس حقیقی معشوقس تہِ جمالک پأراو کُرتھ بدِ کڈان۔ یہِ

معشوق اگر زنتہٕ دلپے اند رجلوٕ گر چُھ مگر میر چُھ أمۍ سُند معنوی پیکر لفظأوۍ جامن اند ر قأرۍ لیس تہٕ ہاوٕنک سنٛز کران۔ سہٕ چُھ تمۍنٕ انمانہٕ أمس تہٕ أکس جمیل یا کہ نورأنی آ کارس منٛز پیش کٔرتھ أمۍ سُند تعارف تہٕ دِوان تہٕ پننہٕ عشقُک تہٕ جنۄنک اعلان تہٕ کران۔ یتھٕ کنۍ سہٕ مجأزی معشوقہٕ سٕندِ حوالہٕ پننہٕ ٲبن جذبن زبو چُھ دِوان وونی گۄ و جذبن ہُند موقف چُھنہٕ کُنٛے۔

رسول از حُسنِ تو اے ماہ سپُن دیوانہٕ کیا چُھس راہ

وُ چھےٚ تمۍ مظہر اللہ یہ وُ نٕے کم صلا جانو

میر چُھ أمس معشوقس تہٕ حسنِ فطرت کُے لباس لأ گتھ پیش کران۔ وُ چھتو میر سُند بیٚا کھ طرزِ اظہار، اَتھ اند رتہٕ چھِ میر حُسنِ فطرت ،کس چھجل سا لیس تل مطلوٗب یا معشوق سٕندِ حُسنچ پردٕ کُشأیی کران۔ محبوٗب چھا مجأزی کِنہٕ حقیقی تتھ متعلق پٔنٕز راے قأیم کرٕنی چھِ کارِدار دوونی گۄ وسراپا نگأری چھِ طیس پٹھ معنوی اظہارس اند ر میر سٕندِ بدۄن اندازُک راگ وایان۔ یُس بۄزِتھ سریہ تہٕ دیدارُک طألب بنان تہٕ شوقہٕ دیدارس دامن داران تہٕ زون تہٕ مبتلاے عشق سپدان۔

وُ چھِ آفتابن چون ژندن موکھ تہٕ ڈۆلُس رنگ

گژ کأژٕ تو ے زون چُھس سرسام نگارو

میر چُھ معشوقس ماحولہٕ ، وقتہٕ، لولہٕ لیہٕ، عشقہٕ تپہٕ یا جذبن ہٕندِ ووتشاوٕ حسابہٕ ورگہٕ ورگہٕ ناو وژھاران یا قأرۍ یس بروٗنٹھ کُن انان۔ یمن ناون، القابن تہٕ نالن چُھ میر سُند لسأنی بتر موکھ نیران تہٕ اکھ موزون تہٕ منأسب پأراو بخشان۔ یہٕ فنکارانہٕ وُطیرٕ

چُھ میرٕ ہِندِس پرکھایہِ ہُنرس تہٕ توصیفی بیانس ستۍ ستۍ ہَوسن تہٕ طلبُک باغ پھولراوان۔

میرٕ ینیلہِ یمو ناوویارس نادچُھ دِوان یارٕ سنٛز صوٗرت چھِ پانٔے أچھن تل یِوان یا منس منٛز ووتلان۔ مرجان، پدمان، جانو، کونگی، بالہِ یار، گل اندام، دلدار، پری روخسار ،گل انار، گُل روخ، خوش گو، صنم، خوش گفتار، شمع صوٗرت، عشقہِ بوٚ مبور، نورٕ روخ، حُسنٕ تھٔر، مارٕ موٚت، گُل نار، وَنہٕ ہأر، میر مأدان، شمشادقد، زیبا نگار، کلہِ وال، راحت جاں، بالہِ یار، ژندن بدن، خورشیدروے، قنٛدٕ ہارٕ چ زوٗن، شہمأری قد، شمشاد قامت، کنٛگ دور، موٚختہٕ ہار، پوشہِ مال بیٚترٕ۔

یمو منٛز کھوٚت ''پوشہِ مال'' ناوبٕہ کِبن ٹٹھن تہٕ ازتہٕ چُھ لُکن زِبوٚ پیٹھ۔ یمن شعرن منٛز وُ چھتو کموناوو چُھ میر معشوقس آلو دِوان۔ے

ہٕژ نیک باوٹ، کنٛگ دوٗر، دِلُک محرم شلک ژوٗر
ہٹیک چُھم چشمِ بدوٗر، سہٕ موٚختک ہار کوٚت گوم

اَتھ ورتاوس منٛز چُھ میر مخصوٗص لسأنی لِبس لفظہٕ سرمایہ چہٕ دٕ ستیأبی منٛز زایُن دِوان۔ میر چُھ لفظی جورتو رُک تہٕ ترکیب سأزی ہنٛز مثالہٕ قأیم کٔرتھ معشوق سنٛز تصویرٕ کٔشی منٛز موافق تہٕ موزون ترکیبن ہِندِس صوٗرتس منٛز علامتن تہٕ استعارن ہنٛز پوشہِ مال پنٕنہِ پوشہِ مالہِ نألی ترٛاوان۔ نہ صرف معشوق ہِندِس حُسنٕکس بیانس منٛز بلکہِ تمہِ ہِندین انگن تہٕ انمانن نکھارتہٕ سنگارٕ کِبن طرٕیقن تہٕ حال چالس تہٕ ترکیبن، استعارن علامتن تہٕ تشبیہن ہنٛز موٚختہٕ لٔرجران تہٕ حُسنس ہودٕ ہربرٕ تہٕ جمالس عروٗج عطا کرٕنکہِ سنٛز کران۔ میر سُند استعأری یا علامتی ورتاو چُھ ازتہٕ دادو تحسین تہٕ شاباشی ہُند تقاضہٕ کران۔ وُ چھتو

میرن کمہِ منہٕ مانہٕ طریقہٕ چھِ انگن تہٕ اندازن ہٕنٛدِس توصیفس منٛز لفظن ہٕنٛدی ٹُمار یمن نألی ترٛ أ وِتھ پنہٕ پوشہِ مالہِ بوش کھولمُت۔

بُمہٕ کمان، زلف زنجیر، روخ سمین، چشمِ کافر، خطہِ ریحان، چشمِ آہو، یاقوتِ دل، شہمأری زلف، مأنزِنم، شرین دہن، بادأمی چشمہٕ، تیر مژگان، نستہٕ خنجر، مارِ پیچان، جان شیرن، یاقوت وُٹھ، زُلفِ پیچان، روپہٕ دست، ژندن بدن بیتر۔

کش کڑِتھ ابروے کمانن کھش کوٚ رُتھ زأ ِگتھ کمن

چھکھ توَے لأ گتھ نمن خوٗنِ شہیداں اے صنم

میر سُنٛد کلام پرٛتھ چھُ اندازِ سپدان زِ میر ہٕنٛز لفظہٕ راش چھِ أمی ہٕنٛدِس کلامس مقبوٗلیت تہٕ جاأذبیت عطا کران، ووٗنی گوٚ وباریک بینی سان اگر وُچھوکھ یاہ الفاظن ہٕنٛز چھُ میرس زیادے پہن لگاو اوسمُت۔ امیُک وجہِ ہیکہِ یہِ تہِ أسِتھ زِ میرس چھُ معشوق ہٕنٛدِس جمأل پأراوس یمن لفظن یا جملن ہُنٛد سنگار کرِتھ ہنا قرار یوان اوسمُت تِکیا زِ یمہِ نظرِ سُہ معشوقس بدِ کڈان اوس تتھ نظر آسہِ ہے فرحت میسر سپدان تہٕ یہِ سُہ باوتھ کرٕنی یژھان اوس تتھ آسہِ ہے امے انمانہٕ کہن لفظن ہُنٛد ورتاوِ تشہیر۔ میلان حالانکہِ ازکل تہٕ اگر وُچھوکأنسہِ شأعرس چھِ کینٛہہ لفظ زبأنی پیٹھس پیٹھ آسان یم سُہ وِزِ وِزِ خیال ِکس ترسیلس منٛز ورتاوان چھُ۔ امہِ علاوٕ یُس فطرتُک، ماحولُک یا تمدنُک فضا آسہِ ہے سُہ ما آسہِ ہے میرس یم لفظ شأعری ہٕنٛزن واوِ گراہن حوالہٕ کرنس پیٹھ دِلس وولساوان۔ بہر حال زانہِ پزر پانے میرے زِ تمی کیاہ چھُ شمشاد قامت قد، آہو چشم، تیرِ مژگان ہِوی لفظ مٕنٛزی مٕنٛزی حُسنِ جانان چہِ تصویر کشی ہٕنٛدِس تناظرس منز ورتاوس أنی ہتی۔ میر چھُ لفظن

ہُنٛد جادوگر، اَمے لفظٕ جادوگری ہٕنزِ کو چھِ منٛز چھُ معشوقہٕ ہِنٛدِس حُسنِ پیکرس رنٛزٕناوان تہٕ گوٗن گُنٛز راوان گُنٛز روان اکھ طلسمأتی منظر ووتلاونس انٛد رپننہِ سنہِ نظرِ، گنہِ احساسُک تہٕ مہارتُک پأغام دِوان۔ میرؤ چھتو کمہِ انمانہٕ چُھ علامتن ہٕنٛدِس نخلستانس منٛز یارٕ ہِنٛدِ قدٕ ساوبرٕکی ناگرادوزناوان۔

موکشش پٔتھ میلہٕ پھیوٚرپوشہِ لنٛجہِ پٔتھ زن قُمُر
نتہٕ بوٚمبور ویوٗر ٹُلان کارِ ووگن دُر دان
گُمہٕ شبنم گل روخس زن چھِ عرق دانہٕ تس
زوٗنہِ پیٛٹھی تارکھ پکان کارِ ووگن دوٗرِ دان

رسول میر ییٚلہِ مصور ہِنٛدی پأٹھی یارٕ سُنٛد خوش لوٗٹھ پیکر گُرِتھ اتھ لفظن ہٕنٛدی رنگ بران چُھ سُہ چھ اتھ تھلہِ تھلہِ وُچھان تہٕ لوٗچ پھُلے پادن ارپن کران۔ تُمس چُھ أمی سُنٛد حُسن و جمال وُچھِتھ تہٕ تمہِ پتہٕ ژٕچھنٛز کھووُری نظر تژ آوِتھ یہِ اکھ تصور، گمان یا حقیقت أنٛدری ووتلان زِ اتھ حُسن و جمالس بروٗنٛھ کنہِ چُھس نہٕ بے یوت دامن دأرِتھ بلکہِ چُھ خورشید، ماہتاب، شاہ، سنیأسی تہٕ تپہِ ریٚشی تہٕ اتہِ کاسہٕ گدأے کران۔ ہتھٕ گٔنٛز چُھ میر پیکر چہِ جمألی سرفرأزی تہٕ انفرأدی حیثیتُک تمہِ آیہِ اظہار کران یُس پانے پٕنٛنی اہمیت، افأدیت تہٕ عظمت چُھ باوان۔

پان ہاوان مژراوان چھکھے یاون مُژی یے لو
شاہ تہٕ سنیأسی ، جوٗگی تپہِ ریٚشی اتھ مؤران ژٕلی یے لو

میر سُنٛد کلام چُھ ییٚمہِ کتھِ ہُنٛد شأہد زِ میر چھُ معشوقہٕ ہِنٛدِ حوالہٕ حسنِ صوٗرت

کُے دیوانہٕ تہٕ حُسنِ سپرتس پتھ چُھ زیادٕ فکرِ ہنٛز گتہٕ رینٛز پھرِ ناوان۔ سُہ چُھ ظأہری صفتن ہنٛزٕ ے نے وأیتھ لولہٕ نغمن آے بخشان۔ میر چُھ جمالِ یارچہٕ مدح سرأیی تہٕ پیکر ترأشی منٛز زمیٖن تہٕ آسمان کُنے گرِتھ دلچہٕ شیشہٕ منٛدٕ رِمنٛز تمی سُنٛد رۄپ عکسأوِتھ پیش کران۔ امہٕ حسنٛک جمال تہٕ شباب چُھ باضے میٖرس فکرن پاوان تہٕ یتھ سونچس زایُن دِوان زِ میراتھِ تُلِتھ نازنخرن، نفاست تہٕ نزاکت واجنہٕ امہٕ صوٗرژ باپتھ دُعا کران۔ وُچھ وَے اتھ دُعاہس منٛز تہٕ چُھ اکھ حسیٖن صوٗرت ووتلان تہٕ أمی شعرٕ ستۍ واتناون یہٕ یہٕ مضموٗن اتھ۔

راژٕ ہیٛنز یانہٕ ناز کیا چھےٚ أنزنہٕ گردن
یا الٰہی چشمہٕ بدنشہٕ رچھتن

☆☆

ڈاکٹر حسرت حسین

کٲشِرِ ہِنٛدی موسم

کٲشِر چھِ دُرس دُنیاہس منٛز پننِ حُسنٕ جمالہٕ تہٕ مأری منٛز رٕ کنۍ مشہوٗر۔ تَوے تہٕ چھُ اتھ جنت وَننہٕ یِوان، چنانچہِ قرآن کریمس منٛز یِیمہِ انمانہٕ جنتُک تصور دأ ترانہٕ آمُت چھُ تمیُک آ کار چھُ وادی کٲشِرِ ہِنٛدِ حُسنٕ جمالہٕ چہِ مناسبژٕ کنۍ از حد مشہوٗر گوٚمُت۔

اگر فردوس بروئے زمین است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

یانی تون مشہوٗر فطرت پرست فارسی شأعر عرفؔی سُنٛد یہِ مشہوٗر شعر۔

ہر سوختہ جانے کہ بہ کشمیر در آید گر مرغِ کباب است با بال و پر آید

مطلب کٲشِرِ ہِنٛدی موسم چھِ تِتی مأری مُنٛدی تہٕ مرطوٗب بخش زِ ہر گاہ ژٕ دوٚدمُت کبابہٕ بنیومُت جانا وارتہِ کٲشِرِ واتہِ تس تہِ پرٛن نٔوی تیرِ گوٚنٛدی پھٔلی پھٔلی تہٕ لَبہِ نٔو زندٕ گأنی۔

غرض یِتھِ پأٹھی چھِ کٲشِرِ تہٕ امہِ کِہن رنگہٕ رنگہٕ موسمن نسبت ہتہٕ واد ترٛژہٕ شعرٕ مثالہِ میلان یِمہٕ امیُک سُہ مأری موٚنٛد انہار رَتھِ کھالان چھُ زِ بوزن وأ لی سُنٛد دل چھُ برٕ ہمان۔ وُچھتو فارسی شأعر قطبؔ کمہِ انمانہٕ چھُ سأنِس ہرِدٕ کالس پننِ شعری ذوقہٕ

جمالُک بوش کھالان۔

ہزاراں ناز اے کشمیر بر باغِ جناں داری
کہ در فصلِ خزاں ہم خوش بہارِ زعفران داری
ہزاراں گُل بُود فصلِ خزاں در باغِ کشمیرم
چہ می نازی توری کابل ہمیں ایک ارغوان داری

غرض شاہجہاں، طغرا، ظفر خان آحسن، عرضؔ، قدسی، فصیحیؔ، کلیمؔ تہٕ پننہٕ ماجہِ کٲشیرِ ہندی سپدٕ ت غنی کاشمیرؔ، علامہ اقبالؔ بیترِ شاعر چھِ کٲشیرِ ہندِ حُسنہٕ جمالکو تعریف تہٕ ییٚتہِ کٔمن رنگ برنگ موسمن ہنز اکھ سو تصویر پنٕنٕن شعرن منز وُبھراوان زِ عقل چھِ حأرٲنس پیوان تہٕ دِل چھُ بر بمان۔

کأشرٕن موسمن ہنز وَکھنے تہٕ وضاحت کرنہٕ بروٚنہہ چھُ یہ وَنُن ضرٗری زِ مغل حکمرانو یمہِ انمانہٕ کٲشیرِ ہندِس حُسنہٕ جمالس وِیُٛ رَٹُل سُہ چھُ پُزی اکھ دلبستہٕ تہٕ رنگ آمیز دبستان سانٕن چشمن تہٕ روٗحأنی جذبس آیُت تھاوان۔

بہر کیف کٲشیرِ ہندی چھِ ژور موسم یمہٕ سوٗنتھ (بہار) گرٛشمہٕ کال (رہتہٕ کال) ہَرُد تہٕ وَندہٕ کالس پیٹھ مشتمل چھِ۔ تہٕ ژوشوٕنی موسمن چھِ پنٕنٕز اکھ خاص اہمیت تہٕ مأرٕ منظر ڈٕکھس، یمن ہنز تفصیل ہیٚوٗ أسی کأشرٕ تہٕ انگریزی رٕتو حسابہٕ ییٚمہِ انمانہٕ بیان ہکو کٔرِتھ۔

نمبر شمار	موسم	کأشرٕ رٕتھ	انگریزی رٕتھ
ا۔	سوٗنتہٕ کال	ژِتھر، بیساکھ، زیٹھ	March,April, May

۲۔ گرٛشمہٕ کال ہاڑ،شرٛاوُن،بادرٕون June, July, August,
(رہتہٕ کال)

۳۔ ہَرِدٕ کال اسوج،کتک،منگر September,
October, November

۴۔ وندٕ کال پوہ،ماگ،پھاگُن December,
January, February,

امہِ گاچہِ چھِ سأنی موسم پٔتِن پوترٛ انگریزی موسمن سٟتؠ رلاوان تہٕ موسمن ہُند یہِ سورُے گردش (Cycle) چُھ شمسی کلینڈرس تابع، ییٚلہِ زن اسلأمی کلینڈر قمری گردشس تابع چُھ۔اتھ چھِ ربتھ بدلان ووں گوٚ وموسمن چُھنہٕ پھیر پیوان۔ووں گوٚو أسؠ وَنو قمری کلینڈر چُھ (۳) موسمن ہِندِس کالہٕ ژٕ کرِس بجاے ربتن ہِندِس گردشس پٹھ محیط، شمسی ربتھ چُھ فروری (29,28) ترٛأوِتھ 30 تہٕ 31 یِوان تہٕ پوٚرٕ وٕری چُھ 365 یا زٕ 364 یِوان، غالبًا چُھ ربتن ہُند یہِ اوزان کأشرِہن ربتن سٟتؠ تہٕ ہشر تھاوان،روٕ دسوال قمری ربتن ہُند اتھ منٛز چُھ ربتن ہُند اوزان 29 تہٕ 30 دوہن پٹھ محیط روزان تہٕ وٕری چُھ انگریزی دوہن نسبتاً کینٛہہ دوہہ گٹھاوان یوٚہے عمل چھِ غالبًا سأنین کأشرِہن ربتن ہنٛز تہٕ۔

اکھ کتھ وَنٛو چھِ ضروٕری زِ کأشرِہن ربتن ہُند گُرت چھُنہٕ کُلو طور انگریزی ریتن منٛز پیوستہٕ سپدان مثالے پوہ،ماگ،پھاگُن کیا گوٚژھِ فقط دسمبر جنوری تہٕ فروری ربتن منٛز مُقیِد،اتھ منٛز چھِ وَس کھس Up & Down لأزمی تہٕ لاضروٕری۔یہِ موسم مثالے

وَندٕ نِیہِ نومبر تہٕ مارچکو تہِ کینٛہہ دوہ یا أسی ہکو وٕنِتھ زِوٕنٛدٕ کال چُھ 21 دسمبر پیٹھ 21 مارچس تام روزان یُسہٕ پوٗرٕ 90 دوہن ہُنٛد چھ، ووٕنی گوٚ واَسہِ پزن پٔنٛزٕ ژور موسم انگریزی ژون موسمن بہر حال ہمنوا تہٕ سنگ ساز بناوٕنی۔ چنانچہ چھِ انگریزی رتن نشہِ تہِ چُھ Spring, Summer, Autuman تہٕ Winter بالکُل ہوٗ بہوٗ أمی گاچھِ مےلان۔

یہِ تہِ چُھ اکھ تصور زِ یمن مُلکن منٛز شین پیوان چُھ اَتِکی موسم چھِ کٔشیرِ ہِتی لگ بھگ ہوٗ بہوٗ واتھ کھوان، ہرگاہ أسی گلوبہٕ پیٹھٕ مُلکن ہُنٛد تعداد گٔنزراوو یمہٕ چھِ أکس ژٕرس تعدادس منٛز موجوٗد غالبًا آسن خالے کینٛہہ مُلک ییٚتہِ نہٕ کُنہِ نتہٕ کُنہِ طرفس شین وَسان چُھ مثالے سائبریا، امریکہ، روٗس، یمن جاین چُھ حدٕ روٗس شین پیوان تہٕ گف کتھاہ چھنہٕ زِ یہنٛدی موسمی حالات چھِ اکہِ بیٚکہِ انمانہٕ کأشرٕ ن موسمن ہِتی أٹ مِلہٕ وان۔ گوڈٕ ہیٚکی یا ممکن انگریزو آسہِ پٔژن موسمی کالہٕ ژٕ کر کأشرٕن موسمن ہنٛدی ہیے ویوٚ ہارس پیٹھ مشخص کوٚرمُت کیازِ کہِ سأنی موسم چھِ پزٕی شمشی کلینڈرس بأری تھپھ ہش لأریتھ گرٛھان خیال چُھ سپدان زنتہٕ خودآفتاب سانہِ نے موسمن باپتھ قودرتن تھٔر مُت چُھ۔

ووٕن گروأسی اکہِ اکہِ کأشرٕ ن موسمن ہُنٛد مزٕ تہٕ مزاج، تیٚہہ تہٕ تژر بیان۔

(ا) سوٚنتہٕ کال:- بوزٕ وَے تہٕ یہِ موسم چُھ کٔشیر ہنٛز نوِ لا گنے ہُنٛد موسم، اتی پیٹھٕ چُھ نوَ وٕری یُک سوٗرے ہرٕ گرٕ شروع سپدان، فصل چھِ لاگنہٕ یِوان، واریاہن نیرٕ ن چُھ سبزار یِوان، باغن منٛز چھِ رنگہٕ رنگہٕ مُشکہٕ دار پوش پھولان، ورِیٚمی ،ٹیکہٕ بٹنہِ، بھید جوش، نیرِی پوش (گُلالہٕ) گلاب تہٕ بنفشہٕ، کلہٕ وٚتھٕکی تہٕ ہنٛدٕ پوش چھِ وارٕ ن، کھاہن، باغن، بیرن،

بٹھبن ، ڈنجبن ، نبن ، نبر بن ، مرگن منز سولبہ سولبہ پھولان تہٕ سأرِے موج زمین چھِ اکھ طلمسأتی تہٕ حسرت بوٗ رُت منظر وہ تلاوان۔ تلہٕ گوگل پھٔلے چھِ گتہ کران، سند جہٕ پرن پھیرُن تھورُن چُھ خوش کران۔

لاگنے تہٕ وُسنۍ سنۍ مثالے لِسہٕ، ہند، نارم توٗر، ہاکھ، پالکھ، مٹر بیتر چھِ وارین جپلہٕ ناوان۔ موٗ ودمنز چھِ گبلاس، اولچہٕ، ژیرٕ، ژنن ، برمجہٕ، قٔلو، گورہ داہلۍ ، اَربیترٕ ژہ پاسے اُسس آب انان۔ غرض یہ موسم چُھ از حدخوشگوار تہٕ مرطوٗب بخش۔

مورخ حسن کھویہأمی چُھ اتھ موسمس فصل اول ناو دِتھ یِمہٕ آیہ اَچھ وَ کھنے کران:

اول فصلِ بہار کہ عبارت از ماہ چتر و بساکھ و جیٹھ می باشد۔ درآں موسم ہوای ایں دیار در غایت اعتدال مُلطف و مرطوٗ ط و مفرح و مفتح و سریع النفوذ می باشد بالیدگی اَجام و تصفیہ خون و تقویت اعفائی رئیسہ حاصل می شود۔

مصطفیٰ فرمود با صحب کبار تن مپوشانید از بادِ بہار

غرض بہارُک موسم چُھ مدِ موٗت تہٕ فرحت بخش وٗری یک یہ زمانہٕ یعنی حِصہٕ چُھ انسانن ہٕو زندگی تہٕ جان آفرینی عطا کران، کأشرۍ چھِ ونہٕ کالکی پلو دَلو نالہ کڈان تہٕ اتھ نسبت چھِ ہلکہٕ لباس لاگان، کانگرِ چھِ دول دِوان تہٕ مست مدہوش ہواخوری چھِ لول بھران۔ لوٗکھ چھِ باغن، پینٔجن، کنُتھ رُخ کران، کھہن چھِ داند لاگنہٕ یوان۔ گونگل ، نوروز تہٕ بیٔالو وہیک چھِ امہِ موسمکۍ تڑے خأص کأشرۍ بڈۍ دوہ یِمہٕ وون غأل کھاتس تڑ اوپہٕ آٮ۪تی چھِ۔ بقولِ مورخ حسن سألہٕ مُتی چھِ نشاط، تیل بل، شالہٕ مار، نسیم باغ تہٕ

بادام وارِہنٛد بن پوشن ہُنٛد لطف تُلان تہٕ وننہٕ ژ دِژ ہتی نارِ تتی شیٚہلاوان ۔ سُہ چُھ یہِ تہِ وَنان زِ لؤکھ چھِ ڈل سأٔلس نیرِتھ خربوٗزن تہٕ ۂند وہندن ہنٛدِ کھینہٕ ستی وندِ ژ دِژ مٔتِس شرپرس شہلتھ تہٕ تڑ اوَتھ بخشان ۔ییتھ چُھ پُٔن اکھ نظم بند یاد پیوان ۔

سوٗنتھ کوتاہ مأرِی موند کوٚ تاہ موٚ دُر

وندِ کاٖلکو رأژی ہتی عاشق رَلان

الغرض سوٗنتھ یعنی (Spring) موسم بہار چُھ پُزٕ ی اکھ وولہٕ سنس اَنِن وول موسم ہرگاہ أسی Spring لفظس سَو اتھ چھِ تڑٕ ے خوبصوٗرت معنی ۔ا۔ لچک انن وول، ناگہٕ رادتہٕ موسمن ہُنٛد شہزادٕ ۔ییتھ نشہِ ماباقٕی موسم گژھن تہٕ گژھنہٕ انمانہٕ ہنا کم ترچھِ ۔

(۲) گرٛیشمہٕ کال (ہے کال):اتھ چُھ مورخ ییٚمہِ انمانہٕ باوتھ کران:

دوم فصلِ تابستان کہ عبارت از مادہ ہاڑ وساون وبادرؤن می باشد دراین فصل ہوائی این دیاراز حداعتدال اندک بحرارت مایل گردد......''۔

غرض فارسی وأٔلی چھِ اتھ موسمس تاپستان، ہندی ارودوأٔلی موسمِ گرم (تاپمان کال) انگریزSummerتہٕ أسی کاشرِ گرٛیشمہٕ کال یازِ رہتہٕ کال وَنان ۔بقولِ مورخ حسن چُھ یہِ موسم مختلف بیمارین ہُنٛد نال وَلان ۔مُہ تہٕ مچھ ،ژرتہٕ پٔش چھِ امہِ موسمکی خاص سوغات ۔داں فصل چُھ غالباً أٔتھی موسمس منٛز لاگنہٕ یِوان ییٚمیُک واپھ غالباً 21جون تامتھ چُھ روزان ۔یہِ موسم چُھ جوٗن ،جُلے تہٕ اگست رتن پیٹھ محیط ۔21جون پتہٕ چُھ افتاب پھیران تہٕ گرٛشمہٕ چُھ ہَنہٕ ہَنہٕ نال وَلان ۔جُلے تہٕ اگست رتن منٛز چھِ الہٕ وانگن پیوان تہٕ ہاکہٕ مونجہٕ ،نیلہِ مرژٕ وانگن چھِ متھ کران، رازماہ ،ہمبہٕ ،لأر ،کریلہٕ

چھِ سولبِہ سولبِہ وارٕہن تہٕ باغن ہنٛز زیٖنت بنان۔ دانہِ چُھ ہیٚلہِ نیران، ہینٛدٕ وہنٛدٕ تہٕ خرہٕ زِ چھِ ژوٕ پاسے پان آلہِ وان۔ یام گرٕ پسی تھٕل رُوِتھ تہٕ اَتھ نبنٛدٕ کرٕتھ فارغ چھِ سپدان اُتی چھِ تمہٕ بوٕنہٕ باغن تہٕ پوشہٕ مرگن منٛز مس ژٹان۔ جنوٗبی کٲشرِ ہنٛدس مشہوٗر زمان ویٚنجہِ بیأرکی مالہِ چُھ موسمہٕ کس منٛزس ہیوٗ سپدان۔ اَتہِ چھِ طرفاتن ہنٛدی دمبالہٕ مٕتی کٔنوی ہُر دس تہٕ بُر دُس ٹٕلتھ پننس روٗحانی بابہٕ صاب بابا نصیب الدین غازی یس خوش آوے کران۔

گرٕشمہٕ کالس منٛز چھِ لوٗکھ بوٕنہٕ شیٚہجارن تہٕ ورِوارن منٛز ہواخوری کرٕتھ گرٕشمہٕ ژنجبن نِشہِ بچنٛک اہتمام کران، گرٕشمہٕ کالکی تاپہٕ مُہلی چھِ باضے تمہٕ تاپہٕ ژنجہِ والان زِ انسان کیو جاناوار چھِ بے ہوش گژھان۔ شُری چھِ دوٕہی دوٕہس کولن، ناگن، تلاوَن، سَرن منٛز روزُن پسند کران تہٕ مَسایہٕ ژٹان۔ یوٗہے حال چُھ چاروابن مثالے مأنٛش، گاوٕن، داندن، وژھبن تہٕ مابأتیٖ جانہٕ وارن ہُنٛد تہٕ روزان۔ گأمی چھِ پوٚت گرٕشمہٕ کالس بادام چھانان۔

پتھ کالہٕ اُسی گأمی لوٗکھ گرٕشمہٕ کالس منٛز کالُک بتہٕ کھبتھ وُرن وَتھرُن ٹٕلتھ ویرِ وارن تہٕ ینٛجبن پٕپٹھ راتھ گساوان۔ یمن دوٕہن اُسی نہٕ لوٗکن موٚہٕ تہٕ مچھو نِشہِ بچاو کرٕنکی تمہٕ سازوسامان میسر یمہٕ ازکل دٕستیاب چھِ۔ مثالے کوٗلر Collar، پنکھ، مچھر دانہِ جالہِ بیترِ۔

بقولِ رفیق رازؔ

سایس سایس نأکی چھِ گُموتاپہٕ گُنس بایو
گُلس پٕپٹھ وَنویی زِ گرٕشمہٕ کالس چھِ پٔنٛنژ اکھ خاص اہمیت، اتھ موسمس منٛز چُھ

وُسخان یلہِ گژھان تہٕ عارق یِنہٕ سِتۍ چھِ کُو یا بیمارِ دٕر رسپدان ۔ موٕ تہٕ سبزی چھِ اَتھ شیٚہلا وان۔

(۳) ہرِدِ کال: یہِ موسم چھُ بڑٕ دِلکش تہٕ خوشگوار، گرٕ پسی چھِ اَتھی موسمس منٛز فصل وَٹان تہٕ موٕ والان۔ یہِ موسم چھُ اسوٗج، کتک، منٛگہر، رتن پیٹھ مُشتمل یمن اُسی انگریزی رتن منٛز یِیمہِ انمانہٕ وسحاطہٕ کران چھِ۔ September, October, November، انگریزِ چھِ اَتھ موسمس Autman فارسی وٲلۍ خریف تہٕ ہندی وٲلۍ پت جڑ یعنی خزان وَنان، حسّن کھویہامیؔ چھُ یِیمہِ انمانہٕ اتھ نسبت تمہیدی طور لیکھان:

سوم فصل خریف: وآں عبارت از ماہ اسوج وکتک منگھر می باشد، دراں مرقتِ سونت ہوا بہ پیوست مائل گردد......''

ہرگاہ وٗ چھو یہِ موسم یعنی ہرِدِ کال چھُنہٕ کُنہٕ تہٕ لحاظہٕ ماباقہٕ موسمن نِشہِ کم پاے، یتھ موسمس منٛز چھِ موٕ تہٕ فصل پیان تہٕ وَٹہٕ کھسان، مثالے دانہٕ، دالہٕ، ژوٗنٛٹھ، ٹنگ، ڈوٗنی بیترِ چھِ پٔن چاوتہٕ چھاورٹان۔

ہرِدِ کال شروٗع گژھی تھے چھِ ترٛ ہنہٕ ہنہٕ زوٗنی ہوان تہٕ واِر واِر چھُ گرٛیشمہٕ کالُک شبنم سوٗرِ دَگہِ منٛز تبدیل سپدان، رٲتی راتس چھُ سوٗر پیوان۔ صُبحن شامن چھِ ژھِ رژھِ ترٛ ووتھان، دوہلہِ چھُ موسم خوشگوار روزان، آفتاب معتدل روزان تہٕ آسمان چھُ صاف روزان، کُنہٕ کُنہٕ چھُ نَب ولان تہٕ خوشوار تمہٕ روٗدِ جیٚرِ چھِ وَسان یمہٕ کومبلن و درٹلان چھِ۔ یوٗ تاہ ہَرُ دخوشک روزان چھُ تیوٗ تاہ چھُ امیک مأرُی منظر زیادے کاڈ

ٹُلان۔ ہرِدِ کال سوران سوران چھُ بوٗنِن کُنوی الاوگنڈان تہٕ یہِ نارِ جلاوچھُ یہِ ڈٲلِ زِتہٕ زنتہٕ ووشلن کھالان۔

پہٕلِ تہٕ گُپن گوٗرِ چھِ ہرِدِ کال شروٗع سپدنہٕ تہٕ ترٛبن تہٕ چارٕ واہن نیوٗ تہٕ نیرٕ بو منٛز کٔڈتھ گامن گُٹھن منٛز واتہٕ ناوان، ہرِدِ نوٗژر چھُ چھِ چاروٲہن ستن نیرٕبن برابر زانہٕ یِوان۔

لوٗکھ چھِ لوٗتہٕ مکاے کانڈ کومو کوموجمع کٔرِتھ پھرٕبن، کُچھن تہٕ گُلبن پیٹھ شیٖرِتھ سمبٲلِتھ تھاوان۔ لوٗکھ چھِ اتھ موسمس منٛز مرٕژ وانگن، ہوکھٕ سِنٛز، مکاے تہٕ ڈوٗنی ہوکھِ ناوان، چونکہِ ہرِدِ کالُک موسم چھُ خوشگوار لہٰذا چھِ اتھ منٛز گُرن تہٕ گاڑِ تہٕ ژھرٕبن منٛز ہوکھناوان۔ ہرِدِ کالُک تاپھ چھُ بڑٕ مزٕدار تہٕ خوشگوار آسان۔

ہرِدِ کال پیٹھے چھِ لوٗکھ موٚڈٕ درٛوٚڈ پلو، پھرٕن تہٕ پٔٹُ لاگان، لوٗکھ چھِ رژھِ رژھ کانگرِ ہُنٛد استعمال کرُن ہیوان، ووں گوٚو دوہی دوہس چھِ کوٚلِ وارٕبن منٛز گُرٛشِتھ گوگجِہ، مُجِہ، گازرِ کڈان تہٕ اَتھ متبادِل چھِ رُہن تہٕ گنٛڈٕ بیترِ دَجِہِ ڈوٗرٕبن منٛز لاگان۔ خریف فصل مثالے تِلہِ گوگُل/ئزج) کِنکھ، وَشکہِ، کھسیلہٕ (گاسہٕ) مٹر چھِ اَتھی موسمس منٛز وَونہٕ یِوان۔ کونگ چھُ پوٚت وٕنٛدٕ کُے سوغات۔ مُلکی تہٕ غاٗر مُلکی سیاح چھِ پانٕنٕ وُڑٕ رمنٛز کونگہٕ پوشن ہُنٛد نظارٕ ٹُلان۔

ہرگاہ گرٛیسی اَتھ موسمس منٛز ہنا غفلت کرن تام چھُ یِمن خریف فصلن نِشہِ اتھِ چھلُن پیوان۔ ووں ووں چھِ باغہٕ وٲلی پوٚت ہرِدِ کالس تہٕ پوہ رٕتس منٛز گُلبن ہنٛز شاخ ترٲشی کران تہٕ یِمن لنگ لٔنجن ژٕنہِ بناوِتھ ہنا کِنان تہٕ ہنا وٕنٛدٕ کالس منٛز کانگرٕبن ہُنٛد غذا

بنأوتھ وُشنیر کران۔

کانگڑی در بغل بگو چون است لیلیٰ در کنار مجنوٗن است

مطلب کانگر چھِ تُمی انمانہٕ کو چھِ منٛز زنتہٕ لأل مجنوٗن ہٕنٛدِس وَچھس تل چھِ۔

ہردِ کالکوٗ مٔتی چھِ نارِ تشبن لتھ دِتھ ناگہٕ بٔتھبن پٔتھ درٕمنٛز فرشس منٛز ڈاپھ تہٕ اُوتھ سوتہٕ سوتہٕ تاپکیٚ مِیٹھی مِیٹھی ٹکورِ کران، ہردِ تاپہٕ سٟتۍ چھِ ژم کژ یہنان تہٕ پوٚنہٕ تہٕ نارٕتٟی چھِ گندان گندان پان آلہٕ وان۔ بقولِ قاضی غلام محمد۔

نا گنٛز بتھ پوٚت ہَردُن تاپھ پانو کوٚ تاہ وہراوَ کھ

(۴) وندِ کال:-وندِ کال تہٕ چھُ کٔشیرِ منٛز ٹمتن دوہن ہُند، اَتھ منٛز چھُ چِلے کلانٕکی ژتجی دوہہ بڑِ دوکھ ییتھ دوران شٔشمہٕ تہٕ تٕکی کتٕر چھُ ژوپاسے لگان، راٗژ چھِ دوہو مقابلہٕ زبردست سرد روزان، ترٕ گٹہٕ کار چھُنہٕ دوہس راتس کانگرے تہٕ اونہٕ دِوان، یہٕ موسم چھُ پوٚہ، ماگ تہٕ پھاگن رتبن ہُند ییمہِ انگریزی شمسی کلینڈرِ مطأبق December, January, Feberuary رتبن پٔتھ ہتھِ ہتھِ محیط چھُ۔ چِلے کلان یُس وندِ کالُک شکم چھُ، چھُ کأشرِ بن اُکیہ جایہٕ ژُھوٚرکُرتھ تھاوان، یہٕ چھُ 21 دسمبر پٔتھٕ 28 فروری لیس تامتھ وزان۔ اتھ چھِ چِلہٕ خورد تہٕ چِلہٕ بچہ تہٕ اَتھِ شہلاوان۔ توٚ پتہٕ چھِ ژتھرِ گگرایہ ییمہِ سونٛتہٕ کالس منٛز پوان چھِ سپدان۔

بہرکیف ترٕ، کٹہٕ کوٚش تہٕ زمہریر چھُ وندِ کالکی گہنہٕ، اکثر چھُ وُچھنہٕ یوان زِ حاملہٕ زنانہٕ چھِ ششرِ گاشٕہٕ تہٕ یخ، ٹُلہٕ کتُر تہٕ شین کھوان۔ شُری چھِ ڈلس تہٕ وولرس پٔتھ ٹُلہٕ کتُر لگنہٕ پتہٕ کرکٹ تہٕ ہاکی گندان (بروٚنٛٹھہٕ کالہٕ اُسی شُری بوٚنٛٹھی سرس منٛز کانگر بن

گِندان)

کأشِری چھِ ازحد گاٹلۍ چاہے تم شہرٕ روزان چھِ یا زِ گامہٕ، غرض وٕنڈٕ کالس چھِ یمہٕ شرپرس گرم تھاونہٕ خأطرٕ گاڑ، ہوگاڑ، ماز، ندرۍ، دالہٕ، سسٕر گوگجہٕ، گوگجہٕ آرٕ، ہٕرسہٕ، حلوٕ، پاچہٕ بیٚترِ کھسوان تہٕ یم چھِ وٕنڈٕ کالچہٕ خاصہٕ نعمژ گٔنزرنہٕ یِوان۔ گاڈٕ گوٚلی چھِ وٕنڈٕ کالُک من پسند غذا۔

بڑ وٕنٹھ کالہِ آسی شُری ویرٕ واران تہٕ بونہِ باغن منز ہچہِ، پن تہٕ ئلی یارٕ سومبرأ وِتھ نارزألِتھ کانگرٕ بھران تہٕ گرِ کٕہن خوش کران۔ گبہِ رأچھی چھنہٕ اتھ موسمس منز تہِ پتھ روزان تمہٕ چھِ کھٕہن کُنتھ نیرِتھ وارٕ ہن پھیرِتھ گازرِ، فرن گوگجہِ تیرن کھسوان روزان۔

حسن کھویہأمی چُھ ۱۰۶۷ ہجری پیٹھ ۱۲۹۶ ہجری تامتھ قریباً (٦) شیہ لٹہِ وٕہتھ ہٕنڈِ لگنُک تذکرٕ کران۔ بہرکیف وَنو یِی زِ وٕنڈٕ کالس منز یمن ترٕہن چیزن پیٹھ انسان روزان چُھ تمہٕ چھِ کھٕہن چٕہن، پلوتہٕ وُشن وُرن وتھٕرن۔ ازکل چھِ گرٕ گرٕ حمام تہٕ بجلی پیٹھ چلن وألی اے سی (AC) جایہِ جایہِ موجوٗد، بقولِ لُکہٕ شأعرِ

شالہٕ کاک مالہٕ کاک بالہٕ پیٹھ وَس پٕنٕز کانگر پُٹھٕ راو میأنی کانگرٕتپ

☆☆

فیاض تلگامی

کأشرِ زبأنؠ ہِنٛدؠ کینٛہہ تلمیح

دُنیاہچہِ پرٛ ہتھ کُنہِ زبأنؠ چھِ پننہِ وُسعتہٕ مطأبق اکھ سُہ سرمایہِ آیہِ تن آسان یُس تمہِ کِس اظہارِ ورتاوس پُرٕ کشش تہٕ بناوان تہٕ میچھر تہٕ بخشان چھُس۔ اتھ سرمایس منٛز چھِ محاورٕ، کہأوژٕ، مقولہٕ، پربٔژھ تہٕ تلمیح لبان تہٕ وقتس ستۍ ستۍ چھِ نٔوۍ نٔوۍ محاورٕ، نوِ کہأوژٕ، نٔوۍ مقالہٕ، نٔوۍ پربٔژھ تہٕ نٔوۍ تلمیح بارسس یوان تہٕ کینٛہہ زأید المعیاد بٔنتھ زبأنؠ نِش دۄ ران۔ اتھ سأری سۍ لِسأنی سرمایس پتہٕ کنہِ چھُ کانٛہہ نتہٕ کانٛہہ توأریخی، سیأسی یا سمأجی واقعہٕ آسان۔ یێلہِ تہٕ کانٛہہ محاورٕ یا تلمیح کُنہِ تہٕ زبأنؠ منٛز پننٛہٕ جاے رٹان چھِ، زبان ورتاون وألۍ چھِ غأرشعوٗری طوراميک ورتاوکران تہٕ یتھٕ پأٹھۍ چھِ زبان باگہِ برٛژ بنان تہٕ یمہٕ چھِ دوہدشہٕ کہِ بول چالکۍ جُز بنان۔

یۄٚ تامتھ کأشرِ زبأنؠ ہُنٛد تعلق چھُ......اتھ چھُ پٔنُن یُتھ اکھ بۄٚڈ بارٕ سرمایہِ مگر یہِ سرمایہِ تحریری طورٕ ژھراونہٕ خأطرٕ چھِ وژھِ وأنٛجہِ کأم کرنٕچ ضروٗرت۔ اتھ چھُنہٕ کانٛہہ شک زِ کینٛژٕ محققو چھِ یمن موضوٗعن پیٹھ کأم کٔرمژ مگر یێلہِ اسہِ پننہِ زبأنؠ ہِنٛدِس سرمایس کُن نظر پیوان چھِ تێلہِ چھُ مانُن پیوان زِ اسہِ چھِ وُنہِ واریاہ کأم کرنٕچ ضروٗرت۔ اسہِ

پیٚیہِ اعتراف کرُن زِ یموٚ محققو گوڑ یمن موضوٗعن پیٹھ قلم ٹُل ،تمہِ وِ ے دِیٚت نوٚ ین قلمکارن یہِ احساس زِ تم کرن پننہِ زبانٕ ہِنٛدی موختہِ دانہِ سومبرأ وِتھ، سہٕ شؤ یہِ وٕنی موختہِ مال تیار یُس سانٕ پزٕ زنتھ بنہِ ۔امہِ سرمایہِ رٕنگی چھ اسہِ نٕش چھاپ سؤ رتس منٛز نولہٕ صاۓبنٛ ''Kashmir sayings'' سدھرشن کاشتکأری ہٕنٛز ظرافت کشمیر(The wit of Kashmir) پنڈت آنند کولنٛ جمع کرِ ہتی محاورِ تہٕ نوٚ رمحمدٕ نی چھاپٕ ہتی کینٛہہ محاورِ ۔

کأشرِ زبانٕ ہِنٛدی ناماوار، مُحقق تہٕ نقاد پروفیسر محی الدین حاجنی صأبن چھِ تأریٖخی ،علاقأیی ، زمانہِ تہٕ زبانٕ ریو أیژ ولحاظہِ بیوٚن بیوٚن ژأرِتھ ''مقالات'' کتابہِ منٛز شیٹھن تلمیحن ہٕنٛز وبژھنے کرٕمژٕ ۔ جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی چُھ غلام نبی آتش تہٕ موہن لعل آش ہٕنٛز ترتیب دِژ ''کأشری تلمیح'' نأوی کتاب ۱۹۸۲ء یس منٛز چھأپہِ مژٕ''۔

میوٚن موضوٗع چُھ ''کینٛہہ کأشری تلمیح'' ۔ییٚلہِ أسی کأشرِ زبانٕ منٛز تلمیحن ہٕنٛز کتھ کرو ۔اتھ موضوٗعس پیٹھ چھ وارِیاہ کأم کرنٕچ ضروٗرت ۔یوٚ تام تلمیح لفظُک تعلق چُھ یہِ چُھ بُنیأدی اکھ عربی لفظ یُمیُک لغوی معنی چُھ ''تٕکھ ٹارِ وچھُن''۔علمِ بیانس اندر چُھ امیُک معنی کُنہِ گُزریمتِس واقعس کُن اِشارٕ کرِتھ کتھ فِکرِ تارٕنی ۔موخصر وَنو زِ تلمیحس پتہٕ کنہِ چُھ اکھ سہٕ گُزریومُت واقعہِ آسان یُس نوِ پُیہِ ہِنٛدِ خأطرٕ اکھ تجربہِ بنان چُھ تہٕ ییٚلہِ کانٛہہ یتھ واقعہِ نظرِ گژھان چُھ یا یتھِ واقعُک احتمال باسان چُھ ،اسہِ چُھ پزٕ ون واقعہِ ژتبس پیوان تہٕ تلمیح چُھ نے سنگار زیوٚ پیٹھ یِوان ۔یتھِ پأٹھی چُھ اکہِ واقعُک اظہار، زبانٕ ہِنٛدِس أکس اشارس منٛز سپدان ۔پروفیسر محی الدین حاجنی چھِ پننہِ نٕس أکس مقالس منٛز أکس امریکی مضموٗن نگار آسپورن (Ospourne) سُند یہِ حوالہِ دِوان زِ تلمیح

چُھ تِمن پدٕن ہِنٛدی نِشانہٕ یِمن پیٹھ پکان آسی پننہٕ ئن پرٛانٮ۪ن ہِنٛدٕن خیالن، حالن، گُمانن، وہمن، رسمن، رِواجن تہٕ واقعن ہُنٛد پَے ہیکو کٔڈِتھ۔ یِتھہٕ پأٹھی چھُ تلمیح تأریخِچ کأم تہٕ دِوان۔ کینٛژن تلمیحن ہِنٛدی کردار چھِ اسہِ پننہِ دوہدشچہِ زندگی منٛز پانس أنٛدی پٔکی پھیران تھوران باسان۔ مثالہِ پأٹھی آگر بٔٹنی گاو، نبہٕ میرُن انبر، بوٗسی میرُن پھوکھ، مایا راءمنٛز نوش، خوجہٕ موٗءمنٛز ٹھوٗل، مُسہٕ خانُن کستوٗر، سلام شہُن سوچھِ بیترِ۔ یہٕ کرِتھٕن کینٛژن تلمیحن ہِنٛز وِرٛتھنے یِم مےٚ جمع کٔری ءتی چھِ تہٕ یِمن منٛز چھِ زیادٕ پہٕن علاقٲیی تہٕ زبأنی روٲیژ ومُطأبق۔

عزیز بیٚتِنی حٔلوٕ مٔیٹ :

عزیزیوٚت اوس بأنگل علاقُک اکھ گریوٚس۔ دپان یہِ اوس سٕبٹھہٕ خام طمع۔ کٔشیرِ ہِنٛدٕن گامن منٛز چھِ اکھ رِوایت تہٕ عقیدت ازتہِ قٲیم زِییٚلہٕ وارِ یہس کالس تاپھ روزِ تہٕ لُکن آسہِ زراعتہٕ یا تڈیشہِ خأطرِ روٗدِچ ضروٗرت یا ییٚلہِ وارِیہن دوہن روٗد روزِ پیوان تہٕ لُکن آسہِ تاپٕچ ضروٗرت تیٚلہِ چھِ لوٗکھ مقأمی استانن پیٹھ نیاز کران، یُتھ تُہنٛد حاجت پوٗرٕ سپدِ۔ کینٛہہ چھِ مازتہٕ بتہٕ رَنان کینٛہہ دال بتہٕ، کینٛہہ چھِ قہوٕ بأگران تہٕ کینٛہہ حٔلوٕ بأگران۔ عریز بیٚتِنس گامس منٛز تہِ آسی اکہِ دوہہٕ استانس نِش حٔلوٕ بأگران۔ دپان عزیز بیٚتی آس اکھ حٔلوٕ مٔیٹ رٔٹمٕژ۔ بیٚیا کھ مٔیٹ رٹنٕک گوس طمع۔ گوڈنچ تھأوٕن کھووٕ رِس اتھس کینٛتھ تہٕ یہِ اتھِ تھووٗن پتھ کُن ژھایہٕ ہوٚل، یُتھنہٕ بأگرن وول وُچھِ۔ دوٚیم مٔیٹ رٹنہٕ خأطرِ پلہٕ نووٗن دٔچھُن اتھِ بأگرن وألِس کُن۔ بأگرن وألی وونس

ٹلوٗ موکلیٖاو۔وُنہِ اوس تس ژھُن اتھ ؤہرآوی تھے زِ یُتی کٲنہہ نس کُمی تام کھورِا تھچ ٹیٖٹ تھپہِ۔ یتھ پأٹھی گوٚ وسُہ گوڈنچ میٚچہِ نش تہِ۔اتھ علاقس منٛز ییٚلہِ ازتہِ کانٛہہ شخص لاچ گرِتھ اصلہِ نش تہِ اتھ چھلان چھُ، تس چھِ وَنان زِ اَمس گیہِ ''عزیز ینٛنی ٹلوٗ ٹیٖٹ''۔

گرِم نہٕ وور:

یہِ تلمیح چھُ سیٹھہِ مشہوٗر تہٕ اکثر کأشرِ ن علاقن منٛز ورتاونہٕ یِوان۔ کینٛہہ چھِ اتھ تلمیحس ''گرِم ننہٕ وارِیُن پأزارِ'' تہٕ کینٛہہ ''گرِم ننہٕ وارِین پُلہٕ ہور'' ؤنتھ تہِ ورتاوان۔

اصل واقعہٕ چھُ زِ گرِی مس بچأرِس اوس نہٕ زانٛہہ تہِ کھور بانہٕ پوٚران۔ سُہ اوس ننہٕ وورُے پکان تہٕ اَوے اُسس لُکھ گرِم ننہٕ وورونان۔ وَق گُذرنس سٟتی سٟتی گرِ تمی محنت تہٕ سُہ تہِ ووت وق زِ سُہ بنیوٚ وامیر۔مگر بدقسمتی کِنی ژوٚل نہٕ زانٛہہ تہِ گرِم ننہٕ وور ناو، حالانکہ تمی لاجیوو کھو رن تِلہٕ پأزارتہِ۔ اکِہِ دوہہ تُلی تمی لورِ گنٛڈتھ وارِ یاہ کھورِ بانہٕ لُگن یہِ ہاونہٕ خأطرِ زِ یہِ چھُس نہٕ ووٕنی غریب تہٕ ننہٕ وور مگر لُکھ اُسس توتہِ ونان ''گرِم ننہٕ وور ہا''۔

ازتہِ ییٚلہِ کأنٛسہِ لاچأری موکھہِ یا تیُٚتھ کانٛہہ کارکرنہٕ موکھہِ یتھ لوٚکھ پٕتھ ژٹن، تیُٚتھ ناوآسہِ پیوٚمُت یا تیُٚتھ داغ آسہِ لوٚگمُت یَتھ نہٕ لوٚکھ تمی سٟنٛزِ وکوٚششو باوجوٗد تہِ مشراوَن، تس چھِ ونان زِ اَمس چھُ گوٚمُت ''گرِم ننہٕ وور'' سُہ اَسِ تن پتہٕ رٔ پیٚس تہِ بنیومُت تہٕ پرٛانہِ نشہِ بدلیومُت تہِ۔

ڈٕہلُن سٕرٛ نہِ نور:

دپان ڈٕہلہِ وأنی اوس پٹن تحصیلہٕ کہِ وأنی گامُک اکھ مشہوٗر منارِوول۔ سُہ اوس

گامہٕ پتہٕ گامہٕ پھیران تہٕ آنگنہٕ آنگنہٕ ٲژنہٕ، واجہٕ، بگٕرِ بیترٕ کنان۔ اکہِ دوہہٕ اوس سُہ أکِس آنگنس منٛز پنٕن مال وہرأوِتھ۔ أنٛدی أنٛدی سمیپ لیس واریاہ زنانہٕ۔ تِمو کوٚر ژٕنہِ نور تہٕ ہیوٚتُکھ بیوٚن بیوٚن وُچھُن۔ ڈٕلہٕ روٗدا توتام بےخبریوٚ تامتھ یِموٚ زٕ ترٛے ترٛے ٲژنہِ کڈِتھ خٲلی ٲژنہِ نور واپس دِیُت ہس۔ ڈٕہلن ییٚلہِ خٲلی ٲژنہِ نور وُچھ، ووشا ترٛ أوِتھ وۄتھ تھوٚ دتہٕ دڑا و گامہٕ منٛزی یہِ برمحل شعر وَنان وَنان۔

ڈٕہلِس نیوٚ کھ ٲژنہِ نور ڈبہٕ دِیٚت ہس واپس

دہلی ترٛ وولۄ کوتا پس از:

اتھ علاقس منٛز ازتہِ ییٚلہِ کانٛسہِ وُچھان وُچھان تمہِ آیہِ گاٹہٕ پیٚیہٕ زِ پانس روزِ بس نہٕ خبرٕ ے، تس چھِ ونان زِ أمس گوٚ وُ "ڈٕہلُن ٲژنہِ نور"۔

اکبر وانٛنی یار مأری:

اکبر وأنی اوس بأنِگل علاقہٕ کہِ خرگام نأوی گامُک اکھ زمیٖندار۔ زمیٖن زراعت اوسُس سبٹھاہ مگر نتہٕ اوسُن نہٕ کوٚر رمُت۔ زُوٕ کنی اوس مریض۔ أمس اوس أکِس لالچی تہٕ چالاکہ شخصس سٟتی سخ یارانہٕ۔ سُہ چالاک شخص اوس أمی سنٛز جائیداد شرٛ پراوِنی یژھان۔ آخر کوٚر أمی شخصن اکبر وأنی یہِ زمیٖن بیعہِ دِنہٕ خأطرٕ۔ دپان عدالتہٕ منٛز ییٚلہِ جج صأبن اکبر وأنس پرٛژُھس زِ ژٕ ے روٚٹتھ زمیٖنُک قیمتھ، اکبر وأنی دِیٚت نس جواب زِ مےٚ جناب چُھنہٕ کہیں روٚٹمُت۔ امہِ پتہٕ پرٛژُھ نس جج صأبن زِ تیٚلہِ کیازِ چُھکھ ژٕ أمس شخصس زمیٖن بیعہِ دِوان۔ اکبر وأنی وۄننس بڑٕ سادٕگی سان "جناب یہِ بوٗزی تو یو ہے یار مأرِیا"۔ از ییٚلہِ اتھ علاقس منٛز کانٛہہ شخص پننہِ سادگی سٟتی پننٕی جائیداد بیٚیس اتھِ مُفتس منٛز کھیٚاوِ، تس

چھِ ونان أمس گٔیہِ ''اکبروانٕنۍ یارمأری''۔

سخنہِ ژٕیر:

سٕخی ناوُک اکھ شخص چُھ اوسمُت تِلہٕ گامُک روزن وول۔ دپان کینٛہہ زمیندار أسۍ تاپہٕ کرٛایہِ منٛز داں کھَہس منٛز ننٛدٕ کران۔ سٕخی ناوُک یہِ چالاک شخص اوس تِمن ستۍ بأج۔ یِمن لٔج سخ بوچھ۔ سٕخی اوس یژھان کُنہِ طریقہٕ ننٛدٕ کرنہٕ نِش پان بچاوُن۔ تٔمۍ وۄن پننٕ نٔبن ستۍ باجٕبن زِبہٕ اَنہٕ تُہنٛدِ خأطرٕ ژٕیر۔ سُہ ییلہِ ژٕیر کُجہِ نِش ووت، تھکھاہ کۄ ڈُن، پانس کھیٚین یڈٕ بٔرِتھ ژٕیر۔ امہِ پتہٕ تُجٕبن کھرِ ژٕیر جوراہ ستۍ تہٕ ووت ننٛدٕ والٕبن نِشہِ۔ یِمن دوپُن مےٚ أنۍ موگوڑٕ ژٕیرن ہُنٛد اکھ نموٗنہٕ ستۍ۔ تُہی گٔرِو پسند زِیمنے اَنا؟ تِمن أس بوچھِ لٔجمٕژ، تِمو دۄپُس گرٛژھ یِمے اَن مگر سٕخی اۄن دۄیمس پھیرس پیٹھ ارٕبن ژٕیرن ہُنٛد نموٗنہٕ ستۍ تہٕ وۄننکھ ووں لبہِ مےٚ اصلی ژٕیر۔ ووٕنۍ گۄ ومےٚ دۄپ گوڑٕ ہاوَ وتوہہِ یہِ نموٗنہٕ تہِ۔ بوچھِ ہتوٕ ستۍ باجووٕنُس ژٕ انتہٕ کینٛژھا۔ اتھ پتہٕ گرٛژھس ستۍ اوسٚ دوہہ تہِ گٔذریوٗمُت۔ سُہ ییلہِ ژٕیرٕ ہیتھ آو تِمو آسہِ ننٛدٕ گٔرِتھ موکلایمٕژ تہٕ تھٔکِتھ ژھیٚنتھ پییمتۍ۔ یتھٕ پأٹھۍ پیٚیہِ تِمن یم ژٕیر واریاہ دروجہِ۔ از ییلہِ اتھ علاقس منٛز کأنٛسہِ شخصس کأنٛسہِ ہنٛز وومید تھأوِتھ، پرٛاران پرٛاران چشمہٕ لوسن تہٕ تسلی گرٛژھن۔ حأصل ییس نہٕ کہنۍ۔ تس چھِ وَنان أمس گٔیہِ ''سخنہِ ژٕیر''۔

☆

اصل: سری چرت چٹرجی

ترجمہٕ: ڈاکٹر سید افتخار احمد

دیوٕداس

(بنگالی ناولہِ ہُنٛد سلسلہٕ وار کأشُر ترجمہٕ)

قسط......۳

رأژ ہٕنٛز اکہٕ ہش آسہِ ہابجے مٕژ۔نٮ۪ک نٮ۪ک زوٗنہٕ گاش زنتہِ اوس چھأنٛی چھأنٛی وسان۔پاروتی وٕج بسترٕ چ وتھرٕنٛچ ژادر پانس تہٕ لوتہِ لوتہِ ہیرٕ پاین وٕستھ وٕژھ بون۔ژوپأرۍ دِژٕنی ژٕورٕ نظر مگراتہِ وُچھن نہٕ کانٛہہ۔سأرۍ أسی مٕژٕ نٕنٛدرِ۔

امہِ پتہٕ مُژ روٗن وارٕ وارٕ دروازٕ تہٕ درایہِ نٮ۪بر۔سڑک أس سُنسان تہٕ کُنہِ انٛدٕ اوس نہٕ کانٛہہ ہٕر صدا۔امہِ وقتہٕ اوس نہٕ کأنٛسہِ وتہِ پکٕونی ہٕنٛدِ سمکھنُک تہِ خطرٕ۔کُنہِ رکاوٹ ورأے وأژ سو زمیندار صأب نٕس دروازس پٮ۪ٹھ۔دروازس پٮ۪ٹھ اوس بُڈٕ چوکیدر کشن سنگھ وُنہِ ہوشیارٕ ے چار پاے پٮ۪ٹھ بہِتھ تُلسی رامایٕنُک پاٹھ پران۔یون کُن کلہٕ تھأوتھے تہٕ اوکُن یوکُن وُچھنہٕ ورأے پرٕ ژُھن۔

"کُس چھُوٕ؟"

’’بۍ چھس۔‘‘ پارؠتی وۄنُس۔

کشن سنگھس آو آوازِ ہتی سمجھ زِ کوس تام ژٕنی چھےٚ۔ تمۍ زون زِ کاںٛہہ نوکرأنی آسہِ امہِ کنۍ دیٚتُن نۍ اوٚکُن کاںٛہہ خاص دھیانا۔ سُہ روٗ رپنۍ لیہِ منٛز پاٹھ پران۔

پارؠتی ژٲیہِ اندر۔ رہتۍ کول آسنۍ کنۍ اوس موسم وارِیاہ گرم۔ نیٚپرِ کنۍ أسی وارِیاہ نوکر شنگِتھ۔ کیٛنہہ أس مژِ نِندرِ تۍ کیٛنہہ أس لرِ پھِرن دِوان۔ نِندرِ منٛزی اگر کاںٛسہِ وُچھ تۍ مگر نوکرأنی زانِتھ وۄنُس نۍ کاںٛسہِ کیٛنہہ۔ کُنہِ کھوژنۍ ووژنۍ ورأے کھۄژ ہیرن تۍ وأژ ہیوٚر۔ سوأس اتھ گھرس رژھِ رژھِ وأقف۔ اِمو کھۄجِس نۍ دیوداسُن کمرٕ ژھانڈنس منٛز تأرتہِ۔ کمرُک دروازٕ اوس یلے تۍ اتہِ اوس وُنہِ ژونگ تہِ دزأنی۔ پارؠتی یِیٚلہِ کمرس اندر ژٲیہِ اتہِ وُچھُن دیوداس مژِ نِندرِ شوٚنگِتھ۔ شاندس نِش وُچھنۍ اکھ کتاب ؤہرِتھے۔ امہِ ہتی باسیوتس شاید چھُ وُنی وُنی شوٚنگمُت۔ امہِ کھأج چھتگیرس سو ہتھ ہیوٚر پہن تۍ پٮ۪ٹھ دیوداسنہِ کھورن تل۔ کمرس منٛز أس ژھوپہِ، صرف أس لبہِ پٮ۪ٹھ چہِ گرِ ہِنٛز ٹِک ٹِکچ آواز بوزان۔

دیوداس نِہن کھورن پٮ۪ٹھ اتھِ تھأوِتھ کوٚر پارؠتی آلو۔ ’’دیو بھیا........ دیو بھیا......‘‘

دیوداسس باسیو شاید چھُ سُہ نِندرِ منٛزٕے کیاہ تام بوزان۔ أچھ مُژراونۍ وارأیہِ وۄنی تمۍ۔ ’’......اوں .....اوں۔‘‘

’’دیوا۔‘‘

وونی وۄتھ دیوداس أچھن مُرن مُرن دِوان۔ پارؠتی اوس بُتھِ پٮ۪ٹھ پرِ تھوٚد

تُلمُت ،امہِ ؠکنی پرزِ ناوی دیوداسن اصل پاٗٹھی۔ گوڈٕ بیوٹھ نہٕ تس مگر پتہٕ وٚننس۔'' پاروژٕ ؟ یہِ کیا.....''

''آ...... یِ چھس۔ ''

گرِ کُن ٹایم وُچھِتھ وٚنُس دیوداسن حاٗراٗنی سان۔'' یوتاہ روت کیٚت۔''

پاروتی روٗ زژھو یہِ گٔرِتھ کلہٕ نٚو مرِتھ۔ دیوداسن پرٕژھنس بیٚیہِ۔

'' ژٕ آیہِ کھا نصب راٗ ژٕکٕنی زٕنی ؟''

'' اٗں۔'' پاروتی دیٚتُس جواب۔

دیوداسس ژاوخوف ہٚیوتہٕ بامبر یوزِ کاٗنسہِ گٚو ژھ نہٕ پتہٕ لٔگِن۔ حاٗراٗنی ہِنٛدِس حالتس منٛز پرٕژھنس بیٚیہِ۔

'' یہِ کیا چھکھ ونان۔ وتہِ تہِ کھوژٕ کھناژٕ۔

''یہِ چھس نہٕ بوٗتن کھوژان۔'' پاروتی دیٚتنس اسان اسان جواب۔

''یہِ چھس نہٕ بوتن ہِنٛز کتھ کران، یہِ چھُ سَے ونان انسانن تہِ کھوژٕ کھنا۔ اسا تہِ ون یور کیا کرنہٕ آ یکھ وٗنی کیٚس۔''

پاروتی دیٚتُس نہٕ کاٗنہہ جواب۔ مگر تس اوس پٔزن دِل ونان زِ شاید چھکھ نہٕ ژٕ اٗمِس تہِ کھوژان۔

''ژٕ ؠکتھ پاٗٹھی ژا یکھ اندر۔ کاٗنسہِ ماوٗ چھنکھ؟''

''چوکیدرن وُچھنس۔ ''

لال نژناٗوِتھ پرٕژھس دیوداسن بیٚیہِ۔''چوکیدرنے یاٗ ژٕ وُ چھنکھا ؠکنہٕ بیٚیہِ تہِ

کأٔنسہِ؟''

''آنگنس منزٕ اُسی واریاہ نوکرشۆنگتھ، خبر تِمو منزٕ ما آسہٕ کأٔنسہِ وُچھمُت۔ ''

دیوداس گۆو بستر منزٕ ہگہٕ تھۆو دۆ تِھتھ تہٕ تھوُون درواز بند۔ امہِ پتہٕ پُرٛژھنس۔

''کأٔنسہِ ماپرٛزٕناوٗنکھ؟ ''

شاید ما آسہٕ کأٔنسہِ پرزٕناوٕمُت تہِ۔۔ مےٚ زانن سأری بیٚتہِ۔'' پاروتی دیتُس کُنہِ خوفٕ ورأیہِ جواب۔

''پارو.....یہِ کیا چھکھ ژٕ ونان۔ یہِ کیا کۆر ژےٚ۔ یِتھ پأٹھی کیازِ آیکھ؟''

''ژےٚ کیاونےٚ مےٚ کیازِ پیٚیوٚ یہِ کرُن۔'' پاروتی اُس أندری دِلہٕ منٛزی ونان مگر زِوِ پھورُس نہٕ کہنی۔ صرف روٗ زژھو پہٕ کُرِتھ کلہٕ بون کُن ہِنتھ۔

''چھی چھی..... یوتاہ روت کیٚت۔ یِگاہ کُس بُتھ دِکھ ژٕ؟''

''سو ہمت تہِ چھےٚ مےٚ منزٕ۔'' پاروتی وۆن کلہٕ نۆمرِ تھےٚ۔

''ژٕ ماچھکھ ووٕنی لوٕ کٹ کوٗر۔ یورِ ینہٕ آیی نا ژےٚ شرم تہِ۔'' دیوداسن وۆن۔

''بالکل نہٕ۔'' پاروتی دیٚت کلہٕ ہِلہٕ ناوِتھ جواب۔

''یِگاہ ہیٚکھ نہٕ شرمہِ ستی کلہٕ تہِ تھۆو دتُلتھ۔ تۆ ریہِ فکرِ۔''

یِم کتھہٕ بوٗزِتھ وُچھ پاروتی وُدأسی چشمو دیوداسس کُن تہٕ وۆنُس کُنہِ خوفہٕ ورأیی۔

''اگرے نہٕ مےٚ ییمہِ کتھہِ ہُنٛد یقین آسہِ ہازِ ژٕ رچھکھ میأنی شرم تیٚلہِ ہیکہٕ نہٕ بہٕ پزٕی کلہٕ تھۆو دتُلتھ۔''

''مگر یہِ روزا کأنسہِ بُتھ دیٚن لایق۔''؟

'' ژٕ...... اتھ منٛز کیا قصور چھُ چون دیوا ۔'' پاروتی تہٕ دِتٕس أتھی لجس منٛز جواب۔

بڑ نزِس کھنڈٕس خاموش روزنہٕ پتہٕ و ٚننس پاروتی ییٚہِ۔

ءٕ ''ژٕ چھکھ مرد، ژٕ چھےٚ نہٕ پرواے۔ازنےتہٕ پگاہ مُشراون لُکھ چون لوٚ گمُت داغ۔دوہہِ دوہۍ پتہٕ ونہٕ نہٕ پتہٕ کانٛہہ زِ پٔژن سورُے کینٛہہ داوس لٲگتھ کرتہٕ کمہِ رأ ژترایوتمہِ بد نصیب پاروتی چانِہن قدمن تل پٔژن کلہٕ۔''

''یہِ کیا چھکھ ژٕ ونان پارو۔''

''تہٕ .... یہ''!

دیوداسس زن تہٕ گوٚ وکیاہ تام۔تٔمۍ وٚنُس ''تہٕ ژٕ''۔

'' ژٕ چھُکھ میانہِ داغ لگنچ کتھ کران؟ مگر یہِ چھُنہٕ میون گناہ۔اگر اتھ کتھ پٔٹھ میٲنۍ بدنأمی گژھِ زِ یہِ ژٕ الیس ژٕ رٔژ ریتھ گرس منٛز،مےٚ آسہِ نہٕ امہِ خأطرٕ کانٛہہ پرواے۔''

''مگر پارو............ یہ کیا؟............ ژٕ چِکھا ودان؟''

دیوا...... کولہِ کو تاہ سوٚنۍ تہٕ تیز پکوٚن آب چھُ، کیا اتھ منٛز تہٕ ہیٚ نا میون داغ چھلنہٕ؟''

دیوداسن روٚٹ پاروتی ہُنٛد اتھٕ پننِس اتھن منٛز تہٕ پأنۍ پانٕے دراوٕس أسہٕ ''پاروتی''۔

دیوداس نِش کھورن پٔٹھ پٔژن کلہٕ تھأوِتھ وٚون پاروتی سو تیمہٕ آوازِ منٛز '' بس............ یِمنےٚ قدمن منٛز دِم رژھ کھنڈ جاے............ دیوا۔''

امہِ پتہٕ رؤ دۍ دوشوے کینٛژس کالس ژھوپہٕ گرِتھ۔پاروتی ہٕندۍ اوٚش پھپرۍ

اُسی دیوداسنِن کھورن پٹھ پتھ ڈٲلِہ گژھتھ سفید بسترس منز غٲب گژھان۔

'' کیا ژٕ ہیکی نامےٚ ورٲے بیہِ کانٛہہ میلتھ۔'' پننہٕ کھورو پٹھٕ پاروتی ہُند کلہٕ تھوٚ دٕلان ٹٕلان وونُس دیوداسن۔

پاروتی ووٚنُس نہٕ کانٛہہ جواب، البتہٕ رؤز پنُن کلہٕ دیوداسنِن قدمن منز ترٲوتھے۔ اتھ کمرس منز اُس ووٚنی ژھوپہٕ۔صرف اُس شہہ کھانٛژ وانٛژ آواز نیران۔

''ٹن۔ٹن۔گھرِ دِژِ بجنٛچ صدا۔دیوداسن ووٚنی ''پاروٗ''۔

''کیا''۔پاروتی پرٛژھنس لوٚت لوٚتے۔

''ژٕ چھیٚ ناپےٚ زِمول موج چھُ اتھ رشتس خلاف۔''

پارورتی ووٚنس کلہٕ ہتی اُن۔ امہٕ پتہٕ گیہ کمرس منز بیٚیہ کینژھس کالس ژھوپہٕ۔کینٛہہ کال گژھتی پھٹرٲو دیوداسن زیٚوٹھ شہہ نتھ خاموشی۔''تیٚلہٕ کیازِ چھکھ یژھ کتھ کران۔''

یتھ پاٹھی آبس منز ڈُوب وُنِس گھاسہٕ کریچہ ہُند سُہارٕ چھُ باسان تہٕ سہٕ چھُنہٕ تتھ کُنہٕ تہٕ حالس منز تراوٕن یژھان، تتھے پاٹھی اُس لولہٕ مۄہ پاروتی دیوداسنِن کھورن زن تہٕ لٲرتھ گمۄ تہٕ تس اُس نہٕ بیٚلہٕ یژھان تراوٕن۔کلہٕ دیوداسس کُن پھیرِتھ ووٚنُن'' بہٕ چھس نہٕ کہنہٕ تہٕ زانُن یژھان، دیوا ....''

''پارو، کیا بہٕ کرا ماٲلِس ماجہ ہنٛدِ حُکمچ نافرمانٔی۔''

''اتھ منز کُس گناہ چھُ۔ادکرتہٕ''۔

’’تہٕ ژٕ کتہِ روز کھ پتہٕ‘‘؟

امہٕ پتہٕ گٔری دوشوٕ یو کینژھس کالس ژھوپہٕ۔ ژور آسہٕ بجیمژٕ۔۔ کینژہ کالہٕ پتے اوس ووٚنی گاش تہِ پھولن وول۔ پتہٕ چھُ رہتہٕ کالہٕ آفتاب تہِ سُلی کھسان۔ یہِ وُچھِتھ کوٚر دیوٕداسن پاروتی اَتھس تھپھ تہٕ ووٚنس ’’پکھ ژٕ تراوتھ بہٕ گرِ۔‘‘

’’کیاژٕ یِکھا مےٚ ستی۔‘‘

’’اتھ منٛز کیا حرج چھُ، بلکہٕ کیٛس امی بدنامی ستی کانٛہہ وتھ درایہِ۔‘‘

’’پکھ تیٚلہِ۔‘‘

لوتہِ لوتہِ قدم تراوان درایہِ دوشوے نیبر۔

دویمہِ دوہ گٔری دیوٕداسن پننِس مأکِس ستی اتھ متعلق کتھ۔

’’ژٕ روزُکھ مےٚ ہمیشہ پریشان کران۔ یوٚت تام زِندٕ چھُس توٚت تام دِکھ نہٕ ژٕ مےٚ سوکھٕ سان روزنہٕ۔ چانہٕ زہٕ یژھ کتھ نیرِ نی چھنہٕ گوڈٕ کانٛہہ حأرت‘‘۔ مأکی ووٚنس بُتھ ترکرأ وِتھ۔

دیوٕداس روٚ دژھوپہٕ گٔرِتھ کلہٕ نومرأ وِتھ۔

’’مےٚ چھنہٕ پتا کیا چُھے کرُن۔ یہِ ژٕے کرُن آسی پننہِ ماجہِ ستی رٔلتھ کر۔‘‘ مأکی ووٚنس۔

یہِ بوزِتھ آیہِ اھنٛز موج وداو ودان تہٕ ووٚنُن ’’گوبرا یہِ تہِ اوسا میٛانِس لأنِس لیکھِتھ۔‘‘

امی دوہہ ووٚٹ دیوٕداسن پنُن ڈھیرٕ ڈگہٕ تہٕ گوٚ وکلکتہ۔

ییٚلہِ پاروتی یہِ بۄزسوٗلج پاگلن ہِنٛدی پأٹھی زورِ زورِ اسنہِ۔ مگر اتھ اسنس پتہٕ کنہِ کوتاہ دوکھ تہٕ غم اوس، سہٕ ہیکہِ ہانہٕ کانٛہہ محسوس کٔرتھ۔ پتہٕ مہِ رأژہِنٛدِ واقعہٕ اُس نہٕ کأنٛسہِ پے لٔجمٕژ تہٕ نہ اوس پاروتی کأنٛسہِ وٕنمُت، ووں گوٚو منور ماہس اوس سورُے فکرِ توٚرمُت۔ تمہِ پٔژ وژھُس۔

"پارو ....کیا دیوداس چھا پٔزی کلکتہ گوٚمُت؟"

"آں"

"تیٚلہِ کیا بنہِ ژےٚ ووٕنی۔"

یہِ اوس نہٕ تس بچارِ پانس تہٕ پتا زِ دیوداسن کیا کوٚر تٔہنٛدِ خأطرٕ تہٕ سو کیا ونہِ ہا بین۔ مگر اکھ کتھ اُس ضرور زِ سوٕ اُس اتھ کتھِ متعلق وار یا ہو دوہو پٔتھٕ سونچان۔ سوٕ اُس ووٕنی ووٕتلان تہٕ بڈان۔ ووں گوٚو یہِ کتھ تہٕ چھےٚ پٔزی زِ تِتھِس دولابس منٛز پٔتھ ییٚلہِ نہٕ انسانس کہینٛہ تہٕ سمجھ چھُ یوان زِ کیا پزِ کرُن تہٕ کیانہٕ۔ ییٚلہِ کانٛہہ وتھا نظرِ چھنہٕ گژھان تمہِ ساتہٕ چھےٚ ووٕمیدِ بچان۔ یتھ پٔتھ انسان زِندٕ چھُ روزان۔ پٔنٛن مفاد اگر کُنہِ چیزس منٛز باسبس تہٕ رات دوہ چھُ تِتھی متعلق سونچان روزان۔ سوٕ کأم پورٕ گژھی تن یا متہٕ گژھی تن مگر دلس چھس آش آسان۔

بلکل اُسی تِتھی ہیٕ تذ زُبس منٛز پاروتی تہٕ۔ تس اُس ناووٕمید اُستھ تہٕ یہِ آش زِ راتچہِ کتھِ نیرِ ضرور کانٛہہ نتہٕ کانٛہہ نتیجہ۔ ووں گوٚو اگر کینٛہہ اُلٹہٕ پُلٹہٕ گوٚو تمہِ ساتہٕ کیاہ آسہِ تٔہنٛز حالت تہٕ چھُ خدایی زانان۔ مگر تس اوس نہٕ اوٚکُن زون، سوٕ اُس صرف یی سونچان زِ دیوٚ بھیا ییہِ تہٕ ونِس "پارو......ژےٚ دِمےٚ نہٕ بہٕ پانس نِش الگ گژھنہٕ۔"

مگر دوہِ دوہہ پتے آو پاروتی اکھ خط یتھ منز لیکھتھ اوس:

''پاروتی''

''پُتر میو دہ یو دہو پتھ اوسُس بہ چانہِ کتھِ پتھے سونچان۔ ماتا جی تہِ پتا جی دونوے چھِنہ سائنس کھاندرس رأ زی۔ چانہِ سوکھِ خاطرِ تمن دوکھ دیُن چھنہ میانہِ خاطرِ جان۔ پتھ تہنزِ مرضی خلاف کتھِ ہکہ بہ کانہہ کأم کٔرِتھ؟ ییتہِ یور چھُم ییتہِ مشکل باسان زِ بہ کیا ہیکے ژے وون زانہہ چھِٹ لیکھتھ۔ اوے چھُس سونچان زِ سورُے کینہہ تھاوے پیتھی چِتھِ منزِ بأوِتھ۔

تُہی چھِو ذات برادری منز سانہِ کھوتہِ ؤستھ۔ پتھ یتھ خاندانس منز کورِ ہنہِ کٔنہِ آسن یوان تمہِ خاندانچہِ لڑکی کتہِ دِییہِ میأنی موج گھرِ اژنہِ۔ یپأری ہمسائے گرِتس منز رِشتہِ کرُن چھنہ تس بلکل تہِ پسند۔ پتا جی سُنْد مزاج چھُے ژے پتہِ۔ تمہِ رأ ژہنزن کتھن ہُنْد چھُ مے وُنہِ دُکھ۔ مگر یہِ کأم ہیکہِ ژے ہش خوددار تہِ حوصلہِ واجینی کوٗرِ ے کٔرِتھ۔

بییہِ چھے بیا کھ کتھ یہِ تہِ زِ مے اوس نہِ زانہہ یہِ سونچمُت زِ بہ چھُ سے ژے دل وجانہِ محبت کران۔ از تہِ چھُس نہِ چانہِ باپت کانہہ صدمہِ محسوس کران۔ آ، البتہِ چھُم صرف یہِ دوکھ زِ ژٕ چھکھ صرف میانہِ باپت پیتی تکلیف ٹُلان۔ چلی یے تہِ پوٗرِ پأٹھی مشرا وے، جان تہِ روزی یی۔

بہ چھُسے شوٗدِ منہِ یہِ دعا دِوان پارو............ ژٕ روز ہمیشہِ آباد تہِ سبٹھاہ سوکھہِ، امہِ علاوٕ ہکبے نہِ بہ بییہِ کہنی دِتھ۔''

’’دیوداس‘‘

یہِ خط ڈاکخانس منز تراونہٕ برونٛہہ أس دیوداسس بدل حالت، مگر یُتھے تٔمی یہِ چِٹھی پوسٹ کٔری سُہ گوٚو بدلےٚ گوتن۔ کنہِ کوٚڈُن کش تہٕ لوٚگُس مُدے گٔنڈِتھ وُچھنہِ۔ أہنٛدِس دِلس منز گوٚو بیا کھوٗہمہٕ تہِ پاٚدِ۔ سہُ لوٚگ یہِ سوچنہِ زِ اگر یہِ گٔژِتس تِتھے گٔژِ کلس آیہِ، کیاسوہیٚکیا یہِ صدمہٕ برداشت کٔرِتھ؟ کیاسوہیٚکیا زندٕ روزِتھ۔‘‘

ڈاک خانہٕ پٔتھٕ واپس یِوان اوس دیوداس یہِ سونچان سونچان پکان زِ اوترٕ روت کیٚوٚت ییٚلہِ پاروتی مےٚ نِش آیہِ تہٕ میٲنِہن قدمن منز پٮُ۪ن کلہٕ ترأوِتھ کوتاہ ووٚدُن بچارِ۔ تہِ ماگوٚو جان؟ زیادٕ پہان اوس سُہ ووٚنی یہِ سونچان زِ اگرے پاروتی کانٛہہ خطا چھُنہٕ، تیٚلہِ کیازِ چھُنہٕ میون مول موج تس مےٚ ستیٚ خاندر کرنس اجازت دِوان۔ کیٚنژاہ ہنا وأنس بڈٕنہٕ کہِ وجہٕ ستیٚ پایس پینہٕ کٔنِ تہٕ کیٚنژاہ کلکتہٕ ہس منز روزنہٕ کٔنِ اوسُن ووٚنی دیوداسس یہِ فکرِ ترُن ہیوٚت مُت زِ معموٗلی خاندأنِ کتھن پٮ۪ٹھ کانٛسہِ سزا دیٚن چھُ گناہ۔ تس آومٔژی یہِ خیال تہِ اگرے پاروتی زندگی نِشہِ تنگ یِتھ دریاوس پان دُیٚت دأرِتھ، کیاتمہٕ ستیٚ لگہِ ناکیٚنٛہہ ایشورٕسنٛدِ بن پاک کھورن پٮ۪ٹھ داغ۔

گھرٕ وأتِتھ ترووٚ دیوداسن بسترس پٮ۪ٹھ پان دراز۔ ازکل اوس سہُ بورڈنگ ہاوسس منز روزان۔ پٔتمہٕ واریاہو دوہو پٮ۪ٹھٕ اوس سہُ مامہٕ سُنٛد گرٕ ترأوِتھ أتی روزان۔ پٮ۪ٹھٕ اوسُس ییٚتہِ تِتکہِ کھوتہٕ آرام تہِ۔ یِتھ کمرس منز دیوداس روزان اوس تِتھی لرِ کمرس منز اوس چونی لال ناوٕ اکھ شخص روزان۔ سہُ اوس کلکتہ بی اے پاس کرٕنکہِ غرضہٕ آمُت مگر نوَن ؤری ین منز تہِ گوٚو نہٕ تس بی اے پاس۔ اِو موکھٕ اوس تو ہنٛد وُنہِ

بورڈنگ ہاوسس منز روزُن ضروری۔ پژتھ دوہ ہہ شامن سأئلس نیرُن تہٕ صُبحکہ وقتہٕ واپس یُن اوس چونی لالن دوہ ہہ دِشُک معمۆل بنوومُت۔

وُنہٕ اَسی نہٕ طأئبِ علم بورڈنگ ہاوسس منز واپس آمتی۔ نوکرأنی آیہ تہٕ گاش زألِتھ درایہٕ واپس۔ دیوداس اوس أندری کنۍ کمرٕ بند کٔرِتھ لرتر أوِتھ۔ کینٛہہ کال گٔژھتھ آیہ اکہٕ اکہٕ سأری طأئبِ علم پننین پننین کمرن منز۔ کالچنس کوٚرُکھ دیوداسس تہٕ بتہٕ کھینہٕ باپت آلو مگر سہٕ اوس شونگتھ۔ چونی لال اوس نہٕ زٕ ہنز کالہٕ واپس یوان، ازتہٕ اوس نہٕ آمُت۔

رأژ ہنز اکھ اَس بجیمٕو، بورڈنگ ہاوسس منز اوس نہٕ دیوداسس ورأے کانٛہہ ہوشیار۔ ییلہٕ چونی لال واپس آو تہٕ دیوداس نِس کمرس منز گاش دزوُن وُچھِتھ گوٚو حأران۔ بند کمرس منز گاش دزوُن وُچھِتھ باسیوٚس کیاہ تام دٔلیل چھےٚ۔ تٔمۍ کوٚر تھدِ تھدِ دیوداسس آلو ....'' دیوداس .... دیوداس .... کیاژٕ ما چھُکھ وُنہٕ ہوشیار ے؟''

''آ......مگر ازکتھ کنۍ آکھ ژٕ یوٚت جلدی؟'' دیوداسن پرژھنس کمرٕ أندری۔

''کیا ونے بھایہ، ازچھِنہٕ تھوڑا صحت ٹھیک۔'' چونی لعلن وونُس تھوڑا اسان اسانۍ۔ یہٕ ونان ونانۍ دراو سہٕ۔ کینٛہہ کال گٔژھتھ آو سہٕ بیٚیہٕ واپس تہٕ کوٚرُن دیوداسس آلو، دیوداس، کیا سا درواز ہیٚکِکھٕ کھوٚلِتھ؟''

''کیا زِنہٕ......ضرۆر۔''

''تمأ کھی رژھا چھالتہٕ کینٛہہ؟''

''آ، آ آ چھُ۔'' یہِ ونان ونان مُژ وو دیوداس درواز۔

چونی لعل بیوٗٹھ تموکھ برنہِ۔ تموکھ بران بران وَننس۔ ''ژٕ کیا زِ چھکھ نصف راتھ ژ تام وُنہِ ہُشار ے؟''

''نِندٕر چھا کیاہ پژتھ دو ہہ یوان۔''

''میانہِ خیالہِ پزِ نہِ چانہِ وأنسہِ ہِند بن لڑکن یوٗت ژیر تام ہُشار روزُن۔ مگر ژٕے وُچھِتھ پیوس یہِ از دولابس مژ۔'' چونی لعلن وَنُس مذاقس مژٕ ے۔

دیوداسن وَون نہِ واپس کہنہِ۔ چونی لعل وَتھُس سگریٹ داماچوان چوان۔

''یتہِ ژٕ گھرِ واپس آ کھ، تتہِ چھکھ ژٕ یوہے دل ملول ہیو۔ ژٕ ے ما چھے کانٛہہ پریشأنی دیوداس؟''

دیوداسن دِیُٔس نہِ کانٛہہ جواب تہٕ وَتھ بُتھ چأرِتھ تھوٗد۔

''ژٕے چھے نہِ از دل ڈنجہ۔ دیوداس کیاہ چھُ سہٕ ٹھیک ونان؟''

دیوداس بیوٗٹھ یکدم بسترس پیٹھ پتھر تہٕ أہنِدِس بُتھِس کُن مُدے گُنڈِتھ وَننس۔'' چونی لعل، بھایا کیاہ چأنس دِلس مژ چھُنا رحم؟''

چونی لعلن ترو وصرف اسُن مگر جواب وَننس نہِ کانٛہہ۔

''کیا ژٕ ے چھے نا زندگی مژ زانٛہہ دوکھ ووتمُت؟''

''یہِ زأنِتھ کیا کرکھ ژٕ۔''

''مےٚ چھُ کتھن سنٛز عادت۔''

''مگر ازنہٕ۔ بیٚیہِ کُنہِ ساتہٕ ونے۔''

’’اسا چونی لعل مےٚ وَن ژٕ کتہِ رأتی رالتس آسان؟‘‘ دیوداسن کوٚرُس سوال۔

’’مگر یہِ بوزِتھ کیا چھےُ ژےٚ کرُن؟‘‘ چونی لعلن ووٚنس۔

’’بس یِتھے کنٕز اوسُس یژہان زانُن۔‘‘

’’پزی چھے نا ژےٚ اتھ متعلق کینٛہہ پتا؟ چونی ین پرُژھنس۔

’’تھوڑا تھوڑا چھم پتا مگر پوٗرِ پأٹھی نہٕ کینٛہہ۔‘‘ دیوداسن ووٚنس۔

چاوٕ ستی پژ زلیو چونی لعلُن بُتھ۔ یمو کتھو ستی چا ہے بیٚیہِ کینٛہہ گژھے یا نہ گژھے مگر سما جس منٛز پیٚیہِ ہا مند چھ ضرور۔ اوے آسہٕ یم کتھٕ وون چونی لعلن سبٹھاہ سونچنہٕ سرنہٕ پتہٕ مُشراومژ۔ امہِ پتہٕ ٹوٗ چونی لعلن أچھ تہٕ أچھٹوٚی تھے ووٚنس۔ ’’دیوداس، یوٚ دوے ژٕ پزی مےٚ متعلق زانُن چھُکھ یژھان تیٚلہِ پیٚیی ژےٚ میے ہیٚو بنُن۔ ون سا پگاہ یِکھا مےٚ ستی؟‘‘

دیوداسن دیٚت گوڈٕ رژھِ کھنٛجِ دم تہٕ پتہٕ ووٚنس، ’’مےٚ بوٗز تہِ چھُ بڈٕ مزٕ آسان۔‘‘

’’روپیہِ ہنٛز روپے پوٚز۔‘‘

’’اگر ے یہے کتھ چھےٚ تیٚلہِ نی زِ بگہٕ ہکہِ پیٹھٕ مےٚ تہِ پانس ستی تور۔ بُتہِ آسے ووں یوان۔‘‘

دویمہِ دوہ شامہٕ بژٚ وٛنہے پہان آو چونی لعل دیوداسنس کمرس منٛز۔ اتہِ وُچھُن سہٕ ڈھیرٕ ڈگہٕ وٹان۔ سُہ گوٚ ویہِ وُچھِتھ حأران۔ حأرتہٕ کِس حالتس منٛز ووٚنس ’’یہِ کیا...... ژٕ کیا یہِ کران...... ژٕ کوٚت درامُت۔‘‘

''نیر نچ تیأری چھُس کران۔''

چونی لعلس ژۄل اُسن نیرِتھ۔تس باسیوو یہِ ہے چھُ پۆزِ پأٹھۍ تیأری کران۔''

ہیے یہِ کیا............ژٕے چھُتھ سورُے کینٛہہ نیومُت وُٹھتھ۔''

''اگر یہِ پانس ستۍ نیٚہِ تہٕ بیٚیِس کس تھاوِ حوالہِ۔''

چونی لعلس آیہِ نہٕ یہِ کتھ پۆزِ سمجھ تہٕ وۄننس،''یہِ کس چھُس پنُن سامانہِ حوالہِ کٔرِتھ نیران۔سورُے چھُ بیٚیی پتھ آسان۔''

دیوداسس آو جلدی سمجھ زِ یہِ چھُ راتچہِ جایہِ گژھنگ ونان۔اوے وۄننس تھوڑا منٛدٕ چھِۄ منٛدچھے۔''دراصل چھُس یہِ ازگھرِ درامُت۔''

''مگر کیازِ۔واپس کریکھ؟''

''وۄنی ییمہِ نہٕ یہِ زانٛہہ۔''دیوداسن وۄننس کلہٕ ستۍ تہٕ نکار کران۔

چونی لعل گۆو یہِ بوزِتھ حأران۔سُہ گۆو کیٛژھس کالس أکِ ہیے جایہِ رۆبوٚزِ ہیو۔امہِ پتہٕ پلنأوِ دیوداسن أمِس روپیہ تہٕ وۄننس،''نۆم روپیہ تھاو پانس نش، ییس ییس یہِ داران چھُس تس تس دی زِ۔تمہِ پتہٕ اگر ے کینٛہہ بچی سُہ بأگراأوزِ بوڈنگ ہاوس چھِن نوکرانن تہٕ باقی مُلأزمن،کیازِ کہ مےٚ چھُی نہٕ وون زانٛہہ کلکتہ واپس یُن۔''

وونی اوس تس احساس گۆمُت زِ شُرۍ پانٛژ تم رِندٕ نِکۍ درہ کِنِکۍ دہ ہہ أس ساسہِ گنہٕ بہتر ییٚمہِ کلکتہ کھوتہٕ۔تمۍ وُچھ بیٚیہِ چونی لعلس کُن تہٕ وۄننس۔''بابو چونی لعل! یہِ پرُن لیکھن چھُ سوکھ پراونہِ خأطرے آسان۔سأری أسۍ مِیأنِس پرِنس پتہٕ لگۍ متۍ،بیٚیہِ کانٛہہ سوکھا اوس نہٕ میانہِ باپت کانٛہہ کانٛچھان۔''

’’کیاژٕ ماچھُکھ پرُن لکھُن مُلہٕ مونجے تراوتک سونچان؟‘‘ چونی لعلن ژٕ ٹ ٹھٕز کتھ تہٕ پرٛژھ نس۔

’’ آ، بلکل۔ اگرے مےٛ گوڈے پے آسہِ ہاز ِکلکتہ یِنہٕ ستہٕ گژھِ میاٲنی زندگی برباد یِمہٕ ہانہٕ ہرگز تہِ کلکتہ۔‘‘

’’دیوداس ژےٛ کیا چھے گوٗمُت از۔‘‘

ہنا سونچا کرِتھ ووٛنس دیوداسن۔ ’’زندگی منٛز ہے اگرے ییٚہِ کُنہِ ساتہٕ ملاقات گوٚو، تمی وِزِ بوزناوتھ ساٲری دلیل۔‘‘

صُبحچہِ نوِ بجہِ دراو دیوداس پنُن سوٗرے ڈھیرِ ڈگہٕ گنڈِتھ ہمیشہٕ خاطرٕ بورڈنگ ہاوس ترٲوِتھ۔ بورڈنگ ہاوسک ساٲری لوٗکھ اٲسی وُچھان۔ تِم گٲیہِ یہِ وُچھِتھ حیٲران۔ اٲہندِس یِتھ پاٹھی نیرنس پیٹھ ژٕ ج چونی لعلس کرٛیکھ نیرِتھ۔ ’’ اٲمِس مُتیٚ بلایہِ ہُنٛد تہِ آونہٕ کانٛسہِ سمجھ۔‘‘

دانالوٗکن ہنٛز خوٗبی چھےٚ یہِ زِ تِم چھِنہٕ کُنہِ چیزٕکس اصل یا خراب آسنس متعلق پننٛز راے جلد باٲزی منٛز دِوان۔ مگر کینٛہہ لوٗکھ چھِ تِتھ تہِ یِم اتھ برعکس چھِ کران۔ امہِ قسمک لوکھ چھِنہٕ کُنہِ تہِ کتھِ پیٹھ زیادٕ سونچان سران۔ یُتھے یِمن ذہنس منٛز کانٛہہ خیالا یوان چھُ یِم چھِ یکدم نِوان فاٲصلہٕ کرِتھ۔ یِم چھِنہ امہِ وِزِ نفع نقصانک سونچان۔ کُنہٕ کتھِ کھوج کڈُن چھِنہٕ یِم مناسب زانان، بلکہ چھِ پننِس کمزور دماغس منٛزے امیک حل نوان کڈِتھ۔ یِتہِ چھُنہٕ زِ یِتھ لوٗکھ کیا چھِنہٕ کانٛہہ کاٲمے ہبکان کرِتھ بلکہ چھِ یِم کُنہِ کُنہِ ساتہٕ باٲزنوان ماٲرِتھ۔ اگر ہے ڈیکہٕ لون سیوٚ داوسُکھ تیٚلہِ چھُنہٕ یِمن کامیاب گژھنہٕ

نِشہِ کانٛہہ رُکاوان۔ ووں گوٚ واگر ہے نہٕ ڈیٚکچ رٔکھ سیوٚ دأسکھ تیلہِ چھِ یم ہمیشہ لگٕہ دکن لگان۔ پتہٕ چھنہٕ یمن سو ہمت تہِ آسان زِیم ہیٚکن پننہِ بجأیہِ خأطرٕ کینٛہہ کٔرِتھ۔ یمن چھےٚ ہمیشہ غم تہٕ پریشانیہِ پہوٚان وُچھنہِ۔ یمن بچارن ہنٛز زندگی چھےٚ تباہ گژھان۔ دیوداس تہِ اوس امی مزاجُک انسان۔

دوٚیمہِ دوٚہہ ووت دیوداس پنٛن گھرٕ۔ أہنٛز موج گیہِ أمِس وُچھِتھ حأران۔ تمہِ پرٛژھُنس۔ ''دیوداس! کیا سکولن گیا بیٚیہِ چھٹیہِ؟

''آں''۔ دیوداسن وۄنُنس یُتے تہٕ دراوأ کِس کُن۔ مألِی ہنٛدِس سوالس تہِ دیٛتُن اۄری نہٕ یۄری جواب تہٕ موقعہ وُچھِتھ تھٲوٕنی گھرٕ تہٕ دراواتہِ۔

مألِس آو نہٕ اوہنٛد یہِ پأتھر سمجھ۔ تمۍ پرٛژھ خاندارنہِ۔

''مےٚ باسان وُنہِ چھنہٕ گرم پۄرٕ ووٚتھمُت، توے...... چھے چھٹیہِ بیٚیہِ گمٕژ۔''

دوٚہہ جورا گُذ أری دیوداسن تِتھے کٔنی۔ یہِ سہٕ سونچان اوس تتھ منٛز اوس نہٕ سہٕ وُنہِ کامیاب گوٚمُت۔ تس اوس نہٕ وُنہِ پاروتی ستۍ مُلاقات سپُدمُت۔ دوٚیہِ دوٚہی پتہٕ ییٚلہِ تس اچانکے پاروتی ہنٛز موج سمکھیے تہٕ تمہِ ووٚنی تس۔

''گوبرا! ییٚلہِ ووٚنی ژٕ آمتُے چھُکھ کم از کم رۄز زِ ووٚنی پاروتی ہنٛدِس کھاندرس تام۔''

''اچھا۔ ٹھیک چھُ۔'' دیوداسن وۄنُنس۔

کاجہِ پتہٕ أس پاروتی پرٛتھ دوٚہہ تالابس پیٹھُ آب اننہٕ خأطرٕ گژھان۔ کرٛژھس منٛز سرتلہِ ہُنٛد نوٚٹ ہیتھ وأژ سوا ز تہِ یارٕبلس پیٹھ۔ اتہِ وُچھُن بانسہٕ زنڈ وٕٹھۍ کِنۍ دیوداس

بسِلاے آبس منٛز ترأ وِتھ بہِتھ ۔ پاروتی وڑھیے دلس منٛز راے پۄت کھورے واپس پھیرنٛک ۔ پتہٕ سوچُن جلدی جلدی برٕ آبہٕ نۄٹ تہٕ نیرٕ ۔ مگر تہِ ہیوٚک نہٕ سپدِتھ ۔ یتھے تمہِ نۄٹ آبس منٛز ترووتھ تیتھے وۄتھ کیاہ تام شور ییمہِ کنۍ دیوداسن تہِ کلہٕ تھوٚد تُل تہٕ اور کُن نظر دِژ ۔ اوکُن وُچھتھے پییہِ أمِس پاروتی پیٹھ نظر ۔ أمی کوٚرتس اتھہٕ ستۍ اِشارٕ کرِتھ آلو" پارو ۔ تلے اکھ کتھ بوز ۔"

لوٚت لوٚت قدم تُلان وأژ پاروتی دیوداسس نِش تہٕ روٗزأتی کھڑا ۔ دیوداس اوس لتس کیاہ تام یژھان وُنن مگرتس پھوٗ رنہٕ اکھ کتھ تہِ ۔ مِنٛتس کھنڈس روٗ دسہ آبس کُن مُدے گنٛڈِتھ وُچھان ۔ پاروتی پرٛژھُس ووٗنی یورے "ونو، کیا چھے وُنن دیوا ۔"

"بوزِی ۔" دیوداسن وۄنس مُدے آبس کُنہٕ کری تھے ۔

پاروتی روٗز کلہٕ نوٚمرِتھ ژھوپہٕ کرِتھ کھڑا ۔ کینٛہہ کال گژھتھ تُل تمہِ نۄٹ تہٕ کینٛہہ وننہٕ ورأے ہیوتُن نیرُن ، دیوداسن وۄنُس بیٚیہِ "پاروتی یوٗکُن بوزِی ۔"

پاروتی رُکییہِ بیٚیہِ مگر بیٚیہِ کری نہٕ ییو کتھ ۔ امہِ پتہٕ ہیوٚت امہِ کینٛہہ وننہٕ ورأے گھرٕ کُن نیرُن ۔ دیوداسن کھأج آبہٕ منٛزٕ جلدی جلدی بانسری تہٕ تھوٚد وۄتھِتھ وۄنُن "پارو، وُچھی بہٕ آوُس واپس ۔"

پاروتی وۄنُس نہٕ واپس کہنٛہ ۔ آخر پرٛژھُنس اسان اسان "کیازِ؟"

"ژےٚ اوسُتھ نالیو کھمُت ، ژےٚ ما چھے مٔشتھ گوٚمُت ۔"

"نہ ۔"

"مگر تیٚلہِ کیا پارو؟ کیا ژےٚ ما چھے تمہِ رأژ ہیٚنز کتھ مُلہٕ منٛجے مٔشرأ وِمٕژ؟"

''یادآسہٕ تہٕ پتہٕ کیا گژھِ؟ وونی چھا امیک کانٛہہ فأیدٕ؟'' أہنٛز وکھوتلہٕ اوس باسان وونی أمِس بے رُخی تہٕ بوش ہیو کھوٚتمُت۔

أمی ہنٛز یہِ حالت آیہِ نہٕ دیوداسس سمجھ۔ أمی وونُس ''پاروٗ مےٚ دِی زِ معأفی۔ دراصل أسِکھ نہٕ ژٕ مےٚ سمجھِتھٕ۔''

''تھاو وونی مےٚ چھےٚ پتا۔ یِم کتھٕ چھنہٕ مےٚ بلکل تہِ خوش کران۔''

''مےٚ پیٚیہ تن کینٛہہ تہِ کرُن یہٕ سمجھاون مول موج۔ مگر پاروٗژٕ۔۔۔''

بجہِ بجہِ أچھ ترکرأ وِتھ وُچھ پاروتی دیوداسس کُن تہٕ وونُنس ''ژٕ یےٚ چھُے مول موج تہٕ مےٚ چھُنا۔ کیا میٚانس مأ لِس ماجہِ چھُنا پرٕ ژُھن ضروری کینٛہہ؟''

دیوداسن وونُس شرمہِ ستیٚ أندری أندری گلان۔ '' پاروٗ تِمن تہِ چھُ پرٕ ژُھن ضروٗر۔ مگر تِمو کرِ چھُ انکار کوٚرمُت۔ وونی چھکھ ژٕ ی۔''

''مگر ژٕ یےٚ کتہِ چھےٚ پتا تِم چھِ اتھ منٛز رأضی؟''

دیوداسس ہیٚژ یون گوڈٕ اسُن یُن مگر پتہٕ وونُنس '' تِمن کراوس اعتراض۔ یا گوٚو بہٕ زانکھ نہٕ تِم اصل پأٹھی۔ وونی چھکھ ژٕ ی۔''

أہنٛز کتھ ژٕ ٹان وونُس پاروتی ''کیا بہٕ کرٕ صرف ژٕ یےٚ ستیٚ! چھی چھی۔''

بِرنزِس منٛز گیہِ دیوداسنہِ أچھ نارٕ تیٚنٛگُل ہشہِ ووزجہِ۔ أمی وونُنس شرارتہٕ ہوٚت'' کیا ژٕ یےٚ چھُ ستھا بہٕ مُلہٕ منٛجے مُشرومُت۔''

''پاروتی کُری گوڈٕ ژھوپہٕ تہٕ پتہٕ لُجس تیزٕ رسان طنز کران وننہِ''ژٕ رِکتھ پأٹھی ہیٚکتھ بہٕ مُشرأ وِتھ۔ بچپن پیٹھٕ آیستھ وُچھان، یِنہٕ پالِس پیٚیَس تنہٕ ووت مےٚ ژٕ یے

کھوژان۔ ژٕ ماچُکھ ازمٕ توے رعبس تلِ تھاونہِ آمُت ؟ شاید چھےٚ تھس نہٕ ژےٚ بہٕ اصل پأٹھی زأنی ہٕژ؟'' یہِ ونان ونان گٔیہِ سوٚ تِمس بروٗنٹھہ کنہِ نِڈر پأٹھی کھڑا۔

دیوداسنہِ زیوٚ دژاونہٕ اکھ لفظ تہِ۔ پیٚونت کھنٛڈ گٔرِتھ وٚننس ''ژٕ أسکھٕ مےٚ ہمیشہٕ کھوژأنی یوت تہِ گنہِ بیٚیہِ تہٕ اوس کینٛہہ؟''

''نہ، بیٚیہِ اوس نہٕ کہن۔'' پاروتی وٚننس ہٕکہٕ سان۔

''یہِ چھکھٕ ژٕ پوٚز وَنان''۔

''یسہٕ ستیٚ میٚون خانٛد رسپدن وول چھُ تس چھےٚ دولت تہِ، عقل تہِ، قأبلیت تہِ۔ پڑٕہتھ کینٛہہ چھُ تس۔ تِم گرن نہٕ زانٛہہ مےٚ ژےٚ ہِوِس کم عقلس تہٕ نالایق انسانس حوالہٕ۔ مےٚ ترٛ اوجاے ژٕ کیا زِ چھکھ نہٕ ووٚنی أکس کُن روزان۔''

دیوداس گوٚ وأکی ہے جایہِ روٗزِتھ۔ سُہ گٔیو گوڈٕ تس جاے ترٛ اونہٕ خأطرٕ تیار مگر تس کھٔرٕ جلدی ژٔکھ۔ شراتہٕ ہوٚتےٚ وٚننس۔ ''یوٗت گھمنٛڈ چھےٚ ژےٚ''۔

''کیازِ آسم نہٕ۔ یٚیلہٕ ژٕ گھمنٛڈ تھاوکھ بہٕ کیازِ ہیکہٕ نہٕ تھأوِتھ۔'' مےٚ چھِ صوٗرت تہِ تہٕ سیٖر تہِ۔ ژٕ چھُکھ بوٚڈ موہنیو، چون مول چھُ بوٚڈ موہنیو۔ میٚون مول تہِ چھُنہٕ کأنٛسہِ ہٕنٛدِس دروازس پٔتھ منگنہِ گژھان۔ یوٚتےٚ اوت نہٕ کینٛہہ، ووٚنی آسنہٕ بہٕ تہِ چانہِ کھوتہٕ کم کینٛہہ۔ ژٕ کیا چھُکھ پانس سمجھان؟۔

دیوداس گوٚ وربوٗدِ ہیوٚ۔ پاروتی لُجس بیٚیہِ وَننہِ۔

''ژےٚ آسی باسان ژٕ ہیککھ مےٚ واریاہ نقصان واتنأوِتھ، مگر مےٚ چھےٚ پَے ژٕ کیا ہیککھ مےٚ کٔرِتھ۔ نیر کر کیا چھُ کرُن، مےٚ ترٛ اوجاے''۔

''پارو، ژٕے کتھ پٲٹھۍ ہیکے بہٕ نقصان واتنٲوِتھ''۔ مایؤس گژھِتھ وٕننس دیوداسن۔

''بدنٲمی گرِتھ، بیٚیہٕ کتھہٕ پٲٹھۍ''۔ نیر گژھ ییہٕ خوش گژھی تہٕ گری زِ''۔ پاروتی وٕننس۔

دیوس داسس زَن پیٚو مصیبتُک پہاڑ پیٚٹھ۔ تس ہِند بو ہوٚ کھمِتھو وُٹھو پیٚٹھہٕ دزاو صرف یِوٚتُے۔

'' بہٕ! تہٕ چاٲنۍ بدنٲمی''۔

'' پاروتی تروو اُسن، مگر اتھ اسنس منزاوس زن زہر برِتھ۔ اسان اسان لُجس وننہٕ۔

''گژھ تھاوےٚ تہمت لٲگتھ، پھٔہلا ومیانۍ بدنٲمی۔ نیرِ وَن سارنے بہٕ آیس تمہٕ دوہ روت کیٚت گنی زِنۍ ژٕے سمکھنہٕ چون گھر۔ گژھ ژہ پٲری پھٔہلاو زِیہ کتھ یُتھ پزِتھ کأنسہٕ پتا لگہٕ۔ ییلہٕ ژٕے امی ستۍ شہلتھ پیی، نیر تھاوےٚ داغ دار بناوِتھ۔'' یہٕ وَنان وَنان گیہٕ پاروتی تھر تھر ظاہر۔

پاروتی ہنز وِیمو کتھو ستۍ اُس دیوداسس وأنج دزان۔ سُہ لوٚگ پانس ستی وُٹھو تلی وننہٕ۔ ''خواہ مخواہ کأنسہٕ ہنز بدنٲمی کرنہٕ ستۍ چھا دِلس سکون میلان۔''

بِسلا یہٕ دنہٕ کن تھپھ گرِتھ سونژنا ون نژنا وان لوٚگ وننہٕ۔'' پاروتی، یِیٚت بوٚش چھٔنہٕ سجان، زیادٕ غرورس تہٕ چھٔنہٕ جان نتیجہ نیران۔ ژٕ چھکھ زٕون کوٚتاہ خوبصورت چھےٚ مگر تتھ تہٕ چھُ داغ۔ یمپوش کوتاہ حسین چھُ آسان مگر تتھ پیٚٹھ تہٕ چھِ کالہٕ بومبر بیہان۔ وولہٕ از

تھاوِ بہٕ چانٛس خوبصورت بُتھِس پٮ۪ٹھ بدنامی ہُند داغ ترٲوِتھ۔''

دیوداسس رُوٗد دنہٕ پانَس تام۔تٔمۍ تروو ہِسلایہٕ ہُند کُنے دب پاروتی بُتھِس۔ یٮ۪مہٕ سٟتۍ تس اُچھ پٮ۪ٹھہٕ کنہٕ ڈٮ۪کس پٮ۪ٹھ سوٗن زخم لوٗگ۔خوٗنہٕ سٟتۍ گوٚو تس بُتھِس لیٖتھ۔ رِدگہٕ سٟتۍ بےہوش گژھتھ پیٖہ پاروتی پَتھر۔پتھر پٮ۪وان ژ وٚلتس نیرِتھ۔

''دیوا''............ ''یہٕ کیا کوٚرُتھ............''۔

دیوداسن کٔر ہِسلایہٕ پھٔلی تہٕ لٲین آبس منٛز تہٕ لوتہٕ لوتہٕ وٚننس۔

''زیادٕ نے لوٚگ نہٕ تھوڑا زخم چھُ۔''

''دیوا''۔یہٕ وَنان وَنان لٔج پاروتی وَدنہٕ۔

دیوداسن ژٔٹ پننہٕ قمیضِ اکھ کپر چھل تہٕ سُہ بوٚرناوِن آبس۔یہٕ پاروتی ڈٮ۪کس گنڈان گنڈان وٚننس۔'' پارو! ژٕ مہٕ بر پرواے۔یہٕ زخم گژھہِ جلدی ٹھیک،صرف روزِ داغ۔ییٚلہِ کُنہٕ ساعتہٕ کانٛہہ اتھ متعلق پرژھی اپُزے وپُزے وٚنی زبس کینٛہہ۔پٮ۪ زونہٕ سٟتۍ گژھی پٔنٛنی بدنامی۔''

''ہاے موجی،یہٕ کیا گوٚو میٲنس لٲنِس۔''

''ژھوپہٕ کر پارو، یہٕ کیا چھکھ ژٕ وَنان۔یٮ۪مہٕ جُدا آیی ہٮ۪ژ یاد روزِنہٕ زیادس کالس مگر امہٕ زخمُک نِشان روزِ ہمیشہٕ۔اوے دٟت مے یہٕ زخم۔ییٚلہِ ییٚلہِ تہٕ اَنہٕ وُچھکھ تہٕ تتھ منٛز زوٗنہٕ ہٮ۪ندی پٲٹھی پرٛزلوٗنس پننِس بُتھِس پٮ۪ٹھ یہٕ داغ وچھکھ تمہٕ ......''یہٕ وَنان وَنان ہیوٚت دیوداسن اتٟتھ نیرُن۔

''ہوو......دیو......''وَدان وَدان کوٚرُس پاروتی آلو۔

دیوداس پھیوٗر رواپس۔ تہنز وأ چھو منزٕ اوس ا ٚوش دارِ وسان۔ ودن ہکی لگان لگان وٚننس، ’’کیا چھکھ ونان پارو؟‘‘

’’یِنا کأنسہِ ونکھ۔‘‘

دیوداس گوٚو پان نومرأ وِتھ لتس نِش کھڑاتہٕ تہنٛدِس مستس اتھ ہٮ۪تی پھش پھش دِوان وٚوٗنن۔

’’یہِ کیا چھکھ ونان پارو۔ ژٕ چھکھے مے ووپر.......... ژٚے چھے نا یاد پارو..........لوکچارس منزٕ کرٛشاہ سیتھ أسکھ ژٕ کران..........تیٚلہِ کیا اوس سے نا ژٚے بہٕ لایان......؟‘‘

’’دیوا......مے دی زِ معافی۔‘‘

’’پارو، ژٚے پزٕ ہی نہٕ یہِ سوچن۔ کیا ژٚے چھُ تھسا بہٕ پزٕ ی مُشر ومُت؟ مے کراوس نہٕ ژٚے پیٹھ شرارت کھسان تہٕ پتہٕ اوسے جلدی معاف تہِ کران...... پارو۔

’’دیوا۔‘‘

’’پارو ژٚے چھے پتا بہٕ چھُس نہٕ زیادِ کتھ کران۔ ژٚے چھے یہِ تہِ پتا زِ بہٕ چھُس نہٕ گُنہِ کتھِ زیادِ سنان۔ بس یہِ دلس منز یوان چھُم تہِ چھُس کران۔ یِتہِ چھُس نہٕ سونچان زِ اتھ کیا نتیجہِ نیرِ۔‘‘

امہِ پتہٕ روٚٹ دیوداسن پاروتی ہُنٛد کلہٕ پننِن اتھن منز تہٕ اتھ مایہِ سان پھشا پھشا دِوان وٚننس۔ ’’یہِ کینژاہ ژٚے کوٚر تھ اصلِے کوٚر تھ۔ میانہِ ہٮ۪تی ووتُے نہٕ ژٚے زانہہ سوکھ بلکہٕ ووتُے دوکھے۔ مے میلہِ خوشی اگرے ژٕ آباد گژھک تہٕ زندگی سوکھہِ

سان گٔذری۔"

یارِ بل کہ دویمہِ طرفہٕ گٔیہ کس تام ؤسندِ تیٚنج صدا۔ دیوداس دراوتہٕ پاروتی لٔج وارِ وارِ آب بھرنہِ۔

پاروتی ییٚلہِ واپس گھرٕ وٲژ اوت تام اوٚسن شام ہیوٚت مُت گژھُن۔ أہنٛزِ دیدٕ ییٚلہِ أمِس پیٹھ نظر پیٚیہِ تہٕ دؠ ری و ؔونس۔ "پارو......از ماآوٚنتھ ژےٚ نوٚ وکُیوٕ رکھٕنتھ آب ؟"

پاروتی ییٚلہِ نزدیک وٲژ تہٕ أہنٛزِ دیدٕ ژٔج کریکھ نیرِ تھ۔ "رام رام۔ یہِ کیاچھےٚ گوٚمُت ؟"

أمِس اوس امہِ وِزِ تہِ خون وسان۔ ڈٕبکس پیٹھ گٔنڈِتھ کپر چھل اُس سأری خونہٕ ستیٚ ووزلیمژٕ۔ یہِ وُچھِتھ لٔج دادی ودنہِ۔ ودان ودان ژٔجس کریکھ نیرِ تھ۔" ہا خدایو، یہِ کیا چھےٚ کوٚرمُت پارو۔ ژےٚ ہے پکھےٚ کھاندر چھےٚ۔"

پاروتی تھوٚولوتہِ لوتہِ نوٚٹ پتھر۔ ییٚتِس کالس آیہِ أہنٛز موج تہِ۔ تس تہِ ژٔج کریکھ نیرِ تھ۔

"پارو، یہِ کیاچھےٚ کوٚرمُت۔"

"یارِ بلس پیٹھ گٔیم رٔکن تہٕ پییَس پتھر۔ سیرِ ہٕتیٚ لوٚگُم ڈٕبکس۔" پاروتی دیُتس لوتہِ لوتہِ جواب۔

امہِ پتہٕ لٔگی سأری بأژ پاروتی خدمت کرنس منٛز آوٕ ری۔ دیوداسن ونیوٚ ژُےٚ ،زخم اوس نہٕ زیادٕ سوٚن۔ دون ژون دوہن منٛز گوٚو یہِ ٹھیک۔ أٹھ دوہہ گٔیہِ أتھی

چرٕ گٕشس منزٕ گنٕذ رِتھ۔ امہِ پتہٕ آواکہِ دوٕہہ ہاتھی پوٚتا گامُک زمیندار مہاشے بھون موہن مہرازٕ بٕنتھ کھاندرُک رسم پوٗرٕ کرنہِ۔ بُتھِ پڑٕن، کرشن مراری ہٕندی پاٗٹھی ٹھیک ڈول ڈال وول۔ کلس اوٗسس اوٚڈمس چھٹیو مُت مگر ژٕ پری کھوڈُک مس اوس پوٚرٕ سفید۔ مہرازٕ وُچھِتھ گٔیہِ کیٚنٕہہ واریاہ خوش مگر کیٚنٕہہ گٔیہِ امہِ کھاندرٕ ستی مایوس تہِ۔

بھون بابواوس سبٹھاہ شریف تہٕ سنجیدٕ باسان۔ مگر کھاندرٕ رکس منڈٕ پس منزٕ اوس لٕس پٕنُن پان مجرم ہیوٚ باسان۔ مہرازن ستی یتھ پاٗٹھی عام طور اُسن گِندٕن سپدان چھُ تِتھے پاٗٹھی لاٗگِکھ اٚمِس ستی تہِ مذاق بیترِ کرٕنی۔ مگر سُہ اوس سبٹھاہ سمجھدار۔ سُہ اوس حالاتن ہٕنز نزاکت پوٚرٕ سمجھان، اِمو کھٕ دیٚت نہٕ اٚمی اور کُن زیادٕ دھیان۔ پاروتی وُچھ عجیب چشموٗتس کُن تہٕ روٗزکیٚنٕہ ھس کالس وُچھانٕے۔ اٚہنٛدٕ بن وُٹھن پیٹھ پھوٚل اُسن۔ بھون بابوٚ ن نٔمر اوِژٕر نظر دِتھ اٚچھ۔ مہراز ہٕنز یہِ حرکت وُچھِت آوسارنٕے ہمسایے باین اُسن۔ چکروتی اوس اورٕ یور کرنس منزٕ آوُر۔ زمیندار شری نارائن مکرجی اوس کورِ مالِکٕن ہٕندِ طرفٕہ کرتا درتا۔ اٚتھ دوٗدِ منزٕ ووت ینہِ وول اند۔

دوٕیمہِ دوٕہ کھوٗل چودھری جی ین سونہٕ وسوٕ ستی بھٔرِتھ صندوق۔ پاروتی یُتھے یم زیورلاٗگی تمہِ ترووگاہ۔ یہِ وچھُتھ ہیوٚتُن اٚہنٛزِ ماجہٕ اوٚشس دارٕلگنٕی۔ دیوداسن موج تہِ آٚس اٚتی نزدیکٕے کھڑا۔ امہِ وٕنٛس دِلاسہٕ دِوان، "یِژھِ رٔ ژٕ گرِ پیٹھ چھُنہٕ وُدٕن شوبان۔ یہِ گوٚو بدشگُنی۔"

شامہٕ بروٚنٹھُے واٗ ژ منور ماتہِ۔ امہِ نی پاروتی الگ کُٹھِس کُن تہٕ کنتھِ کنتھِ منزٕ لٕجِس وننہِ، "یہِ گرژھُن اوس تہِ گوٚو۔ مگر پاروتو تہِ گٔیکھ ژٕ بجا۔ ژوٗ چھِ زِژٕ کاٗژاہ سو کھٕ سان

گُزارکھ زندگی۔

'' آ ، ضرور! ووٚنۍ چھُ مےٚ سو کھِے سوکھ وُچھُن''۔ پاروتی وونس ووٚش ترأوِتھ۔ امہِ پتہٕ ووٚنُس پاروتی بیٚیہِ اسان اسان۔ ''راتھَے یم دوٚت سُنٛد دیدار گوم۔''

''ہتے یہِ کیا چھکھ ونان ژٕ۔''

'' منو، وقت واتہِ سورُے ترِی پانے فکرِ۔''

منورماہن ژٕٹ یہِ کتھ تہٕ کتھ ڈاأتھ ووٚنُس ''بہٕ چھس دپان اکہِ لٹہِ انہٕ ہن دیوداس تہٕ ہاوٕ ہاس یہِ سو نہٕ ہنٛز موٚرت۔''

''پاروتی گیہِ بیقرار ہِش۔ ''کیا یہِ ہیٚکیا سپدِتھ منو...... کیا اکہِ لٹہِ ہیٚکہن ناژٕ سُہ نادِ دِتھ أنِتھ؟''

أمی ہنٛز یہِ پریشان حالت وُچھِتھ گیہِ منورماتہِ رٕوبود ہِش۔ '' کیازِ پارو...... ووٚنۍ کیا چھُے ژٕ ے کرُن؟''

''از چھُ مےٚ رخصت گژھُن ۔دپان چھس نیرنہٕ بروٚنٛہہ ملہٕ ہا اکہِ لٹہ تٔہنٛد بن قدمن ہنٛز لژھ ڈیکس۔'' پاروتی ووٚنُس نرِ ہُنٛد کوٚر رِ گلوان ِگلوان۔

منورماہن رٕ ژٕ پاروتی نالہِ متہِ تہٕ پتہٕ لجہِ دوٚنوے بڑِ بڑِ ودنہِ۔

شام اوس سپدُ مُت۔ نیٚبرِ کِنۍ اوس انہِ گوٚٹ گوٚمُت۔ دادی کوٚر دروازس ٹھُک ٹھُک۔ ''ہتے پارو......وٕلو ی نیٚر وِی ووٚنۍ دوٚنوے نیبر۔''

امی رأ ژٕ گیہِ مہرٕبن روخصت...... پنُن مالثین گھرِ۔

تہٕ دیوداس؟۔

سوراتھ گُزٲرِ دیوداسن کلکتہٕ کِس ایڈن گارڈنس منٛز۔ یہِ کتھ تہٕ ٲس نہٕ زِتس کیا اوس نہٕ کُنہِ قسمُک غم یا فکر۔ تس اوس دل سخت اُداس تہٕ پریشانی ٲسس نہٕ کُنہ سوکھ دِوان۔ دپان چھِ نا اگرے کانٛسہِ انسانس ہٕند رمنٛز فالج چھےٚ گژھان تہٕ ییلہِ پتہٕ سُہ ہُشیار چھُ گژھان تہٕ اچانک چھُ تس پتہٕ لگان زِ تو ہنٛد جسم چھُنہٕ تٔہنٛدِس اختیارس منٛز روٗدمُت۔ تس چھُنہٕ گوڈٕ یہِ فکر تران زِ تو ہنٛدٕ ے جسم کیازِ چھُنہٕ از تہنٛدِس حکمس پٔتھ پکان۔ پتہٕ چھُ تس وارِ وارِ سمجھ یوان زِ تس سُنٛد جسم کیازِ چھُنہٕ تٔہنٛدِس اختیارس منٛز روٗدمُت۔ تتھے پٲٹھی اوس ووٚنی دیوداسس تہٕ سمجھ یوان زِ تس کوس بأش چھےٚ گٔمژ۔ ووٚنی اوس تو ہنٛد دل زِن تہٕ تٔہنٛدِ جسمہِ نشہ ہمیشہِ ہمیشہِ خاطرِ الگ گومُت۔ ووٚنی اوہنٛد شرارت کھسُن یا غرٕ ز کرُن چھُ بیکار۔ برونٛہہ اوس کانٛسہِ پٔٹھ حق جتلاوان، ووٚنی اوس نہٕ تتہٕ روٗدمُت۔

صُبحٲے آفتاب کھسوٚنے گوٚو دیوداس کھڑا تہٕ ہیوٚتُن نیرُن۔ مگر سوال اوس زِ سُہ ہاے گژھہِ تہٕ گژھہِ کوٚت؟ تس آو جلدی خیال زِ تس اوس ہمسایا اکھ...... سُہ چونی لعل۔ فوراً دراو سُہ تس کُن۔ وتہٕ ٲس تس دھکہِ تہٕ ٹھونٛگری تہٕ لگان۔ یس یس تہٕ تٔہنٛدِ زیرٕ ٲس لگان سُہ سُہ اوس تس شرٲبی زانتھ دھکہِ دِتھ اَکتھ کُن لایان۔ گیران تہٕ دھکہِ کھوان ووت سُہ یتھٕ تتھٕ چونی لعل ہٕنٛدِس دروازس پٔٹھ۔ چونی لعل اوس امی وِز نیبر کُن چکر کرنٕچ تیاری کران۔ برونٛہہ کنہِ دیوداس وُچھتھ ژٕ جس کر بکھ نیر تھ۔ ''ژٕ دیوداس۔''

دیوداس روٗ دژھوپہٕ کٔرتھ۔

''ژٕ کر سا آکھ بھایا۔ ژٕ کیازِ اِتھے ہیو۔ سرانا وانا کوٚ رُتھ ناوٕ نہِ کینٛہہ؟ ہیاے بھایا کیا ساڈ لیل؟''

دیوداسن ہیٚو یودروازس نیٚبرٕ کنی ہٕہُن مگر چونی لعلن کُرٕس اَتھس تھپھ تہٕ نیون اندرتہٕ بیڈس پٮ۪ٹھ بہناٚوِتھ پرٕژھنس۔ ''دیوداس مےٚ ون ڈلیل کیازھےٚ؟''۔

''یہٕ آوُس راتھے گھرٕ''۔

''راتھ آ کھا؟ پتہٕ کتہٕ اوسُکھ سأرہے دوہس؟ راتس کتہِ اوسُکھ؟

''ایڈن گارڈنس منز''۔

''ژٕ ما چھُکھ باورٕ گوٚمُت۔ یہٕ کیا چھُکھ ژٕ ونان ۔تتہٕ کیا اوسُکھ کران''۔

''یہٕ زاٚنتھ کیا کرکھ ''؟۔

''اچھا وُنی کیٚبس مہ ون۔ گوڈٕ کھمبو چھوکینٛہہ پتا کراصل پاٚٹھی کتھا باتھا۔ مگر سامان کتہِ چھےٚ ژےٚ''؟

''مےٚ چھُنہٕ کانٛہہ چیزرے ستی۔''

''اچھا......ستی یمن گٕتھن بلاے......گوڈٕ کھےٚ بتہٕ۔'' امہِ وِزِ کھیاونو وچونی لعلن دیوداس کُنہِ وُنہٕ پاٚٹھی بتہٕ تہٕ آرام کرنہٕ باپت تھووُن بسترس پٮ۪ٹھ بیٚہناٚوِتھ۔ تہٕ درواز بنٛد کران کران ووٚنُس'' کرتامتھ آرام ۔ پتہٕ ییے بہٕ شامس باٚگی تہٕ کرتھ ہوشیارٕ''۔

یہٕ وٚنتھ دراو چونی لعل۔ راٚژہنٛز دہہِ بجہِ آوسہٕ واپس، تٔمی وُچھ دیوداس وُنہٕ مژ بنٛد رِشونٛگتھ۔ تٔمی کوٚرنہٕ سہٕ ہوشیار۔ لوٚتہِ لوٚتہِ وُہراٚوِنی چٹاٚے تہٕ شونٛگ۔

☆

اصل: شیلی
ترجمہٕ کار: سید عابدؔ حسین

سکے لارک

کأشُر ترجمہٕ

بول بوش چھُنے عالمس مَس بأگران
لحن چھُنے زَنتہِ کولہٕ بیٚیہٕ آرٕ چھُ گژیزان
پرواز چھُنے کوہن بالن کُن بے انداز
چھُکھ ژٕ ساقی ساز چھُنے کار ساز
سازٕ چانے عاشقن دِل تمبلان
پژ بتھ اکھا راگ چأنی چھُ گوٕان
چھُنے تلاش چھُنے منزل چھُنے مقام
چانہٕن وتن کتہِ سَٔن خاص و عام
چھُنے جلال چھُنے وُڈو زَن وُزمل دوان
کوٚرتھ یتھ زمینس الودعٰی عرش در انتظار
تارکو مالہ کریکھ ناد لایان بیقرار
آفتابن پرٕدٕ تھوٚد تُل تھاوِنے دارِ بر

محفلن نور چونٔے گۓ ہمنشین منور
راز وَنتم ساقیا کیازِ دینہٕ نش دوران
جان گۆو کیا سیر پۆشیدٕ کیا چونٔے ارمان
پُر جلال پرواز چأنی تھزس چھے پہچان
پانے ژٕ چھُکھ رہبر توے منزلس دوران
منزل نا معلوم پرواز بے حدود رنگ زعفران
جُز گرٕ ژھِ گُلس میٔل کتہٕ نۆن پہچان
دِژٕے جاے آفتابن رٹُن کوچھِ اندر
چأنی یاد کران سأری ژیے کُن نظر
تیر لایان چار سو گۓیہِ عاشق شکار
بے وایہِ نالہٕ دِوان محفلا چھِ با وقار
پرواز چونٔے تہٕ وبالا کیا کرٕبس شمار
زَنتہِ بادِ صبا نندرِ ہتھن کران ہُشار
پرٕدٕ تھۆد ٹُل لولہٕ بدنس کیازِ پُر خمار
خوف چونٔے راہ گیرَن وتھ ڈالان بار بار
لعل رویس مالہٕ کرے دہنس زأوِجار
گتھ کران زَن گاش تارُک انہِ گٹہِ بیقرار
کران ہیٚرِ بون ساز وایان نغمہٕ ساز
صدا چأنی گۓیہِ کپأری کۆرُن پرواز
خاموش رأژن ابر چھُس ہمرکاب
کران بند دارِ بر کُن زٚون گرٕھان بے تاب

گَیہِ روپوش ناگہاًنی زَن ماہ تابان
ابر شانہِ مُژورِتھ تراوُن چھُ باران
پرواز چاًنی زَن نور تابان کیا ادا
محفلن منز ساز وایان گوکھ غم دفا
شوبوُن رنگ چونُے زلُف چاًنی پیچدار
سروِ قد مار پیچان نتہِ ابرُک پھموار
سایہِ چونُے جایہِ جایے زَن پیالن مس بران
نالن کولن بیۓیہِ آبشارَن ژِ ے وُنی دِوان
مس گوٚمُت کُمن خیالن دوہ رات دوران
ساقیا بر مُژور پانے روز یارن باًگران
یار یارَس چھُس کپاًری بڈِ آلو دِوان
سُہ مَس پٹھن خیالن کمن کتابن پھیوٚر دِوان
بول بوش تمبلاوان زَن زمین ژَلان
دِل فغارَن زخمن پانے سرخم کران
بالا دربن اًیینہِ خانن گتھ کران
پردِ تُلتھ ژیے زُلیخا زلفن پھیوٚر دِوان
عشق نارن سینہِ زولمُت توے بیقرار
یارس روے ہاوان چھُے نووُے انتظار
چھِے جداًیی ژ ٚے سنان دِلس تسکین دِل نوان
بالا نشینن ہتی یاران پژون آن مُشران
گاش تاڑک پانہِ اًستھ زؤن گتھ کران

موٗختہٕ پھلین مالہٕ کران تٔمِس روٗف کران
پرواز چأنی بے انداز واتان سرحدن
بہار دعوت دِوان واتان نومن وتن
اتھ باغس وقتس پھولان کم گلاب
وندٕ نیرِ چأنۍ پرتو کرِ سأری بے نقاب
دورِ پوٗش باسان تابان زَنتہٕ آفتاب
چاک کرِ پٹنن جامن یوت کیا اضطراب
کٔوت کال روزَکھ ژھایہٕ اتھ مسکنس
کیازِ تھووُتھ پان آوٗر اتھ چکرس
ساقیا پرٛ ہتھ جایہٕ جأری چونٕے چلے جاو
خستہٕ دِلن دور بیقرأری نو مہمان باگہٕ آو
مس برٔتھ ساز چونٕے عاشقن نندر حرام
جایہٕ جایے آباد بنجر ژٕے تمِن ہمکلام
ساز چونٕے پوشہٕ باغن لوٗبُن بیٛیہٕ زبر
سونتہٕ واو چمنن آلو دِوان ہوٲن خبر
نٔور چونٕے فرش سجاوان چھی فراش
لولہٕ سان آلو دِوان نو نہالن نیرِ واش
چونٕے پرواز چونٕے تخیل چونٕے مقام
لولہٕ والین کیا ژٕ باوان کیا چونٕے مقام
پانٕہٕ عاشق توتہٕ عاشقن منٛز پانے گوٲن
تشنہٕ لب آسانس ساقی مس بأگران

مدہوش پٹنٕن خیالن زَن سورُے عالم رِوان
زَنتہٕ کاینات سأرٕے ربس آلو دِوان
سازس تہٕ سوزَس میۆل گۆمُت نٔوے تار نغمہٕ زَن
پوٚشیدہ اسرار دڑاے نٔژ نتہٕ سورُے خند زَن
گُس چھُ دِلدار چون نغمہٕ روزن گبوان
کتہٕ فرہاد یُس کوٚکن کوہس وٕنی دِوان
منٛز مارکس دِ چاک جامن نیر نعمس اثر
نتہٕ حرص و حسد پانہٕ وأنی دورٕر
رنگ جدا نغمہٕ جدا ساز چھُنے جدا
عاشقن داما چاوان تُہنٛدُ ے غذا
زمین و آسمانس درمیان چھُنے قیام
الگٕے لالہٕ زارَن پوشہِ باغن منٛز چھُنے مقام
کار سازَن کار خانن منٛز بناوَکھ جلوہ گر
نٔوے زمین نۆوُے آسمان نۆوُے کأری گر
یس دِتُن گاش چشمن بے شک پُر کمال
رِوان بیٚیہٕ گبوان محفلن منٛز چھُ بے مثال
گٹہِ منٛز دۄر باسان زَن آفتاب
نارٕ منٛزٕ سون مثل خلیل لاجواب
یُس دڑاو نارٕ تَس وَنان جان باز
پومپُر پان زالان زانان عشقُن راز
عمل پیہم تلاش منزل چھُنے مدعا

صبر سان ژٕ ے عالمس دِوان چھُکھ صدا
یُس آسہِ راز نش بے خبر کتہِ تس اختیار
تَس نش برابر نۄر أسِن یا نار
ہیٚرِ بون ہر جایہِ نوٚن بس چونٛے نشان
ساقی چھُ چاوان پانے بوتلن کیا بران
کاغذن تہٕ پوشن رنگ کنٛے تمبلاوان ضرور
مشکہٕ رۄسِتے گولابا کیا دِیہِ مزاجس سرور
خستہٕ گأمتس باسان زَن وَدان کاینات
حأسد دغا باز کتہِ کامران دِیہِ سات
بڈِ بڈِ نالہٕ دِنس اتھ وَنان نے وَزان
اتھ وَنان اندر کرزن تارن وزان شوقہٕ سان
کارِ رۄسِتے داغ نیران وَنان داغدار
رنگہٕ رنگہٕ چونہِ جرنہٕ رنگ آے بے شمار
لیس آسہِ ہول بدٕنس بنجرس اَنہِ بہار
تس أکی صبرن جاے گُرٕہٕ دانن کران شمار
گۄو آباد گلزار میٚونٛے بۄزی بۄزی ساز چون
دۄرِ دۄرِ کس چھُ باسان روزِ خألی باغ میٚون
سوز چونٛے اہل دِلن منٛزلس نیوان
بنجرس سگ دِوان ژٕ واوَس گنڈ کران
تشنہٕ لبو چیٚوو کوتاہ سیر گٔے خاص و عام
تارِ گجہِ اتھ ربابس وزان رۄد صبح و شام

بۄ تہِ پتھٕن خیالن گرِ گرِ دِوان دھیان
یِہوے پرواز یِہوے گوٚان پانس ءستی کران
تھزرس چآنٛژ نظر توے چھُکھ لا زوال
ہمسفر روزُن چھُ مشکل توتہِ چھُس ہم خیال
ہرٕدٕ واوِکی پآٹھی ساز میٛونُے بے لگام
سونتہٕ واوَس مرحبا یُس کران خوش کلام
شعلہِٕ ہے تارکن ءستی زمیٖنَن آسمانن درمیان
عاؔبدس پرواز آسہِ ہے روزِہے پتے دَوان

☆☆☆

VIRASAT

(Quarterly Journal of Enthnic Literature)

Volume:4 No:1

Translation Research Centre, Kashmir
Jammu and Kashmir Acadmey of Art, Culture and Languages
Srinagar

Content

S.No.	Title	Author	P.No
1.	Modern Housing Architecture and Chilly Winter in Kashmir	Abid Hussain Rather	3
2.	Reflections on Resh Wa'er	Prof Ashok Kaul	8
3.	TANGA:The Forgotten Legacy	Manzoor Akash	13
4.	Surname's:Personal,Cultural and Historical!	*Dr. (Prof.) U Kaul*	*17*
5.	*Tirloki Nath Ganjoo: The unsung scholar* Indologist and Astrologer	Avtar Motta	21

Modern Housing Architecture and Chilly Winters in Kashmir

Abid Hussain Rather

A house or shelter is one of the basic needs of human beings; providing safety, security,and a space for personal and communal life. It serves as a refuge from environmental elementslike heat, cold, rain, and natural disasters, ensuring physical protection and comfort. Beyond its practical purpose of protecting against natural elements, it serves as a foundation for emotional and social well-being. The construction and design of shelters are deeply tied to cultural identity, reflecting the traditions, beliefs, and environmental conditions of a community. For instance,indigenous structures such as igloos, mud huts, or stilt houses exhibit resourcefulness and harmony with the local climate and available materials. Additionally, cultural values of a society influence spatial arrangements, decorations, and functionality while a shelter is being constructedin a particular region. Thus, a shelter is not merely a physical structure but a manifestation of cultural heritage and human ingenuity.

When we look at the old traditional house construction style in Kashmir Valley, it reflects a profound harmony between nature, culture and the environment. Our old traditional houses which were often crafted using locally sourced materials like

timber, mud, and stones, blend seamlessly with our valley;s natural surroundings. The sloping roofs, designed to with stand heavy snow, and intricately carved wooden panels shows the ingenuity and artistic heritage of Kashmiri culture. Such architectural choices ensure thermal insulation, reducing dependence on artificial heating, and highlight an eco-friendly approach. The design and architecture of our oldhouses was rooted in our cultural values and environmental sustainability; depicting a symbiotic relationship between the people of Kashmir and their unique ecosystem. Their architecture wasnot only aesthetically pleasing but also meticulously designed to adapt to the region;s climaticextremes. In the biting winters, these homes provided warmth through their efficient use of deodar wood and unbaked clay bricks; which used to work as excellent insulators from scorching heat of summer and biting cold of winter. The sloping roofs allowed heavy snow to slide off effortlessly, preventing structural damage. The use of natural materials such as mud, stone, and timber ensured that the homes were eco-friendly and blended harmoniously with theirsurroundings. In our old houses, the inner rooms were often adorned with walnut woodwork.Since this wood is soft, it allowed for exquisite carving. This craftsmanship reflected the aesthetic taste of the Kashmiris. All things considered, it can be said that our old traditional homes were more than mere shelters; they were cultural artefacts, embodying centuries of wisdom, craftsmanship, and environmental adaptation.

For last one or two decades, the construction landscape of Kashmir has undergone a dramatic transformation. The advent of concrete and steel structures with flat roofs, large glass

windows, and minimalist designs reflects a deep taste for modernity. This shift is driven byseveral factors, including increased access to technology, the aspiration to emulate urban lifestyles, and the perception that traditional designs are outdated or inefficient. Unfortunately this trend has come at a significant cost. Modern houses in Kashmir often ignore the region;s climatic requirements. Flat roofs, for example, are unsuitable for the heavy snowfall that is a hallmark of winters in Kashmir, leading to water leakage and structural vulnerabilities. The excessive use of glass, iron and steel contributes to poor thermal insulation, making these homes harder to heat during the winter months and less energy efficient overall. The severe cold climatic conditions of Kashmir valley demand architectural solutions that respect its unique conditions. Traditional houses, with their thick mud walls and small windows, were naturally insulated and reduced the reliance on external heating systems. Modern houses, in contrast, require extensive energy consumption (excessive use of electric room heaters, LPG heaters,Hamaam system etc.) to maintain warmth during winters.Besides the environmental implications, the loss of traditional architecture represents aprofound erosion of cultural identity. Houses are often seen as extensions of one's heritage, andin our Kashmir valley, the architecture was a visual reminder of the valley;s unique history and traditions. The complex designs of Khatamband ceilings and Pinjrakari windows in our oldhouses were displaying the skilled craftsmanship passed down through generations. But theseelements are now being replaced in modern houses by sterile designs that could belong to anygeneric cityscape. This architectural shift alienates our

younger generations from their cultural roots. With the disappearance of traditional houses, the stories, values, and skills associated with them are also vanishing, creating a cultural void that cannot easily be filled. The traditional architecture of Kashmir not only connected us to the past but also served as a significant defence against earthquakes. It has been observed that during earthquakes, modern concrete houses collapse, while centuries old houses remain intact. The reason is that after the tremors, the traditional structures return to their original position, whereas concrete structures lack the flexibility to do so.

The need for modernization is undeniable, but it must not come at the expense of cultural identity and environmental harmony. To preserve Kashmirs architectural heritage, it is essential to rethink our approach to construction and ensure that future developments are sustainable and reflective of the region's unique culture and environment. We should incorporate elements such as sloping roofs, natural insulation, and intricate woodwork into modern designs while constructing our houses. Further, we must use locally sourced, sustainable materials to reduce the ecological imbalance. It is essential to merge traditional aesthetics with contemporary functionality while designing our houses, such as energy efficient windows with Pinjrakari designs. It is pertinent to mention here that in our valley most individuals in the field of engineering are primarily learning concrete based designs. This approach needs a reconsideration and revision. The government also has to take significant steps to promote the education and innovation of traditional architecture. The misleading notion of modernity has overshadowed traditional knowledge and sciences. The

government and private stakeholders must play a proactive role in promoting architectural policies that respect local traditions. The charisma of modernity is undeniable, but Kashmir must not lose sight of what makes it unique. We must keep in mind that the construction of houses that ignore cultural identity and climatic realities may offer short term convenience, but the long term consequences are far reaching.

***

Reflections on Resh Wa'er

Prof Ashok Kaul

Professor Manzoor Fazili was a charming personality with style and conviction. Hissense of clothing, art of conversation and carrying on in style would make him distinct from his group. I was not a political science student that he would teach, but during my studies in the college I came to know him closely. He was one of the judges, besides Professor Bacha and Prof Soz, who chose me to be the joint Secretary of the Government Degree College, Sopore, in the autumn of 1972.

He was in that class of teachers who would command respect, both from his colleagues and from students all alike. He had come from a family, which was a pioneering Muslim educated middle class of Bandipur that had benefited from the regenerative education policy of the Dogra Maharajas. Leftism and socialism had immense influence on this newly educated middle class youth, when Kashmir along with the National Movement was witnessing anti-monarchy movement. No wonder, young Fazili was swayed by this doctrine at his early age. Late in his career, he did his doctorate dissertation on 'Socialist Ideas and Movements in Kashmir (1919-1947)'. The conviction he held dear that the world was moving towards socialism. Disillusioned with the collapse of ideology and

emergence of religiosity at the close of previous century, Professor Fazili turned towards indigenous Reshi order, as an alternate political doctrine, which essentially is a variation of socialist doctrine.

I met him in 2011 in a park in Bandipur, where he was with his grand-children talking to his friend, Dr Jabbar Sahib of Watapora, Bandipur. It was a meeting full of excitement, after years of separation. The first thing he told me that he was missing Raz Sahib, Pt. Ved Lal ji Kaul, 'What a great poet and extraordinary teacher he was, equally luminous in Urdu and Kashmiri poetry.' said Jabber sahib. Then Fazili Saheb added that they were our Reshis, like older times they had stayed on hill tops, now intheir times they had gone away from the valley. He then recited many verses from Raz

S*aheb's poem' Machra:*
Husnus Cha Bosha, iet Akh Gumana,
Lolas Chuh Chava iet Akh Dava
Husna t lola Doshwye Cha Machra
iet Aakh Machra Huet Akh Machra
Harie kus t Zaine Kus Ahman Cha Rutnakh

Samsar Shatranj Cit Mohar Akha
Zaenun t Harun Doshwaye Cha Ma
iet Aakh Machra Huet Akh Machra'

He told me that this poem would immortalize Raz Sahib, for it takes this world in the spirit of Reshi phenomenon, worth experimenting. I did not know it that he was working on Rysh wa'er. He had promised me to visit Varanasi to discuss something significant. But then he had gone unwell. Professor

Manzoor Sahib passed away in 2013, without visiting us. His book 'Rysh Waer' was published in 2015, posthumously. I am sure if he would have lived a few years more, he would have brought the methodological intricacies in his rich contents to bring out an alternate philosophy of social existence in this book. This might have been in his mind to discuss it with us in Banaras Hindu University. For I sincerely feel that without elaborate text and context of Lalla, 'the Rysh Wa'ar' remains incompletely comprehended.This book is an attempt to bring the two opposite contrapuntal political philosophies of East and West in assessment; the one centering round compassion, love and rhythm of life, while the other, revolving around individual interests, and bringing relativism in the process of self and othering.

Our native tradition is a blending tradition of give and take of civilizations that has given us a moral space, where values remain continual in common accommodation sphere. Despite professing different faiths, the Reshi universe, 'Rysh waer' has been a gamut of these values. Though its harbinger was Lalla, Nund Reshi became its fountainhead in generating the cult of Reshi order. This culture remained a sub-stream culture beneath the governing dominating mores of non-native power elites. Since it was a fusion of lived religion and common culture, its language was simple but metaphoric. It was not a codified thought, but a continual process of generating moral spaces linked with day to day social and economic interactions. This produced a culture of blending in pluralistic society. It stressed on the values of compassion, trust, beauty and goodness in our social exchanges, through symbolic language that brings

humans in oneness with supreme. Contrary to it, the Western political thought has emerged from Greek philosophies,

articulated in modernity on the individual interests and structured altruism. It was legitimized through the systems of the state that sets the boundaries and limitations for its control and governance. This brings Western political thought close to 'Vandur Raj' in essence. Foucault visualized it, an order based on 'epimilia', to take care of subjectivity. Fazili sahib puts it, 'a destroying order, as monkey does to the grain fields'. Despite Rousseau's concept of 'natural pity' and Locke's moral laws, the contradictions of Western philosophy are built in Hobbes' 'Leviathan'. It is the instrumentality of the sovereign state to control and punish to suppress the dissent. In the final analysis, the Western political thought has produced domination and

hegemony of the Europe all over the globe through consensus on Western referent. The comparison of Rysh order and Vander Order has emerged from Lalla's coin, 'Tele maale aese Vander raj', a premonition that future would hold an order of grabbing and snatching. This is evident in the hind-site narrative of modernity that has been European colonization, plundering of materials and social engineering on the process of exclusion, which our power elites have also adopted in our day to day happenings. Contrary to it, Ryshi doctrine would produce a moral space, where irrespective of religion and faith, each one would feel part of the whole in sustained trust, through the rhythm of everyday social interactions. Rysh wa'ar is a universe of moral order that gives meaning to existence, the ultimate agenda of human project. Professor Manzoor Saheb's work needs to be completed. It has opened the debate for alternative modernity.

The Reshi Thought has capacity to reinvent the philosophy of pluralism. Manzoor Sahib had seen the niche of 'Bazme Adab' of Bandipur. He was its president in the mid seventies, when it was undergoing stir up. He could not hold it together.

The imposed literary engineering from outside weakened it, created divisions. Bazme Adab lost its voice. Its rich treasure of poetry remained unpublished, mostly vanished in the ravine of subsequent decades of turmoil. Manzoor Sahib desired to assemble those precious threads, but it was late for him. Kashmir had taken a different turn. Manzoor Sahib in the end was a poignant person. In his letter to Raz Saheb, his melancholy was evident. His search for episteme for order making needed them to work together, for the revival of 'Bzam Adab', which did not happen. His project has a moral purchase.

(Prof. Ashok Kaul is Emeritus Professor in Sociology, Banaras Hindu University.)

****

TANGA:The Forgotten Legacy

MANZOOR AKASH

Renowned for its stunning landscapes and tranquil ambiance, Kashmir boasts of rich culturalheritage intertwined with the flow of many traditions. Amidst its vibrant lush meadows, thrives a charming and timeless tradition of horse-driven carriages, locally referred to as Tanga, wheels of which have been clattering over the years by the frenetic pace of modernity. Once a luxurious ride of the rich and affluent, Tanga, the traditional legacy of our ancestors, is least in vogue now except at few places.This cheap and eco-friendly mode of traveling is still galloping in the streets including Sopore, Bandipora, etc. Most of the regions have otherwise switched over to the fast means of transportation.

The history of Tanga dates back to 1930s when the Maharajas used to travel in luxurious horse-driven carriages. It's through Pathans of Peshawar, Tanga came to Kashmir. The horses would come from Kabul (Afghanistan) and the carts from Rawalpindi (now in Pakistan) through Jhelum Valley Road. Mughal Emperor Jahangir has also used Tanga during his time. However, it is also believed that Tangas were commonly used in colonial India by British Officers and civil servants to reach at their respective destinations. Tanga has not only been a source

of livelihood for Tangaban (coach men) families but it is also in sync with our rich culture that makes us unique all over the world. Not only does it remind us our beautiful past, but it is also a symbol of our rich cultural heritage, craftsmanship, artistry, and a timeless gem that connects us to the legacy of our fore fathers.

The Tanga ride was also enjoyed by bride and groom during weddings as it was safe, secure, pollution-free, and comfortable, chances of accidents were less, no traffic jams occurred anywhere and Tangas were usually cheaper to hire than an auto-rickshaw or sumo. The enduring symbol of Tanga's cultural richness and historical significance will continue to enchant and inspire, reminding us of the beauty and elegance of past. Recently some young innovative entrepreneurs in Srinagar took a praiseworthy initiative of riding new stylish Tanga buggies on the offshore road of famous Dal Lake to attract tourists-reviving our rich Tanga culture which once was known as a Badshah Sawaer (royal ride) besides serving the main source of livelihood for locals. We should salute them for resuscitating the rich legacy.

The Tanga ride that we would fetch in the cheapest rates has now become expensive for us. All because of our forgotten culture. With the advent of motor vehicles, the custom of Tanga ride has become extinct. In order to survive Tanga custom and help fostering livelihood to the people associated with it, we must let the traditional Tanga ride thrive as long as life exists in Kashmir.

At one point of time, there used to be Tanga Addas (stands) everywhere in Kashmir. But now such spots have shrunk and have gradually disappeared. In north Kashmir

(elsewhere too), we still use the term Tanga Add to refer to certain spots. These stands are now occupied by quick transportation systems like auto-rickshaws and sumos that have snatched us off our most sought after and economical traditional Tanga ride.

"The traditional Tanga ride should not disappear. It must survive because it is more comfortable, cheap and represents our heritage. A separate place for Tangas should be established.

They should be used at tourist destinations as is seen in the most developed countries. This will not only maintain Tanga lovers' interest in this traditional mode of traveling but will also revive our ancestors' legacy", says eminent scholar and former secretary of Cultural Academy, J&K, Dr. Rafeeq Masoodi.

On the canvas of my own memories, I can't resist recalling how in childhood, we had Tanga Sawari (ride) the only option in our village to go around. Though, in those days, there were many Tangabans (coach drivers) in our vicinity, yet, taking a joy ride stealthily by ascending on the Paidaan (foot hold) of Mam Kak's Tanga would give everyone a royal feel. His Tanga was fully decorated—a colored cart with a yellow canopy, driven by a brown sturdy horse with leather seats under which he always carried fodder for his horse. No sooner, he caught a sight of us hung behind on the foot hold than he would instantly whip his horse with whip (a stick having attached yellow string) to catch speed. That tic-toeing of horse hooves on the road made us insecure to quickly get off. At times, when we didn't disembark, he would stop his Tanga and chase us, saying angrily—"Daffa Gachuv" and "Gouve Jane Murgy". As we navigate the complexities of modernity, let us heed the call to reconnect with

our roots, celebrating the traditions that define Kashmir. Through conscious choices and collective action, we can ensure that the legacy of Tanga remains preserved as a piece of Kashmir's pulsating cultural tapestry for new generations to come.

(Manzoor Akash is a columnist and author.)

***

Surname's: Personal,Cultural and Historical!

Dr. (Prof.) U Kaul

Unlike other parts of the country, Muslims and Hindus in Kashmir have been sharing the same surnames since ages. Wali is a name based on Arabic short form of Wali Allah 'friend of God', 'protector'.Surname, the last name or the family name is different from your given or the first name.It is the name shared by the family. It usually is the identity of a person and can give agood idea of the family background, the religion, the caste and also the region of thecountry from which the person comes.Take for example an Aggarwal, Gupta, Mittal, Jindal, Goel, Bansal or Kansal, would inall probability mean that the person is a Hindu, has his origin in North India, is a Baniya(trading community), usually a vegetarian, Hindi speaking, and invariably financiallysound.Likewise, Subramanium indicates a person originally from Tamil Nadu or Kerala and a Hindu Brahmin with personal name derived from Sanskrit subrahmaya 'dear to Brahmins' (an epithet of the god Kartikeya, son of Shiva). They are of Tamil origin and very intelligent and often scholars. Dr C Subramanium former minister for Planning and Deputy Chairman planning commission, Subramaniam Swamy Politician and Economist, Gopal Subramanium an eminent lawyer, former Attorney general of India and an internationally known arbitrator

are just a few examples of this surname from the Southern part of India. Close to Tamil Nadu is Andhra Pradesh and Telangana where Reddy is a common surname of land owners and politically powerful people. Banerjees, Mukherjee, Chatterjee, Bhattacharya and Gangulys are high caste Brahmins who trace their origin from the sage Shandilya of Ujjain an ancient city of Madhya Pradesh but now rooted in Bengal. You can find innumerable such surnames in mainland India. This generalization, however, won't work if you go to Kashmir valley and try to predict the cast, profession or for that matter even the religion by studying their last name. It is hard to believe that in Kashmir surnames: Peer, Wali or Mirza are common Hindu surnames. At the same time a Muslim carrying his last name as Rishi or Pandit sounds strange, but it is a common feature in Kashmir. Unlike other parts of the country, Muslims and Hindus have been sharing the same surnames since ages. Wali is a name based on Arabic short form of Wali Allah 'friend of God', and 'protector'. However, this surname is more common in Kashmiri Pundits than in Muslims. The former Chairman of J&K Public Service Commission, a devout Muslim is Mohammed Shafi Pandit. Similarly, one of the important former Director Generals of J & K police was Ghulam Jeelani Pandit, of course a muslim but with Pandit as the surname.

Likewise, Dr Maharaj Kishan Peer an eminent physician and Man Mohan Kishan Wali the LG of Delhi in 1984-85 and also former Prof Jyoti Prakash Wali of AIIMS are Pandits.Likewise, Mirza, Dhar or Dar, Bhat, Chakoo, Durrani, Kachru, Draboo, Kaloo, Kanna, Kaw, Khar, Khuda, Kitchloo, Munshi, Machama, Mirza, Padar, Parimoo and Raina are a few typical surnames

that are used by both Hindus, and Muslims in Kashmir.

There is a set of surnames belonging to birds and animals, This defies any logical explanation: Examples: Hangloo (stag), Khar (donkey), Braroo (cat), Kantroo (male sparrow), Kakroo (rooster), Kaw (crow), Bambroo (blackbee), Kotru (pigeon), Dand (bull), Hoon (dog), Yechh (yeti), Kukiloo (cuckoo in English). Some well-known personalities with such surname are: former senior bureaucrat, M.K. Kaw and former Editor of the Statesman and at present a free-lance writer, Mr. M.L. Kotru. Kashmiri surnames are also linked with the vegetables and fruits. We have quite a number of Mujoos (radish), Bamchoots (quince apple) Hakh (green leafy vegetable), Wangnoo (egg plant), Nadroos (lotus stem). Some surnames are based on the personalities and moods in families like Hakhoo (a person who is dry), and Trakroo (person who is unyielding or hard in attitude). These strange surnames are continuing till date. Many of the present-day Kashmiri surnames are linked to the occupations of their ancestors. A few examples: Aram (vegetable grower), Kral (potter), Gooru (milk vendor), Hakim (physician), Waza (chef), Bazaz (cloth merchant) etc., are some of the surnames that tell you about the professions of the present or past generation of Kashmiris.

The surname of the author of this article is not Kaul, it is an adopted name from theactual surname Khan, which still exists in our revenue records of district Pulwama.Background being that our great grandfather worked as a munshi for Afghans. Kaul /Koul is a common Kashmiri surname but not exclusive to Pandits, there are severalinstances of it being used by Muslims.

Ghulam Nabi Azad has a point when he made a statement

recently that all Kashmiris 600 years back were Hindus and many retained their surnames after conversion toIslam. The great Sheikh Mohammad Abdullah's immediate ancestor was Raghu Ram Koul, a Kashmiri Pundit. This he mentions with pride in his autobiography Atish-e- Chinar.

This mixed culture of Kashmiris depicted by their surnames needs to be retained and we need to look forward and not to view this relationship through a narrow prism.

Dr. (Prof.) U Kaul is the founder Director Gauri Kaul Foundation.

***

Triloko Nath Ganjoo:The unsung Scholar,Indologist and Astrologer

Avtar Motta

"You are what your deepest desire is. As your desire is, so is your intention. As your intention is, so is your will. As your will is, so is your deed. As your deed is, so is yourdestiny." ….. (Brihadaranyaka Upanishad)

The contribution of Prof T.N. Ganjoo towards linking Kashmir to the Sanskrit Civilization of India shall find prominent place, once scholars and people with subject-specific interests discern his colossal work. Let the present-day scholars and copy-paste writers ignore him, but for sure, generations to come shall discover and look at him the way we look at Kshemendra and Bilhana presently. He was an erudite Sanskrit scholar, Indologist, Shaiva Darshan scholar, historian (Ancient Kashmir), linguist, manuscriptologist, translator,grammarian (Sanskrit), astrologer and an authority on Sharada script.

EARLY LIFE

Born in Srinagar city, on 7th February 1928, Prof Ganjoo devoted his entire life to research and study. Due to the untimely death of his father, he was brought up under the supervision of his uncle Pandit Radha Krishen Ganjoo who was an authority on Hindu rituals, scriptures, and Karama-Kaanda .To financially support his family income, young Triloki Nath had to take up a

teacher's job and continue his studies as a private student. He completed his Honours in Sanskrit, Honours in Hindi, Diploma in Teaching, and Bachelor of Education,

Postgraduation in Hindi and obtained a doctorate (Ph. D) for his extensive research in 'Diachronic Linguistic Study of Kashmiri Language'. He joined University of Kashmir as a Lecturer in PG Department of Hindi. He rose to the post of Professor of Hindi at the University where two generations of students benefitted from his erudite scholarship and knowledge. He was also appointed as Professor of Sharada Script (The Paleography of Ancient Kashmir), NMM, and Indira Gandhi National Center for Arts, New Delhi.

COMPANY OF SAINTS AND SAGES

From his childhood, Triloki Nath Ganjoo was drawn towards the saints and sages of Kashmir. While being posted at Nunar, he was a regular visitor to Mann Kak, a saint of high learning who lived in Grihastha. Mann Kak chose him to recite the Bhagwad Gita before performing Pran-Tyaga. Another saint whom he regularly visited was Bhagwan Gopi Nath Ji. He remained a regular visitor to Swami Ramji's Ashram at Fateh Kadal from his childhood. This brought him closer to Swami Govind Kaul Jalali, a disciple of Swami Ramji. He also interacted with Swami Govind Kaul on many aspects of Kashmir's Trika Shaivism. The learned saint opened a window of Kashmir Trika Shaivism for young Triloki Nath Ganjoo who became a disciple of the learned saint.

After Swami Govind Kaul's Nirvana, Triloki Nath Ganjoo took charge of Ram Shaiva (Trika) Ashram at Fateh Kadal and guided many devotees of Swami Ramji about various aspects of

Kashmir's Shaiva Darshana that he had learnt from Swami Govind Kaul and studied himself. He remained steadfast in this task and didn't move out from the Kashmir valley inspite of various threats and risks till his death. It is relatable to mention that Swami Ramji (1854-1915) established Shri Ram Shaiva (Trika) Ashram in May 1884 at Fateh Kadal, Srinagar. It became a foremost Shaivite teaching centre of Kashmir in the modern-day. Swami Ramjis spirited efforts towards propagation of the Shaivite philosophy, Shaivite scriptures, Agamas and Tantric texts to his disciples and devotees remain a glorious part of Kashmiri Pandit heritage. It is due to Swami Ramji's revival efforts that Kashmir Shaivism today enjoys global recognition and acknowledgement. Swami Lakshman Joo happens to be one of the illustrious disciples of Swami Ramji. It is reported that Swami Ramji became ecstatic on the birth of Swami Lakshman Joo who was fondly named Lala Saeb by his parents. To his disciples, Swami Ramji said, ''I am Rama and the child Lakshmana". The subsequent events proved Swami Ramji's words prophetic as Swami Lakshman Joo was to Swami Ramji what Swami Vivekananda was to Sri Ramakrishna Paramhansa. Swami Ramji had a detached outlook on life and did not marry after the death of his wife. Swami Ramji's wife died when he was just 17 years old. During his visit to Kashmir,Swami Vivekananda visited Swami Ramji and sat with him for about three hours.

HE PROVED GRIERSON'S FINDINGS INCORRECT

The origin of language is a complex and intriguing topic that has puzzled linguists, anthropologists, and cognitive scientists for centuries. The question "What is the origin of language? gets to the heart of how humans came to possess a unique and

fundamental ability to create and use language. For many years,

language origin has been one of the disputable topics of scholarly discussions. Like any other language, there had been many misgivings about the origin of the Kashmiri language as well. George Grierson was the first European Scholar who attributed the Kashmiri language to the Dardic group. In 1911, he wrote this in a manual titled, & quot;An Interesting and Little Known Tongue “.According to him, Kashmiri was developed in Dardistan, the hilly region between the North West of Punjab and the Pamir. He wrote, “Leaving aside Arabic, Persian and Sanskrit words from the language, remaining words are Dardic or Paschachi. Kafiri (spoken in the west of Chitral), Shina (spoken in Gilgit), Kashmiri, Kishtwari and Kohistani belong to this group.” However, many scholars believe that while deliberating upon the origin of the Kashmiri language, Grierson has ignored two features of Sanskrit which are responsible for making the necessary foundation of this language. These aspects are Tatsam and Tadbhava words. Prakrit and Apbhramsha have also been ignored by him. Eminent linguist and Sanskrit scholar, Dr S S Toshakhani writes:-

“There exists very strong evidence to show that Kashmiri has descended from the Vedic speech or, as Buhler has pointed out, from "one of the dialects of which the classical Sanskrit was formed." The presence in Kashmiri vocabulary of a large number of lexical and phonetic items that can be directly traced to the Vedic period corroborates this fact. For instance, the Kashmiri word ‘yodvay’, meaning ‘if’ is the same as Vedic ‘yaduvay’, the corresponding word for it in Sanskrit (and Hindi) being ‘yadi’.

Similarly, we have the word ‘ada’ in Kashmiri, meaning ‘so, then, thereupon, yes’, which can be hardly distinguished from the Vedic ‘addha’ of which the Prakrit form too is ‘addha’, Again, the Vedic ‘sanna’ appears as ‘son’ in Kashmiri having an identical meaning ‘deep’. Or take the Kashmiri word ‘basta’ which comes straight from Vedic ‘bastajin’ meaning ‘goatskin’, ‘bellows’. It is from the Vedic root ‘taksh’ that the Kashmiri word ‘tachh’ (to scratch, ‘to peel’, ‘to plane’, ‘to scrape’) is derived, Sanskrit ‘ksh’ changing to ‘chh’ in Kashmiri as in Laksha lachh, vaksha>vachh, draksha>dachh, akshi>achhi etc. And from this very root comes the Kashmiri word ‘chhan’, ‘a carpenter’. Generally, Kashmiri words have evolved from Vedic or old Indo-Aryan through intermediary Pali or Prakrit forms. It is based on such linguistic evidence that eminent linguists like Morgenstierne, Emenean, Bloch and Turner have arrived at their conclusions about the Vedic origin of Kashmiri.”

(Prof T N Ganjoo speaking in International Kashmiri Pandit Conference …Photo provided by the family .) Equipped with all the work done by scholars on the subject, Prof T N Ganjoo set out for the most challenging assignment of his life to dig out the origin of the Kashmiri language. He visited Gurez and many places where

Shina is spoken to collect material for his research. He also visited Kishtwar and other places where Kashmiri is spoken in its various dialects. He took up this research topic for his Ph.D. While most doctorates are finished in 2-5 years, this topic took him 10 years to finish. He studied phonetics, phonology and Panini’s Sanskrit grammar. He conducted etymological studies of word origins, tracing their meanings, structures, and journeys

through time. He also studied Vedas, and scholars like Max Muller, poet Bilhana, poet Kshemendra and any and every Sharada manuscript available in Kashmir which he could lay his hands on. Finally, he concluded that the entire Kashmiri language is a sister to Sanskrit, with not only words but the entire grammatical structure following Sanskrit. Thus, proving Sir George Grierson's theory wrong about the origin of the Kashmiri language.

A GREAT TEACHER of SHARADA SCRIPT

Those who visited Prof Triloki Nath Ganjoo to learn and understand scriptures or Sharada script includes: artist Ghulam Rasool Santosh, poets; Agnishekhar, Kshama Kaul, Mohan Nirash, Dr M K Teng, Brahmchari Moti Lal, and many more. A noted artist G.R. Santosh has said about him:

"I have been visiting him often to seek clarification on scriptures and I have no hesitation to admit that he imparted the knowledge of Sharada script to me. He was humble, unassuming, affectionate, welcoming and a saint living in Grihistha. "

Along with Sharada, he also acquired working knowledge of Tibetan and Gurmukhi scripts which have been derived from Sharada. He conducted more than 60 workshops across the country on Sharada script creating a group of trained persons who could read and write Sharada. He created a primer for the study of the Sharada script. About teaching Sharda script to youngsters, Prof Ganjoo said this:- "Right from Banihaal up to Sharda Temple (now falling in Pok), this entire area was known as Sharda Desh wherein Sharda script flourished. Sharada script evidences are seen in Peshawar, Kabul and many parts of

ancient Gandhara. There is a Bible in Sharada script written in 1821. From the early 14th century, with the arrival of Islam in the Kashmir valley, this script faced neglect and was made to die. It is almost extinct now except as seen in some available manuscripts of the Kashmiri Pandits that escaped the cruel hands of religious bigots and persecutors of Hindus in Kashmir. Let me give you some positive news as well. At the community level, we have made great efforts for its revival. We have trained some young men who could impart training in reading and writing Sharada to more people. This is all voluntary work and to my knowledge, more than 25 persons are well trained to impart training to other aspirants from the community.

I am thankful to IGNCA, New Delhi also for their support. Sharada is our culture, our language and our history. We must learn it to preserve it and also use it to know our pastin correct perspective."

BOOKS, PUBLISHED PAPERS AND AWARDS

Prof, Ganjoo published several books and wrote innumerable research papers. Some prominent books written by Prof. Ganjoo could be listed as under:-

1. Rahasyodesh - Research biography of Hermitess Mata Roopa Bhawani, Alakeshvari.
2. Linguistic Survey of Kashmiri Language.
3. Shirya Bhat - Research biography of Shriya Bhat.
4. The Cultural Heritage of Ancient Kashmir (Unpublished).
5. Lal Vakh - Original Lal Vakh based on 17th Century manuscript with Kashmiri Commentary (Unpublished).
6. The metre-prosody in Ancient Kashmiri Poetry.
7. Kashur Hindi Reader.

8. Monograph on comparative study of Kashmiri Language.

Some scholarly research papers compiled by Prof T N Ganjoo published in various research journals in India are as under:-

(1) Linguistic Sociology of Ancient Kashmir.

(2) The Linguistic Sociology of Kashmir and its Origin.

(3) The Kin-Names and Archaic Spoken Form of its Origin Language.

(4) Social Ethos of Kashmiri Society and Applied Linguistic Connotation.

(5) Naga, the Early Mountain Settlers of Kashmir and Traces of their Social Culture Among the Kashmir,

Bhattas the Vanishing Ethnic Community of Kashmir.

(6) The Religious Anthropological Treatment of Kashmir.

(7) Kashmiri Numeral and its Linguistic Origin.

(8) The Linguistic Derivative of Kashmiri Ordinals.

(9) The Physical Body and Linguistic Nomenclature of its Parts and the Source of its Applied Language.

(10) "Bilhan", the Author of Vikramankdeva Charit and 10th century Kashmir.

(11) "Herat", the Festival of 15 Days and its Socio-Religious Traces, Which are Deeply Linked With the Five

Thousand Years old Harappa Religious Culture.

(12) The Kashmiri Shaivism and Basic Concept of Domesticity.

While he was awarded many times by different institutions, Some notable ones are listed below -

1Sanskrit Shiromani - Allahabad University.

2.Karmakand Shiromani - Banaras Hindu University.

3. Jyotish Ratna - Banaras Hindu University.

4.Gold medal for PhD on Linguistic Survey of Kashmiri Language - Kashmir University.

5. Shardaa Saman - Panun Kashmir.

6. Shardaa Script Wizard - Tirupati University.

7. Shardaa Alankar - Himachal University.Some close friends of T.N. Ganjoo were Jagan Nath Braroo, Dr. Ramkrishen Bhatt (professor of history, University of Kashmir), Dr. M.K Taing (professor of political science, University of Kashmir), S.K. Puttu (Chief Manager SBI) and Dr. Muzamil Parsa (family physician).

Sources consulted for this write-up.

(1)Meeting with Prof Ganjoo in Srinagar and a telephone conversation.

(2) Shehjar: online magazine.

(3) Interview of Dr. Agnishekhar.

(4)The family of Prof Ganjoo (Gargi Ji, Varda Ganjoo and Unmesh Ghosh).

(5)Recorded conversation of artist G.R. Santosh.

(6) A write-up in Kashmir Sentinel by Dr. S.S. Toshakhani

(7) Visit to Sri Ram Shiva (Trika) Ashram, Kashmir

***